www.KitaboSunnat.com
MIS
FOUNDATION
روشن کریں جہاں کو ہم
قرآن اور بائبل
کے دیس میں
مبشر نذیر
2

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

قرآن اور بائبل کے دیس میں

2006-07

حصہ دوم

محمد مبشر نذیر

یہ کتاب ان مقامات کے سفر نامے پر مشتمل ہے جن کا ذکر قرآن مجید، احادیث اور بائبل میں کیا گیا ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انتساب

میری اہلیہ کے نام جن کا تعاون اور محنت اس سفر نامہ کی تیاری میں شامل ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فہرست

فہرست..... 4
اردن کا سفر 5
پیٹرا 9
جنگ موتہ اور ڈیڈ سی 19
مادبہ، جبل نیبو اور بپتسمہ سائٹ..... 50
عقبہ 83
مصر کا بحری سفر 87
جزیرہ نما سینا..... 94
قاہرہ 134
اسکندریہ 170
مصر سے سعودی عرب براستہ اردن 177

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اردن کا سفر

سعودی عرب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ سے متعلق سائٹس کا میرا سفر مکمل ہو چکا تھا۔ اس کی تفصیل آپ اس سفر نامے کے پہلے حصے میں پڑھ چکے ہیں۔ اب میرا ارادہ تھا کہ سابقہ انبیاء کرام بالخصوص بنی اسرائیل کی جانب مبعوث کیے جانے والے انبیاء کرام علیہم السلام سے متعلق سائٹس کا سفر کیا جائے۔ اس کے علاوہ بحیرہ مردار اور اہرام مصر دیکھنے کی خواہش بھی شدید تھی۔ ان سب عوامل کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اردن اور مصر کے سفر کا ارادہ کیا۔

اردن اور مصر کا راستہ

اس سفر کی تیاری میں نے چھ ماہ قبل ہی شروع کر دی۔ اس معاملے میں دفتر کے ایک کولیگ احمد نادر امام سے مجھے بہت سے ضروری معلومات حاصل ہوئیں۔ احمد مصر کے رہنے والے ہیں اور متعدد مرتبہ بذریعہ سڑک جدہ سے قاہرہ جا چکے ہیں۔ انہوں نے مجھے ایک اور کولیگ محمد فہیم سے بات کرنے کے لئے کہا کیونکہ فہیم گزشتہ سال بذریعہ سڑک قاہرہ گئے تھے، اس لئے ان سے تازہ ترین معلومات ملنے کا امکان تھا۔ جب میں نے فہیم سے بات کی تو وہ بڑے شرمندہ ہوئے۔ کہنے لگے، "واللہ! مجھے مصر کے راستے کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔ پچھلے سال میں نے تو ایک دوست کی گاڑی کے پیچھے اپنی گاڑی لگائی تھی۔ مجھے نہیں معلوم وہ کن کن راستوں سے گزار کر مجھے قاہرہ لے گیا۔" واضح رہے کہ جدہ سے قاہرہ کا فاصلہ کم و بیش 1600 کلومیٹر تھا۔ اردن کے بارے میں معلومات فلسطینی اردنی دوستوں رامی اور اسماعیل سے حاصل کیں۔

میں نے گوگل ارتھ کے ذریعے اردن اور مصر کا تفصیلی جائزہ لیا۔ ایک ایک سائٹ کے بارے میں انٹرنیٹ کے ذریعے ضروری معلومات حاصل کیں۔ سڑکوں کے نیٹ ورک اور نقشوں کو سمجھا۔ مصر اور اردن کے سفارتخانوں سے ویزا کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور سفر کا پکا ارادہ کر لیا۔

ویزا پراسیسنگ اور کاغذات کی تیاری

جب میں ویزا حاصل کرنے مصر کے سفارتخانے گیا تو کاؤنٹر پر ایک نہایت ہی نستعلیق صاحب تشریف فرما تھے۔ پاکستانی پاسپورٹ دیکھ کر وہ کچھ جھجھکے لیکن پھر میرا سعودی اقامہ اور کمپنی کا لیٹر دیکھنے کے بعد انہوں نے صرف دس منٹ میں ویزا لگا کر پاسپورٹ میرے حوالے کر دیے۔ اردن کے سفارتخانے میں ایک مظلوم صورت صاحب موجود تھے جن کی کوشش تھی کہ کوئی ویزا حاصل نہ کر پائے۔ مجھے کہنے لگے اگر آپ ٹورسٹ ویزا چاہتے ہیں تو اپنی ایمبیسی سے لکھوا کر لائیے اور اگر ٹرانزٹ ویزا چاہیے تو میں ابھی لگا دیتا ہوں۔ ٹرانزٹ ویزا تین دن کا ہوتا ہے جو اردن کی سیاحت کے لئے کافی تھا اس لئے میں نے اسی پر اکتفا کیا۔

اس کے بعد اگلا مرحلہ گاڑی کے لئے ٹرپ ٹکٹ بنوانا تھا جس کی حیثیت گاڑی کے پاسپورٹ کی ہوتی ہے۔ اس کے لئے سعودی عرب میں مختلف ایجنسیاں موجود ہیں۔ میں ایک ایجنسی کے دفتر گیا جنہوں نے ضروری کاغذات لے کر پندرہ منٹ میں ٹرپ ٹکٹ مع

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انٹرنیشنل ڈرائیونگ لائسنس کے میرے حوالے کر دی۔ اب ہم سفر کے لئے قانونی طور پر بالکل تیار تھے۔

حالۃ عمار

جدہ سے اردن جانے کے دو راستے ہیں۔ ایک تو کوسٹل ہائی وے کا راستہ ہے جو بحیرہ احمر کے ساتھ ساتھ ینبوع، الوجہ، ضباء، البدع اور حقل سے ہوتی ہوئی سیدھی اردن کے شہر عقبہ تک جاتی ہے۔ دوسری سڑک مدینہ، خیبر، تیماء اور تبوک سے ہوتی ہوئی اردن کے شہر معان اور پھر دارالحکومت عمان تک جاتی ہے۔ ہمیں چونکہ خیبر، مدائن صالح اور تبوک کا سفر کرنا تھا، اس لئے ہم نے موخر الذکر کا انتخاب کیا۔

تبوک تک کے سفر کے حالات آپ پہلے حصے میں پڑھ چکے ہیں۔ اس لئے اب اس سے آگے کی سنیے۔ تبوک میں مسجد رسول سے نکل کر ہم اردن جانے والی شاہراہ پر آئے۔ اردن کا بارڈر یہاں سے 90 کلومیٹر کے فاصلے پر تھا جو ہم نے 45 منٹ میں طے کیا۔ سعودی عرب کا آخری قصبہ "حالۃ عمار" تھا جو بالکل سرحد پر واقع تھا۔ یہاں ساسکو کا ریسٹ ایریا بنا ہوا تھا۔

ہم پچھلے دو دن سے حالت سفر میں تھے۔ یہاں میں نے لباس تبدیل کیا اور گاڑی میں پیٹرول کی ٹنکی فل کروائی۔ اردن میں پیٹرول سعودی عرب کی نسبت چھ گنا مہنگا تھا، اس لئے میں نے دو کینیں خرید کر اس میں بھی پیٹرول بھروالیا اور گاڑی کی ضروری صفائی بھی کروا لی۔ ساسکو کے سری لنکن ملازم نے نہایت خوشدلی سے یہ خدمات انجام دیں۔ اہل سری لنکا کی خوبی یہ ہے کہ یہ لوگ مزاج کے بہت اچھے ہوتے ہیں۔ غریب ممالک میں شاید سری لنکن دنیا کی سب سے مہذب قوم ہے۔

بارڈر کراسنگ

اب بارڈر کراس کرنے کی باری تھی۔ سعودی بارڈر پر تو ہمیں گاڑی سے اترنا ہی نہ پڑا۔ کسٹم اور امیگریشن کے لئے کھڑکیاں تھیں۔ گاڑی ان پر روک کر کاغذات پکڑائے اور ان صاحبان نے ضروری کاروائی کے بعد وہیں واپس کر دیے۔

مغرب کا وقت تھا۔ یہاں جدہ سے ایک گھنٹے کا فرق پڑ چکا تھا اور نماز مغرب شام آٹھ بجے ادا ہو رہی تھی۔ آخری کھڑکی پر موجود صاحبان اندر باجماعت نماز میں مصروف تھے۔ میں بھی گاڑی سے اتر کر ان کے ساتھ جماعت میں شریک ہو گیا۔ نماز سے فارغ ہو کر انہوں نے جلدی سے اپنی کاروائی مکمل کی اور "مع السلامۃ" کہہ کر رخصت کیا۔

پاکستانیت، داڑھی اور دہشت گردی

اردن کے کسٹم والے نہایت ہی خوش اخلاق نکلے۔ پیٹرول دیکھ کر کہنے لگے کہ اس کی اجازت نہیں ہے لیکن کوئی مسئلہ نہیں آپ لے جائیں۔ گاڑی ایک طرف روک کر ہم تفتیش کے لئے امیگریشن کاؤنٹر پر گئے اور امیگریشن آفیسر کو اپنے پاسپورٹ پیش کیے۔ ایک تو پاکستانی پاسپورٹ اور اوپر سے میری داڑھی!!! ان صاحب کا "تراہ" نکل گیا، سرخ رنگ زرد پڑ گیا اور ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ میرے ساتھ اہلیہ اور بچی کے پاسپورٹ دیکھ کر انہیں کچھ حوصلہ ہوا۔ کہنے لگے، "آپ ذرا انتظار کیجیے۔" تھوڑی دیر میں ان کے باس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آئے اور مجھے اکیلے میں اندر بلا لیا اور اس کے بعد ایک طویل انٹرویو شروع کر دیا۔ میں نے انہیں عربی اور انگریزی میں چھپا اپنا بزنس کارڈ پیش کیا۔ بالآخر وہ مطمئن ہوئے اور ہمارے پاسپورٹوں پر مہریں لگا کر ہمیں جانے کی اجازت دے دی۔ شاید اس مقام سے اردن میں داخل ہونے والا میں پہلا پاکستانی ہوں گا۔

اسے ہماری بد قسمتی کہیے یا ہماری سابقہ اور موجودہ حکومتوں کی غلط حکمت عملی کہ پاکستان کا نام دہشت گردی اور اسمگلنگ سے اس طرح منسلک ہو چکا ہے کہ دنیا بھر میں پاکستانیوں کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اس پر مستزاد ہمارے بعض مذہبی گروپوں کا رویہ جن کے نتیجے میں دین اسلام اور داڑھی جیسی فطری چیز کا تعلق دہشت گردی جیسے جرم سے جوڑ دیا گیا ہے۔

داڑھی مرد کی فطرت ہے اور قدیم ادوار سے تمام مذاہب سے تعلق رکھنے والے مرد بلا امتیاز داڑھی رکھتے آئے ہیں۔ یہ مردانگی کی علامت ہے اور اس کا براہ راست تعلق خالص مردانہ ہارمونز سے ہے۔ اہل مغرب نے جہاں انسانی فطرت کے بعض اور رویوں کو مسخ کیا ہے وہاں داڑھی منڈوانے کا فیشن بھی دنیا میں عام کر کے انسانی فطرت پر تیشہ چلایا ہے۔ اگرچہ ہمارے فیصل آباد والے یہی تصور مونچھوں کے بارے میں رکھتے ہیں اور "جدی موچھ نہیں او کچھ نہیں" کا راگ الاپتے ہیں۔

امیگریشن کے بعد ہم نے Third Party Liability Insurance حاصل کی اور کسٹم والوں سے گاڑی کا اندراج کروا کے اردن میں داخل ہوئے۔ اردن اور سعودی عرب کے وقت میں ایک گھنٹے کا فرق ہے لیکن ان کے ہاں گرمیوں میں وقت کو ایک گھنٹا آگے کر لیا جاتا ہے جس کے باعث ان دنوں وہاں پر بھی وہی وقت تھا چنانچہ ہمیں گھڑیوں سے چھیڑ چھاڑ کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ اب اندھیرا چھا چکا تھا اور ہم لوگ ایک سنگل روڈ پر سفر کر رہے تھے۔ سعودی روڈ کے مقابلے میں اس روڈ کی کوالٹی سے ہی لگ رہا تھا کہ ہم اب نسبتاً غریب ملک میں آ گئے ہیں۔ یہ احساس آگے جا کر اردن کی "کنگ ہائی وے" دیکھ کر مزید پختہ ہوا۔

معان اور مینگورہ

سوا گھنٹے میں ہم لوگ معان پہنچ گئے۔ یہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا۔ شہر میں گزرتے ہوئے ایسا لگا جیسے ہم مینگورہ کے بازاروں میں سے گزر رہے ہیں۔ ویسا ہی بازار، وہی شکل و صورتیں اور ویسے ہی لوگوں کے چہروں کے تاثرات۔ ہم لوگ دن کو بارہ بجے مدائن صالح سے نکلے تھے اور اب رات کے دس بج رہے تھے۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ رات یہیں گزار لی جائے۔

ایک صاحب سے ہوٹل کا پوچھا۔ وہ میری شکل دیکھ کر پوچھنے لگے، 'پاکستانی؟'۔ میں نے اثبات میں سر ہلایا تو بڑے تپاک سے ملے۔ کہنے لگے مجھے پاکستانی بہت پسند ہیں۔ آپ میرے گھر چلیے۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ وہ ہمیں ایک ہوٹل تک چھوڑ گئے لیکن اس کا ماحول کچھ پسند نہ آیا۔ یہ ویسا ہی ہوٹل تھا جیسا کہ ہمارے ہاں ٹرک ڈرائیوروں کے لئے ہوٹل ہوتے ہیں۔

میں نے ایک دکاندار سے کسی نسبتاً صاف ستھرے ہوٹل کا پوچھا۔ وہ بھی میری پاکستانیت پر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے، "یہاں آپ کو اسی قسم کے ہوٹل ملیں گے۔ بہتر ہے آپ پیٹرا کے قریب وادی موسیٰ چلے جائیں جو صرف چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔" میں نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ پیٹرا یہاں سے اس قدر نزدیک ہے ورنہ ہماری منزل تو پیٹرا ہی تھا۔

اب ہم عمان عقبہ کنگ ہائی وے پر آ گئے جس کے مقابلے میں ہماری جی ٹی روڈ ہزار درجے بہتر تھی۔ کافی دور جا کر احساس ہوا کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چالیس کلو میٹر پورے ہو گئے ہیں اور ابھی تک پیٹرا کا ایگزٹ نہیں آیا۔ روڈ کے کنارے کچھ گاڑیاں رکی ہوئی تھیں۔ میں یہاں رک کر پیٹرا کا راستہ معلوم کرنے گیا تو ایک صاحب قالین بچھائے مزے سے محو خواب تھے اور ان کی اہلیہ بچوں سمیت پاس ہی بیٹھی تھیں۔ میں نے ان سے راستہ دریافت کیا تو ان کے خاوند اٹھ گئے۔ کہنے لگے، "آپ کافی آگے آ گئے ہیں، بہتر ہے اب سیدھے چلے جایئے، دس کلو میٹر کے بعد پیٹرا کا ایک اور راستہ آئے گا۔" مرتے کیا نہ کرتے، چل پڑے۔ دس کلو میٹر کے بعد واقعی ایگزٹ آ گیا اور ہم شوبک کے راستے پیٹرا پہنچ گئے۔ دراصل معان سے براہ راست پیٹرا آنے والی سڑک اندر اندر سے آتی ہے اور اس سے فاصلہ 50 کلو میٹر کم ہو جاتا ہے لیکن اس پر کوئی بورڈ وغیرہ موجود نہ تھے۔

ہم اب اتنا تھک چکے تھے کہ جو پہلا ہوٹل نظر آیا، اس میں قیام کر لیا۔ موسم خاصا سرد تھا۔ بعد میں اپنی غلطی کا احساس ہوا کیونکہ یہاں نہ تو ائر کنڈیشنر تھا اور نہ ہی پنکھا جس کے نتیجے میں ساری رات مچھر ہماری تواضع کرتے رہے لیکن تھکاوٹ کے باعث نیند پھر بھی ڈٹ کر آئی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پیٹرا

اگلی صبح اٹھ کر ہم لوگ بغیر ناشتہ کئے پیٹرا کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ ہمارا ارادہ تھا کہ دھوپ تیز ہونے سے قبل ہی پیٹرا کو دیکھ لیا جائے۔ ناشتہ تو بعد میں بھی ہو سکتا ہے۔ راستے کے لئے ہلکے پھلکے بسکٹ اور کولڈ ڈرنکس لئے اور پیٹرا سائٹ کی طرف چل پڑے۔ پیٹرا کا ٹکٹ خاصا مہنگا یعنی 21 اردنی دینار (تقریباً 1700 پاکستانی روپے) فی کس تھا۔ مغربی سیاح بھی جوق در جوق پیٹرا سائٹ کی طرف آ رہے تھے۔ سالانہ کئی لاکھ افراد پیٹرا کی سیاحت کے لئے آتے ہیں۔ 2007 میں دنیا کے سات نئے عجائب کی جو فہرست تیار ہوئی ہے اس میں پیٹرا بھی شامل ہے۔

پیٹرا دراصل نبطی قوم کا دارالحکومت تھا۔ قوم ثمود سے شروع ہونے والا چٹانوں کو تراشنے کا آرٹ نبطیوں کے دور میں کافی ترقی کر گیا۔ سید ابوالاعلی مودودی کی تحقیق کے مطابق یہ فن ایلورا میں اپنے کمال کو پہنچا۔ مدائن صالح اور پیٹرا کی تراشی ہوئی چٹانوں میں واضح فرق نظر آتا ہے جو کسی بھی فن کی ابتدائی اور ترقی یافتہ شکلوں کو ظاہر کرتا ہے۔

مدافن الابراج

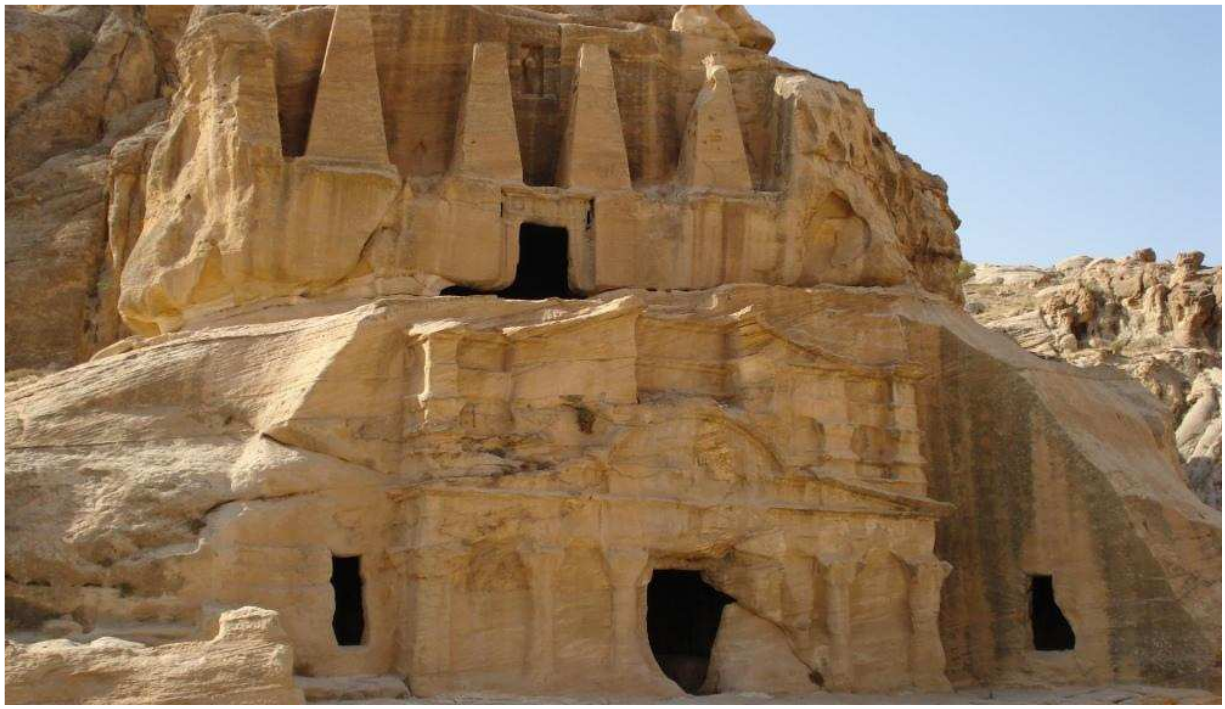

سید ابوالاعلی مودودی صاحب انہی راستوں پر مجھ سے تقریباً پچاس برس قبل گزرے تھے۔ وہ ایک عالم دین، صحافی، مفکر اور سیاستدان ہونے کے علاوہ تاریخی مقامات کے سیاح بھی تھے۔ انہوں نے اسی نقطہ نظر سے یہ سیاحت کی تھی جس سے اب میں یہ سفر کر رہا تھا۔ مجھے ان کی افکار سے اگرچہ کسی حد تک اختلاف ہے لیکن اپنا بزرگ ہونے کے ناتے میں ان کا حد درجہ احترام کرتا ہوں۔ انسان کسی سے کتنا ہی اختلاف کیوں نہ کرے، اسے ادب و احترام اور دوسروں کی اچھی چیزیں قبول کرنے میں کسی تعصب کا مظاہرہ نہیں کرنا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چاہیے۔

ہم لوگ گیٹ سے اندر داخل ہوئے۔ اب ہم نیچے اتر رہے تھے۔ راستے کو دونوں جانب پہاڑیوں کو کھود کر غاریں بنائی گئی تھیں جو مدائن صالح کے مقابلے میں زیادہ ترقی یافتہ نہیں لگتی تھیں۔ اب ہمارا گزر مدافن الابراج(Tower Tombs) سے ہو رہا تھا۔ یہ نبطیوں کے مقبرے تھے جن کے اوپر چٹانوں کو تراش کر ستون بنائے گئے تھے۔

السیق(Siq)

کچھ دور جا کر پیٹرا کا پہاڑی راستہ (Canyon) شروع ہو گیا۔ اس مقام پر نبطیوں نے ایک ڈیم بنایا تھا جس کے آثار اب نظر نہ آ رہے تھے۔ اب ہمارے دونوں جانب پتھریلے پہاڑوں کے اونچے اونچے سلسلے تھے اور درمیان میں محض آٹھ دس فٹ چوڑا راستہ تھا جس پر ہم چل رہے تھے۔ یہ راستہ السیق (Siq) کہلاتا ہے۔ اتنے تنگ درے میں دھوپ بھی صحیح طور پر نہ پہنچ پا رہی تھی جس کے باعث ٹھنڈک کا احساس ہو رہا تھا۔ بہت سے لوگ گھوڑا گاڑیوں پر بھی جا رہے تھے جبکہ اکثریت پیدل ہی جا رہی تھی۔ یہ راستہ 1200 میٹر لمبا تھا اور اسے کے گرد پہاڑی چٹانیں سو میٹر تک بلند تھیں۔

سیق اور واٹر چینل

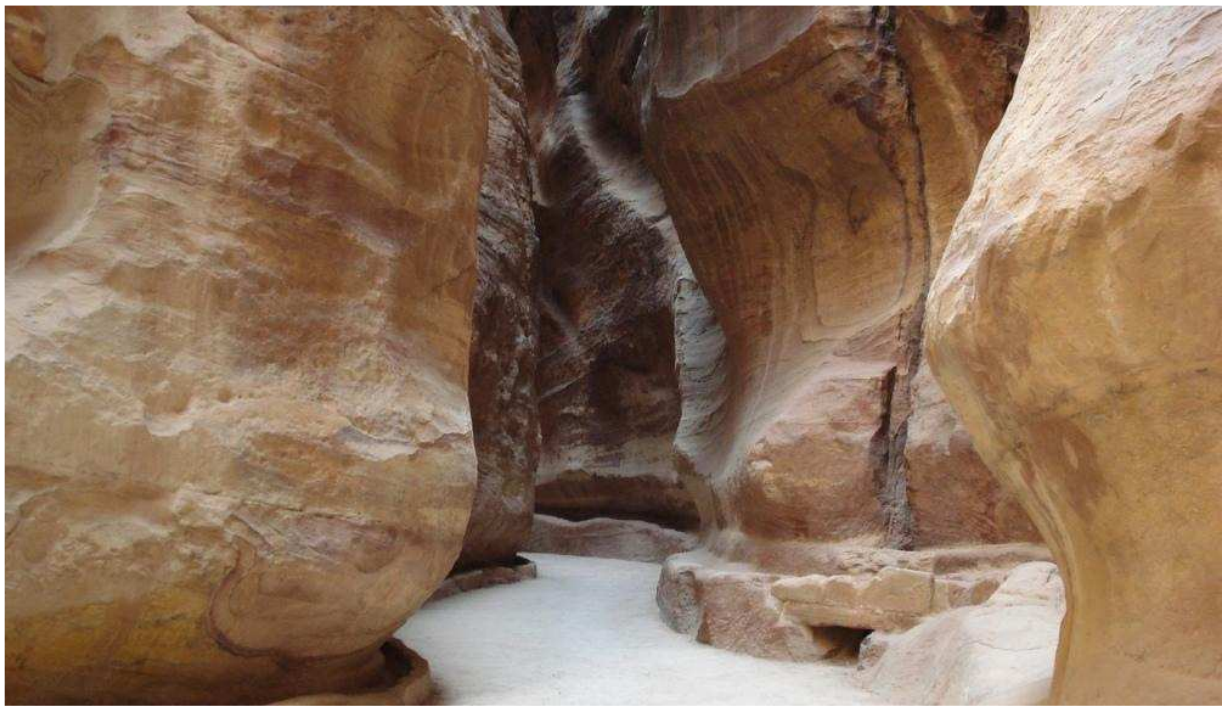

واٹر چینل

سیق پر سفر کرتے ہوئے اچانک میری نظر پہاڑی چٹانوں کی جڑ میں موجود پانی کی نالی (Water Channel) پر پڑی۔ پانی کی یہ نالی بھی چٹانوں کو تراش کر بنائی گئی تھی جو نبطیوں کی انجینئرنگ کا شاہکار تھی۔ اوپر موجود ڈیم میں بارش کا پانی اکٹھا کیا جاتا اور ان نالیوں کے ذریعے نیچے پیٹرا شہر تک پہنچایا جاتا۔ یہ چینل دو طرح کے تھے۔ جنوبی چینل پہاڑ میں کھدی ہوئی نالی تھی جس پر کہیں کہیں پتھر کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سلیب ڈال کر بند کیا گیا تھا تا کہ پانی حرارت سے بخارات بن کر اڑ نہ جائے۔ قیاس یہ ہے کہ نبطیوں کے دور میں یہ پوری نالی ہی کورڈ ہوتی ہو گی۔ شمالی چینل میں باقاعدہ پائپ ڈال کر اس میں سے پانی گزارا گیا تھا۔ کہیں کہیں پانی کے یہ پائپ اب بھی محفوظ تھے۔

چٹانوں کی بلندی پر متعدد مقامات پر طرح طرح کے نبطی آرٹ کے نمونے موجود تھے۔ یہ سب چٹانوں میں کھدے ہوئے تھے۔ شاید نبطیوں نے کچھ ایسے آلات ایجاد کر لئے تھے جن کی مدد سے وہ چٹانوں کو آسانی سے کھود ڈالتے تھے۔ سیق چٹانوں کے درمیان ایسا تنگ راستہ تھا جیسا کہ بعض ایڈونچر فلموں میں دکھائے جاتے ہیں۔ فرق صرف یہ تھا کہ ان فلموں میں ایسے راستے پانی کے اندر ہوتے ہیں جبکہ یہاں خشکی تھی۔ بعض مقامات پر چٹانیں ایک دوسرے کے اتنے قریب تھیں کہ یہ ایک دوسرے کو تقریباً مس کر رہی تھیں۔ بعض جگہ جہاں راستہ کچھ کھلا تھا، وہاں دھوپ چٹانوں کے اوپر والے حصے پر پڑ کر نہایت ہی دلکش منظر پیش کر رہی تھی۔ بیچ میں ایک آدھ درخت بھی اگا ہوا تھا جو یقیناً اردنی حکومت کا کارنامہ تھا۔

بلندی پر کھودی ہوئی غاریں

بعض مقامات پر چٹانوں کی بلندی پر نبطیوں کی کھودی ہوئی غاریں بھی موجود تھیں۔ اتنی بلندی پر غاریں کھودنے کی یہی وجہ میری سمجھ میں آئی کہ شدید بارشوں کے دوران سیق میں سیلاب آ جاتا ہو گا اور بلندی پر موجود ان کے گھر محفوظ رہتے ہوں گے۔ نیچے سے اوپر جانے کے لئے وہ لوگ رسی یا لکڑی کی سیڑھی استعمال کرتے ہوں گے۔

ہمارے ساتھ ساتھ مغربی سیاحوں کا ایک گروپ بھی چلا آ رہا تھا جن کے ساتھ ایک عرب گائیڈ بھی تھا جو انگریزی اور فرنچ میں بڑی اچھی تقریر کرتا آ رہا تھا۔ پہلے تو میں نے ارادہ کیا کہ اس گائیڈ کی تقریر سے فائدہ اٹھایا جائے لیکن چونکہ ہم نے اسے کوئی رقم نہ دی تھی، اس لئے مجھے یہ فائدہ اٹھانا اچھا محسوس نہ ہوا۔ یہی معلومات میں انٹرنیٹ سے بھی حاصل کر سکتا تھا۔

نبطیوں کے اسٹیٹ بنک کی عمارت (Treasury)

سامنے سے کچھ مغربی سیاح آ رہے تھے۔ میں نے ان سے آگے کے متعلق دریافت کیا۔ لہجے سے یہ لوگ امریکی لگتے تھے۔ بڑی خوش اخلاقی سے ملے۔ کہنے لگے کہ دو سو میٹر کے فاصلے پر "نبطیوں کا خزانہ (Treasury)" ہے اور دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ جیسے ہی ہم وہاں پہنچے، ایک نہایت ہی دلکش منظر ہمارے سامنے تھا۔ نبطی آرٹ کا شاہکار، خزانے کی عمارت ہمارے سامنے تھی۔ پہاڑ کو ڈیڑھ سو فٹ کی بلندی تک اس خوبصورتی سے تراشا گیا تھا ستونوں پر مشتمل ایک نہایت ہی عالیشان گیٹ معرض وجود میں آ چکا تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نبطیوں کا خزانہ

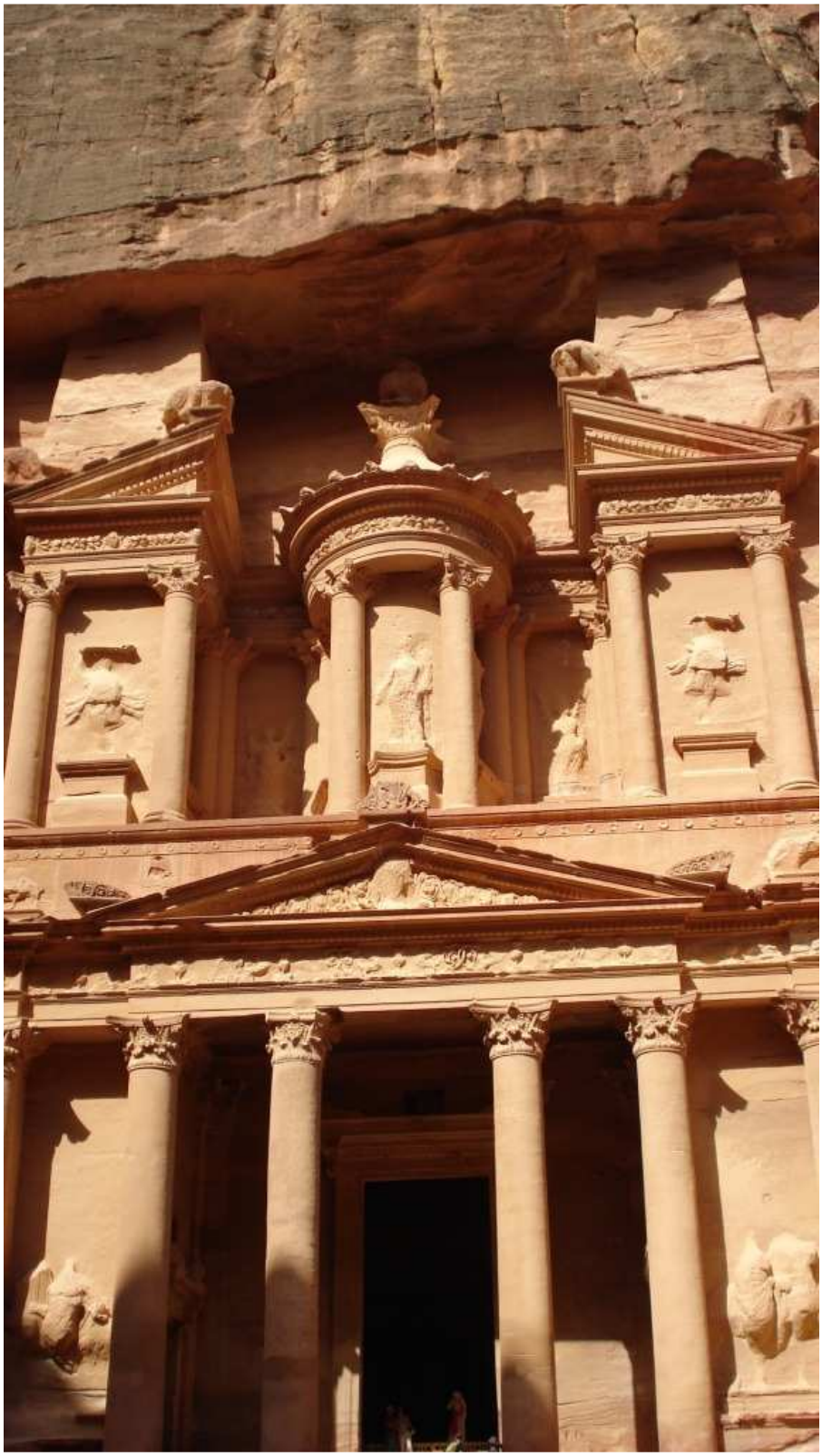

اس گیٹ کے دو حصے تھے۔ پہلی منزل تک یہ چھ ستونوں پر مشتمل تھا جس کے بعد ویسا ہی تکون نما ڈیزائن بنا ہوا تھا جیسا کہ زیارت میں قائد اعظم کی رہائش گاہ کا ہے۔ اس کے اندر بھی مختلف مجسمے کندا ں تھے۔ دوسری منزل پر پھر چھ ستون تھے جن کے درمیان

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طرح طرح کے مجسمے کھدے ہوئے تھے۔ کنارے والے ستونوں کے اوپر دو مثلثیں بنائی گئی تھیں اور درمیان والے دو ستونوں کے اوپر ایک بہت بڑے شاہی تاج کا ماڈل بنایا گیا تھا۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ یہ تمام ستون اور آرٹ کے نمونے 'بنائے' نہیں بلکہ 'تراشے' گئے تھے۔ پہاڑی چٹان کو اس خوبصورتی سے تراشا گیا تھا کہ یہ پورا شاہکار معرض وجود میں آیا تھا۔ ہم لوگ نبطیوں کے اس شاہکار کی داد دیے بغیر نہ رہ سکے۔

خزانے کی عمارت کے نیچے ایک تہہ خانہ بھی بنا ہوا تھا جو کہ بند تھا۔ اس عمارت کے بارے میں غالب گمان یہ ہے کہ یہ نبطیوں کے اسٹیٹ بنک کی عمارت تھی۔ شاہی خزانہ اس عمارت میں جمع کیا جاتا۔ اب ہم اندر کی طرف چلے۔ اندر ایک بڑا ہال تھا جو کہ مدائن صالح کی عمارات کے اندرونی حصے سے مشابہ تھا۔ یہاں اندر جانا ممنوع تھا۔ میں نے دروازے پر ہی کھڑے ہو کر اندر کی تصاویر لیں۔ بہت سے مقامات پر ترشی ہوئی چٹانوں کے مختلف شیڈ نمایاں ہو رہے تھے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کو یاد دلا رہے تھے۔

دروازے کے گارڈ بہت ہی خوش اخلاق تھے۔ میں نے ایک گارڈ سے پیٹرا کے متعلق کچھ معلومات حاصل کیں۔ مغربی سیاح ان کے ساتھ کھڑے ہو ہو کر تصاویر بنوا رہے تھے۔ ایک آنٹی نے ایک گارڈ کو زبردستی اپنے ساتھ چمٹا کر تصویر بنوائی۔ وہ صاحب بہت کھسیانے ہوئے۔ سب لوگوں نے اس منظر کو خوب انجوائے کیا۔ کوئی جوان عورت ایسا کرتی تو شاید وہ صاحب کچھ خوش بھی ہوتے، لیکن اب ان کے حصے میں سوائے کھسیاہٹ کے کچھ نہ آیا۔

نبطیوں کا قدیم بازار

خزانے کی عمارت کے باہر نبطیوں کا قدیم بازار لگایا گیا تھا۔ یہ مقامی لوگ تھے جنہیں نبطیوں کے لباس پہنا کر کھڑا کیا گیا تھا۔ ہر طرف اونٹ بیٹھے تھے اور مختلف چیزوں کی دکانیں لگی ہوئی تھیں۔ زیادہ تر دکانیں زمین پر تھیں۔ مرد اور خواتین نبطی لباسوں میں سامان بیچ رہے تھے۔ ایک طرف چائے کا ہوٹل بھی تھا جہاں قدیم ہوٹلوں کے انداز میں آگ جلائی گئی تھی۔ یہاں پہنچ کر ہم خود کو دو ہزار برس قبل کے زمانے میں محسوس کر رہے تھے۔ بعض لوگ ان کے فوجیوں کا لباس پہنے، سر پر خود رکھے اور نیزے اور ڈھالیں اٹھائے کھڑے تھے۔ مغربی سیاح ان کے ساتھ بھی کھڑے ہو کر تصاویر بنوا رہے تھے۔

ممر الواجہات (Street of Facades)

خزانے کی عمارت کے سامنے ایک اور عمارت تھی جس پر عام انداز میں آرٹ کا مظاہرہ کیا گیا تھا۔ آگے چلے تو ایک کھلی وادی ہمارے سامنے تھی۔ اس وادی میں پہاڑ پر اوپر تلے بے شمار مکانات کھدے ہوئے تھے۔ یہ نبطیوں کا کوئی محلہ لگ رہا تھا۔ اس جگہ کو "ممر الواجہات (Street of Facades)" کا نام دیا گیا تھا۔ اس جگہ ایک دو منزلہ عمارت کھدی ہوئی تھی۔ اس کی اوپر والی منزل کے بارے میں لکھا تھا کہ یہ جگہ مزدوروں کے آلات اسٹور کرنے کے کام آتی تھی بعد میں یہاں چور ڈاکوؤں نے ڈیرا بنالیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نبطیوں کا قدیم بازار

نبطی لباس

کھلی وادی میں کچھ دکانیں بھی بنی ہوئی تھیں جن پر نبطیوں کے دور کی اشیا کی نمائش کی گئی تھی۔ یہاں دکانیں عرب بدوؤں کی ملکیت تھیں جو عربی کے علاوہ انگریزی اور فرنچ سے بھی اچھی طرح واقف تھے۔ میں نے ایک دکان کے مالک سے اشیاء کی تصاویر بنانے کی اجازت چاہی۔ وہ کہنے لگے، "آپ بہت ڈیسنٹ آدمی معلوم ہوتے ہیں ورنہ اس کی کوئی اجازت نہیں لیتا۔" اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اشیاء کے بارے میں بریف کرنا شروع کیا۔ یہ تمام اشیاء اردن اور چین میں بنی ہوئی تھیں اور نبطی تہذیب کی نمائش کے لئے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہاں رکھی گئی تھیں۔ مجھے یہ صاحب بہت دیانتدار معلوم ہوئے ورنہ عموماً ایسے مقامات پر لوگ ان چیزوں کو اور یجنل کہہ کر سیاحوں کو بے وقوف بناتے ہیں۔

ان اشیاء میں نبطیوں کے دور کے اوزار، مجسمے، برتن اور زیورات شامل تھے۔ دکان کے مالک کی فرمائش پر میں ان کی دکان کا نام بھی لکھ رہا ہوں The Flints Tones – Bedoiun Accessories & More۔ انہوں نے جب مجھ سے اتنا تعاون کیا تو میرا بھی اخلاقی فرض بنتا ہے کہ میں ان کی فرمائش پوری کروں۔

پیٹرا کا اسٹیڈیم یا تھیٹر

مر الواجھات کے قریب ہی پیٹرا کا اسٹیڈیم بھی تھا۔ یہ رومی طرز کا نصف دائرے کی شکل کا اسٹیڈیم ہے جو رومن تھیٹر کہلاتا ہے۔ یہاں ان کے کھیل کود اور تفریح کے دیگر پروگرام ہوتے ہوں گے۔ اسٹیڈیم کی سیڑھیاں بھی چٹانوں کو تراش کر بنائی گئی تھیں۔ اس کے بعد شاہی محل تھا۔ جس کے وسیع دروازے پر ستون بنائے گئے ہیں اور مختلف دیوی دیوتاؤں کے بت تراشے گئے ہیں۔

نبطیوں کی تاریخ

آگے بڑھنے سے پہلے بہتر ہے کہ نبطیوں کی کچھ تاریخ بیان کر دی جائے تاکہ قارئین کے ذہن میں کوئی اشکال وارد نہ ہو۔ نبطی ایک تعلیم یافتہ قوم تھی لیکن عجیب بات یہ ہے کہ ان کا اپنا لکھا ہوا کوئی تحریری ریکارڈ اثری تحقیقات کے نتیجے میں سامنے نہیں آیا۔ ان کی تاریخ کے بارے میں زیادہ تر ریکارڈ ان کی معاصر اقوام سے ہی ملتا ہے۔ نبطیوں کے بارے میں ایک ویب سائٹ www.nabataea.net بھی انٹرنیٹ پر موجود ہے جس پر ان کے بارے میں اب تک میسر تمام معلومات دستیاب ہیں۔

قدیم یہودی مورخ جوزیفس کے مطابق، نبطی سیدنا اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد میں سے تھے۔ یہ لوگ شمالی عرب میں آباد ہوئے۔ اس دور میں دوسری قومیں اپنی فوج کے بل پر سلطنتیں قائم کیا کرتی تھیں۔ نبطیوں نے اس کے بالکل برعکس تجارتی بنیادوں پر اپنی سلطنت قائم کی۔ انہوں نے تجارت کو اتنا فروغ دیا کہ ایک وسیع و عریض سلطنت کی بنیاد رکھی جو موجودہ دور کے اردن سے لے کر سعودی عرب کے مشرقی اور عراق کے جنوبی حصے سے ہوتی ہوئی حضر موت اور یمن تک پھیلی ہوئی تھی۔

سیدنا یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کو جو قافلہ اپنے ساتھ مصر لے گیا تھا، اس کے بارے میں بھی یہی مشہور ہے کہ وہ نبطیوں کا ایک قافلہ تھا۔ بائبل نے بھی اسے بنی اسماعیل کا قافلہ قرار دیا ہے۔ نبطیوں کا عروج اس زمانے میں ہوا جب اسکندر اعظم (Alexander the Great) یونانی سلطنت کی بنیاد رکھ رہا تھا۔ نبطیوں کی سب سے بڑی طاقت علم تھی۔ ان کے ایڈونچر پسندوں نے بہت سے برّی اور بحری راستوں کا کھوج لگا کر انہیں تجارت میں استعمال کرنا شروع کر دیا تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ممر الواجہات

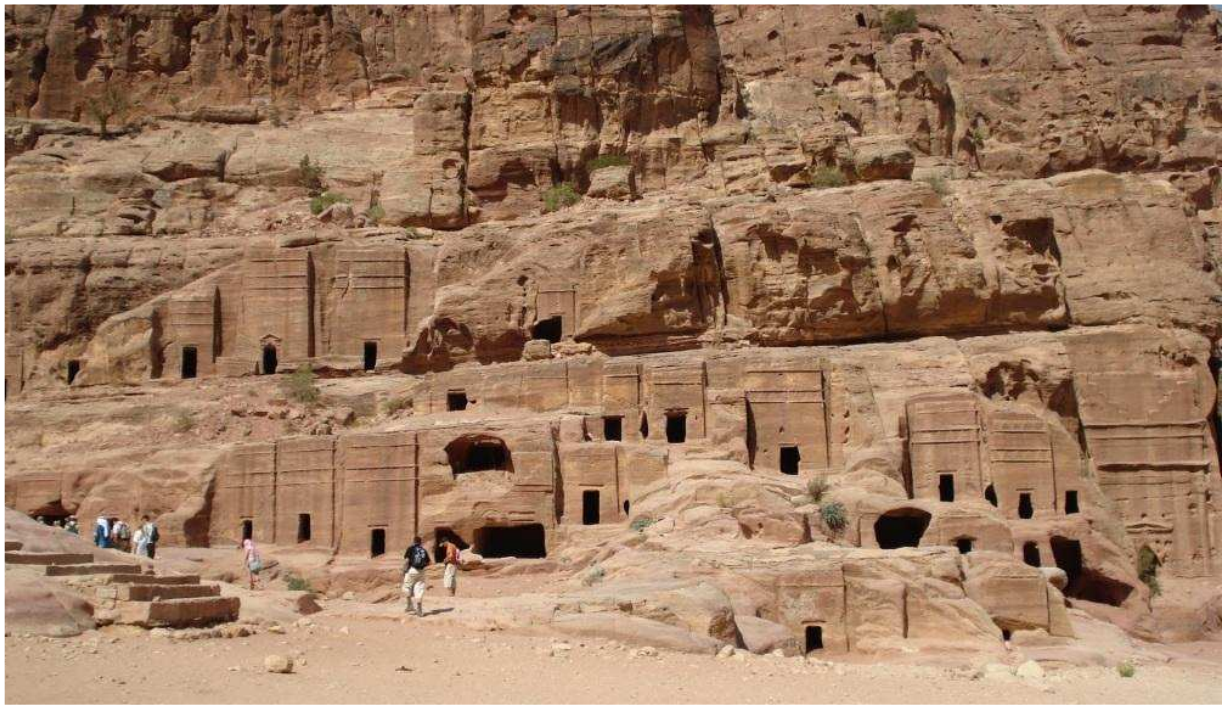

اسٹیڈیم

اس دور میں جب معروف تجارتی راستوں پر ایسے قبائل قابض تھے جو لوٹ مار کیا کرتے تھے، نبطیوں نے نئے محفوظ راستے دریافت کیے۔ انہوں نے کوئی ایسی ٹیکنیک دریافت کی جس کے مدد سے وہ پانی کا ذخیرہ اسٹور کر کے اپنے ساتھ لے جاسکتے تھے۔ اس صلاحیت نے انہیں راستے میں موجود پانی کے ذخائر سے بے نیاز کر دیا جن پر لوٹ مار کرنے والے قبائل کا قبضہ تھا۔

اس دور میں بنی اسرائیل زوال پذیر ہو چکے تھے اور ان کی دو بڑی سلطنتیں یہودا اور اسرائیل نبوکد نضر کے حملوں کے باعث تباہ ہو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چکی تھیں۔ موجودہ اردن کے علاقے پر ادومیوں (Edomites) کا قبضہ ہو چکا تھا جو کہ سیدنا یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام کے بھائی عیسو علیہ الرحمۃ کی اولاد تھے۔ عیسو کی شادی سیدنا اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ غالباً اسی رشتے کے باعث نبطیوں کے ادومیوں سے اچھے تعلقات تھے اور انہوں نے ادومیوں کے دارالحکومت "بُشیرہ" جو کہ اردن کے موجودہ قصبے "طفیلہ" کے جنوب میں واقع تھا، کو بنیاد بنا کر پیٹرا کی بنیاد رکھی۔

نبطیوں نے اپنے دور میں ارد گرد کی رومی اور مصری سلطنتوں سے اچھے تعلقات رکھے۔ یہ لوگ چونکہ عرب کے صحرائی راستوں سے واقف نہ تھے اس لئے انہوں نے نبطیوں کو تجارت کی آزادی دیے رکھی۔ نبطیوں کے بارے میں ایک اچھی بات یہ بھی ملتی ہے کہ ان میں کسی قدر جمہوری نظام بھی موجود تھا۔ ان کی دعوتوں میں بادشاہ اپنا کھانا خود اٹھا کر لاتا اور اپنی باری پر دوسروں کی خدمت بھی کیا کرتا۔ پیٹرا کے علاوہ یہ لوگ مدائن صالح اور دیگر مقامات پر بھی آباد رہے۔

شروع میں تو یہ لوگ سیدنا اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد ہونے کے باتے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے مذہب یعنی دین توحید پر ہی کاربند رہے لیکن وقت کے ساتھ ساتھ، دوسری قوموں کے زیر اثر، ان میں بھی شرک کا غلبہ ہوا۔ پیٹرا سے ملنے والے مجسموں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ بھی بت پرستی میں مبتلا ہو گئے تھے۔

پانچویں صدی قبل مسیح سے لے کر تیسری صدی عیسوی تک تقریباً آٹھ سو سال تک نبطیوں کی حکومت اس علاقے پر قائم رہی۔ دوسری طرف سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد آپ کے پیروکار توحید دعوت کو پھیلانے میں مشغول رہے۔ چوتھی صدی کے اوائل میں رومی بادشاہ قسطنطین نے عیسائیت قبول کر کے اسے سرکاری مذہب قرار دیا۔ اس کے بعد اہل کلیسا دنیا سے شرک اور مشرکین کو مٹانے کا عزم لے کر نکل کھڑے ہوئے۔ اسی مہم کے دوران انہوں نے پیٹرا پر بھی حملہ کیا اور نبطیوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

اس کے بعد سے لے کر آج تک نبطی بکھری ہوئی حالت میں بعض عرب ممالک میں موجود ہیں۔ صحیح بخاری کی بعض احادیث میں نبطیوں کا ذکر ملتا ہے۔ یہ لوگ عہد رسالت میں بھی شام اور اردن سے اناج اور سبزیاں لے کر مدینہ آیا کرتے تھے۔ جب مسلم افواج نے اردن، مصر اور فلسطین فتح کیے تو ان کی اکثریت نے بھی اسلام قبول کر لیا اور اب یہ اردن کے عرب بدوؤں کی شکل میں دنیا میں موجود ہیں۔

نبطیوں کے عروج و زوال سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے کہ اس دنیا میں کسی چیز کو دوام حاصل نہیں۔ کوئی قوت اپنے وقت کی جتنی بڑی قوت بھی ہو، وقت کے ساتھ ساتھ اسے زوال آ ہی جاتا ہے۔ یہی حال انسانی زندگی کا ہے۔ اپنی جوانی اور قوت کے دور میں انسان نجانے خود کو کیا سمجھتا ہے، لیکن اسے اس بات پر یقین رکھنا چاہیے کہ ایک دن اسے بھی زوال آئے گا اور اس کے بعد اسے اپنے رب کے حضور پیش ہونا ہے۔ دنیا کے یہ عروج و زوال دونوں ہی انسان کے لئے امتحان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہر شخص اور ہر قوم کو اس کے کیے کا پھل مل کر رہے گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چانپیں اور مٹھائی

میری چھوٹی بیٹی ماریہ بھی ہمارے ہمراہ تھی۔ کہیں پر وہ پیدل اور کہیں ہم پر سوار ہو کر چل رہی تھی۔ اسے مزید اٹھا کر چلنے سے ہماری ہمت اب جواب دے رہی تھی لہذا ہم نے یہاں سے واپسی کا ارادہ کیا۔ واپسی پر ہم ایک گھوڑا گاڑی میں سوار ہو گئے جس نے ہمیں پیٹرا کے گیٹ پر لا اتارا۔ گھوڑا گاڑی کے کوچوان ایک خوبصورت اردنی نوجوان تھے جو شکل صورت اور لباس سے اچھا خاصا تعلیم یافتہ اور مہذب لگ رہے تھے۔ جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ ہم پاکستانی ہیں تو وہ بہت خوش ہوئے۔ کہنے لگے، "پچھلے سال میں بھی پاکستان میں شمالی علاقہ جات دیکھنے گیا تھا جو مجھے بہت پسند آئے۔" گیٹ سے باہر نکل کر ہم لوگ ایک ریستوران میں جا گھسے کیونکہ اب بھوک بہت شدید لگ رہی تھی۔

اس ریستوران میں ہمیں اپنے ٹور کا سب سے اچھا کھانا نصیب ہوا۔ روسٹ کی ہوئی بھیڑ کی چانپوں کے ساتھ لبنانی روٹی نے بہت لطف دیا۔ دراصل یہ ایک لبنانی ریسٹورنٹ تھا۔ عرب ممالک میں صرف لبنان ہی کے کھانے مزیدار ہوتے ہیں۔ ان کے کک دنیا کے بہترین کک مانے جاتے ہیں۔ ایک بار میں نے البیک کھانے کے دوران یہی بات پنجاب سے آئے ہوئے اپنے ایک بزرگ کو بتائی تو وہ فرمانے لگے، "آہ! انہاں نے نائی چنگے ہوندے ہون گے (ہاں! ان کے نائی اچھے ہوتے ہوں گے۔)" ان کے نزدیک فائیو اسٹار ہوٹلوں کے کک بھی سب کے سب نائی ہی ہوتے ہیں۔

کھانے کے ساتھ سویٹ ڈش کا انتظام اللہ تعالیٰ نے ایسے کیا کہ ایک صاحب مٹھائی کا ڈبہ لئے ہوئے ہمارے پاس آئے اور نہایت ہی شستہ انگریزی میں فرمانے لگے، "آج میرے بیٹے کا ہائر اسکینڈری اسکول کا رزلٹ آیا ہے اور وہ کامیاب ہو گیا ہے، اس خوشی میں یہ مٹھائی قبول فرمایئے۔" میں نے جب ایک پیس لیا تو کہنے لگے، "آپ سب کم از کم ایک ایک پیس تو ضرور لیجیے۔" مجھے اپنے پاکستان کے وہ اٹھائی گیر یاد آ گئے جو مٹھائی کھلا کر لوٹ لیتے ہیں لیکن یہ صاحب نہایت ہی نستعلیق اور مہذب لگ رہے تھے۔ ہم نے مٹھائی لے کر رکھ لی۔ ان صاحب نے ہوٹل میں موجود تمام افراد کو مٹھائی پیش کی، اس کے بعد باہر چلے گئے اور گاڑیوں والوں کو روک روک کر مٹھائی کھلانے لگے۔

کھانا کھانے کے بعد ہم نے ان کی مٹھائی چکھی، بہت مزیدار تھی۔ مجھے عرب مٹھائیاں ویسے ہی بہت پسند ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ میں نے سعودی عرب، اردن اور کویت میں مختلف دکانوں سے مٹھائی لے کر کھائی ہے لیکن جو مزہ لاہور کی عرب مٹھائیوں کی واحد دکان "عریبین ڈیلائٹس" کی مٹھائی میں ہے وہ کہیں نہ پایا۔ جمع خاطر رکھیے، یہ بات میں ان سے کوئی کمیشن لئے بغیر لکھ رہا ہوں۔

کھانے کے بعد ہم پیٹرا سے روانہ ہوئے۔ لوگ پیٹرا کو دیکھنے کے لئے تین تین دن لگاتے ہیں لیکن ہمارے پاس کل تین دن کا ہی ویزا تھا جس میں سے ڈیڑھ دن گزر چکا تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جنگ موتہ اور ڈیڈ سی

اب ہماری اگلی منزل "شوبک" تھی جہاں سے ہم رات کو گزرے تھے۔ شوبک نسبتاً بلندی پر واقع ایک پر فضا مقام تھا اور یہاں کی پہاڑیاں بھی خاصی سرسبز تھیں۔ یہ علاقہ کسی حد تک نتھیا گلی سے مشابہ تھا۔ اس وقت سبز گھاس کی رنگت زرد ہو چکی تھی مگر چنار کے درختوں کا سبز رنگ زرد بیک گراؤنڈ میں اچھا لگ رہا تھا۔

بیس منٹ میں ہم شوبک جا پہنچے۔ شوبک شہر میں ہم نے اردنی لڑکوں سے قلعے کا راستہ پوچھا۔ یہ لڑکے اچھی خاصی انگریزی بول رہے تھے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ ہم پاکستانی ہیں تو بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے، "ویلکم ٹو جارڈن"۔ پورے اردن میں ہمیں یہ تجربہ ہوا کہ اردنی لوگ نہایت ہی گرمجوش ہوتے ہیں اور پاکستانیوں سے خاص محبت کرتے ہیں۔ جس شخص کو بھی یہ علم ہوا کہ ہم پاکستانی ہیں، بہت تپاک سے پیش آیا۔

شوبک کا قلعہ

شوبک کا قلعہ، صلیبی جنگوں کے فاتح عیسائیوں نے 1115ء کے لگ بھگ تعمیر کیا تھا اور اسے مونٹریال کا نام دیا تھا۔ یہ قلعہ اسی دور کی یادگار تھی۔ اپنی تعمیر کے صرف 75 سال بعد اسے صلاح الدین ایوبی نے فتح کر لیا۔ قلعہ ایک پہاڑی پر بنا ہوا تھا۔ ہم جس طرف سے آئے تھے، اس جانب سے قلعے تک پہنچنے کے لئے نیچے اترنا ضروری تھا کیونکہ ہم جس پہاڑی پر موجود تھے وہ قلعے والی پہاڑی کی نسبت بلند تھی۔ قلعے کے اب کھنڈرات ہی باقی تھے۔ قلعے کی بعض دیواروں پر صلاح الدین ایوبی کے دور میں قرآنی آیات بھی کندہ کی گئی تھیں۔

خطاطی یا مجسمہ سازی؟

دنیا کی قدیم اقوام نے اپنی آرٹسٹک صلاحیتوں کے اظہار کے لئے مجسمہ سازی اور تصویر سازی کو ذریعہ بنایا۔ ان کے اہل دانش جب بھی کسی تصور یا فکری کاوش کو بیان کرنا چاہتے تو وہ اس کے اظہار کے لئے مجسمہ تراشتے یا پھر تصویر بناتے۔ اسی سے مذہبی راہنماؤں نے فائدہ اٹھایا اور اپنے باطل معبودوں کے مجسمے بھی بنانا شروع کر دیے جس کے نتیجے میں مجسمہ سازی اور تصویر سازی کے فن کا بڑا حصہ شرک کو پھیلانے میں صرف ہونے لگا۔

جب دین اسلام نے توحید کی دعوت دی تو شرک کو مٹانے کی خاطر پرستش کی غرض سے بنائے ہوئے مجسمے اور تصویریں بھی ممنوع قرار دیں۔ مسلمانوں کی مجسمہ بیزاری کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے ہاں صدیوں میں بڑا مجسمہ ساز یا مصور پیدا نہ ہو سکا۔ پچھلے چودہ سو سالہ تاریخ کی تاریخ میں ان فنون کے تمام بڑے نام غیر مسلموں کے ہاں ہی ملیں گے۔ اس رویے نے مسلمانوں کی تمام آرٹسٹک صلاحیتوں کا رخ خطاطی اور تحریر کے فن کی طرف کر دیا۔ مسلم کاتبین نے فن خطاطی کو اس کے عروج پر پہنچا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ پچھلے چودہ سو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سال میں دنیا کے تمام بڑے خطاط سب کے سب مسلمان ہی تھے۔

شوبک کا قلعہ

اس فن میں ان کی مہارت کا اندازہ اس طرح لگایا جاسکتا ہے کہ اب سے کئی سو برس قبل مسلم کاتبین صرف اپنے ہاتھ سے وہ سب کچھ کر سکتے تھے جو آج ہم کمپیوٹر پر انتہائی ترقی یافتہ سافٹ ویئر جیسے ورڈ، پاور پوائنٹ اور کورل ڈرا کی مدد سے کرنے کے قابل ہوئے ہیں۔ ان تحریروں اور ان کی فارمیٹنگ کے شہ پارے مخطوطوں کی کسی بھی قدیم لائبریری میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ انہی مسلمانوں نے ریاضی میں عربی ہندسے ایجاد کیے جنہیں پوری دنیا نے قبول کر لیا۔ ظاہر ہے بڑی رقموں کو لکھنے میں یہ ہندسے نہایت ہی مدد و معاون ہیں۔ رومن انداز میں اٹھاسی کے عدد کو LXXXVIII لکھنے کی بجائے 88 لکھنا کتنا آسان لگتا ہے۔ کمپیوٹر کی ایجاد کے بعد مسلم کاتبین کا یہ فن اب کمپیوٹر میں منتقل ہو رہا ہے۔

صلیبی جنگیں

زیادہ اچھا ہے اگر اس مقام پر صلیبی جنگوں کی تاریخ بھی مختصراً بیان کر دی جائے۔ 640ء کے آس پاس سیدنا ابوعبیدہ اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کی قیادت میں مسلم افواج نے اردن اور شام کے علاقے فتح کر لئے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور ہی میں یروشلم بھی بغیر کسی جنگ کے اسلامی حکومت کا حصہ بنا۔ بعد میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی گورنری اور پھر بادشاہت کے دور میں یہ علاقہ سلطنت اسلامیہ کا سب سے طاقتور صوبہ بن گیا۔

یورپ کے عیسائیوں نے مسلمانوں کی ان فتوحات اپنے مذہب پر حملہ سمجھا مگر وہ حملہ کی جرأت نہ کر سکے۔ چار سو سال بعد جب بغداد کی عباسی سلطنت کمزور پڑی تو عیسائیوں نے یلغار کر دی۔ ان کی افواج زیادہ منظم تو نہ تھیں لیکن مسلمانوں کی کمزوری کے باعث

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یروشلم ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ کم و بیش نوے برس اہل یورپ کی حکومت موجودہ فلسطین، لبنان اور اردن کے علاقوں پر قائم رہی۔ اس یلغار کے خلاف شام کے حکمران عماد الدین زنگی نے بند باندھا۔ ان کی وفات کے بعد حکومت ان کے بیٹے نور الدین زنگی کے پاس آئی اور نور الدین کے بعد حکومت صلاح الدین ایوبی کے حصے میں آئی جن کے دور میں مسلمانوں کو یروشلم دوبارہ واپس ملا۔

صلاح الدین ایوبی

صلاح الدین ایوبی مسلم جرنیلوں اور فاتحین میں امتیازی حیثیت کے حامل ہیں۔ اگر مسلم تاریخ کے دفاعی جرنیلوں کی فہرست بنائی جائے تو ان کا نام سرفہرست ہو گا۔ اپنی حربی مہارت اور انتظامی صلاحیتوں کا ان کا شمار سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بعد ماہر ترین جرنیلوں میں کیا جا سکتا ہے۔

ایوبی 1138ء میں عراق کے شہر تکریت میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد موجودہ لبنان کے شہر بعلبک کے گورنر تھے۔ انہوں نے دمشق میں تعلیم حاصل کی۔ انہیں شام کے سلطان نور الدین زنگی نے اپنے ساتھی شیر کوہ کے ساتھ مصر کی فتح کے لئے بھیجا۔ اس دور میں نور الدین اور مصر کے فاطمی حکمرانوں کے درمیان جنگیں جاری تھیں۔ مصر کی فتح کے کچھ عرصہ بعد صلاح الدین ایوبی کو یہاں کا گورنر مقرر کیا گیا۔ نور الدین زنگی کی وفات کے بعد ایوبی شام اور مصر کے حکمران بن گئے۔

دسویں صدی کے اواخر میں یورپ کے صلیبی حکمرانوں کے ایک اتحاد نے مسلم دنیا پر حملہ کر کے موجودہ ترکی، لبنان، اردن اور فلسطین کے علاقوں پر اپنی حکومتیں قائم کر لی تھیں۔ یہ جنگیں بالعموم مذہبی جذبے سے لڑی گئیں۔ یہ افواج آپس میں بھی پوری طرح متحد نہ تھیں ورنہ پورے عالم اسلام کو ان کی وجہ سے شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ ان کے ہاں آپس میں بھی سیاسی اور مذہبی اختلافات پوری شدت سے موجود تھے۔

ایوبی کے بادشاہ بننے کے بعد ان کا مقابلہ اس علاقے کے صلیبی حکمرانوں سے ہوا۔ 1177ء میں ایوبی کو صلیبی حکمرانوں کے ایک اتحاد کے خلاف ہزیمت اٹھانا پڑی۔ اس کے بعد انہوں نے اپنی افواج کو از سر نو منظم کیا اور صلیبی مملکتوں پر یلغار کر دی۔ 1179ء سے 1191ء تک مختلف جنگوں میں ایوبی نے موجودہ اردن اور فلسطین کا بیشتر حصہ فتح کر لیا۔ 1185ء میں ایوبی نے کرک کا قلعہ فتح کر کے رینالڈ دی شاٹلن کو موت کے گھاٹ اتارا۔ 1187ء میں ایوبی نے تین حکمرانوں کی متحدہ فوج کو شکست دے کر صلیبی افواج کے دارالحکومت یروشلم کو فتح کر لیا۔ ان جنگوں کے نتیجے میں صلیبی حکومت صرف موجودہ اسرائیل اور لبنان کے چند علاقوں تک محدود ہو کر رہ گئی۔

ان فتوحات کے بعد اہل یورپ نے ایک بار پھر یلغار کر دی جس کی قیادت انگلینڈ کے بادشاہ رچرڈ اول کر رہے تھے جو کہ رچرڈ شیر دل (Richard the Lion Heart) کہلاتے تھے۔ 1191ء میں ایوبی اور رچرڈ کی افواج کا مقابلہ ہوا۔ رچرڈ کی بہادری کے باعث ایوبی ان کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔ جب ایوبی کو معلوم ہوا کہ رچرڈ کا ذاتی گھوڑا جنگ میں زخمی ہو گیا ہے تو انہوں نے دو بہترین گھوڑے اور کچھ تحائف رچرڈ کو روانہ کئے۔ رچرڈ کے زخمی ہونے پر ایوبی نے اپنے ذاتی معالج کو رچرڈ کے علاج کے لئے بھیجا۔

1192ء میں رچرڈ اور ایوبی میں رملہ کے مقام پر صلح کا معاہدہ ہوا جس کے مطابق یروشلم پر مسلم افواج کا قبضہ تسلیم کر لیا گیا اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں نے عیسائی زائرین کے لئے یروشلم کھول دیا۔ اس کے کچھ عرصے بعد رچرڈ واپس انگلینڈ چلے گئے۔ دوسری طرف 1193ء میں ایوبی نے بھی دمشق میں وفات پائی۔ ان کی وفات کے بعد ان کے ذاتی خزانے کا جائزہ لیا گیا تو اس میں اتنی رقم بھی نہ تھی جس سے ان کے کفن دفن کا انتظام کیا جا سکتا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ایوبی اپنی ذاتی آمدنی کا بڑا حصہ غربا پر خرچ کیا کرتے تھے۔

باوجود اس کے کہ ایوبی یورپی حکمرانوں کے خلاف مصروف جنگ رہے تھے، اہل یورپ کے ہاں ان کا بہت احترام کیا جاتا ہے اور ان کی عظمت کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ رچرڈ نے ایوبی کا مسلم دنیا کا سب سے عظیم حکمران تسلیم کیا۔ فرنچ مصنف رینی گراؤزے لکھتے ہیں:

> یہ بھی بالکل درست ہے کہ ان کی شرافت، زہد و تقوی، انتہا پسندی سے اجتناب، آزادی سے محبت اور اخلاق، جو کہ ہمارے قدیم مورخین کا طرہ امتیاز تھا، کے نتیجے میں انہیں فرینک شام کے علاقے میں بھی اتنی ہی مقبولیت حاصل ہوئی جو انہیں اسلامی دنیا میں حاصل تھی۔ (Grousse, Renee (1970). *The Epic of the Crusades*. Orion Press.)

اس مقبولیت کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ایوبی نے مختلف عیسائی فرقوں سے تعلق رکھنے والے افراد کو یروشلم میں وہ مذہبی آزادی عطا کی جو ان کے ہم مذہب لیکن مخالف فرقے کے حکمران انہیں دینے کو تیار نہ تھے۔ ایوبی کی فتوحات کا اگر تجزیہ کیا جائے تو ان کی فتوحات کی دو بڑی وجوہات تھیں: مضبوط انٹیلی جنس اور مضبوط بحری قوت۔ ایوبی نے ایسا انٹیلی جنس کا نظام تشکیل دیا جس کی جڑیں دشمن کے علاقوں تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اس نظام میں مخالف فرقوں کے عیسائی بھی ایوبی کو اہم معلومات بروقت فراہم کر دیتے جو ان کی فتح میں مدد و معاون بنتیں۔

ایوبی کی فتوحات کی ایک بڑی وجہ ان کے اہل مغرب پر ٹیکنالوجی میں برتری تھی۔ ان کے دور میں ماہرین فن نے ایسی ہانڈیاں ایجاد کیں جن میں آتش گیر مادہ بھرا ہوتا۔ دشمن کے بحری جہازوں پر ان ہانڈیوں کو چھوٹی منجنیقوں کے ذریعے پھینکا جاتا اور اس کے پیچھے جلتے ہوئے تیر چھوڑ دیے جاتے۔ ٹیکنالوجی کی اس برتری کے باعث ایوبی نے تقریباً تمام بحری معرکوں میں کامیابی حاصل کی۔

ایوبی عجز و انکسار کا پیکر تھے۔ ایک بار انہوں نے اپنے کسی چاپلوس کو یہ کہتے سنا کہ ہمارا سلطان خالد بن ولید سے بھی بڑا جرنیل ہے۔ انہوں نے اس شخص کی سخت گوشمالی کی اور کہا، "مجھے سلطان بننے سے زیادہ عزیز ہے کہ میں سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کی فوج کا ایک عام سپاہی ہوتا۔" ایوبی اپنی فوج میں رات کو گشت کیا کرتے اور فوج کی صورت حال کا براہ راست مشاہدہ کرتے۔

ایک بار انہوں نے اپنے ایک کمانڈر کو اپنے کسی ماتحت کو اس بات پر ڈانٹتے ہوئے سنا کہ وہ اپنا فارغ وقت کتابوں کے مطالعے میں صرف کرتا تھا۔ ایوبی نے اسی ماتحت کو کمانڈر کی جگہ دی اور اس کمانڈر کو علم حاصل کرنے کے کورس پر بھیج دیا۔

ایک مرتبہ بردہ فروشوں نے ایک عیسائی عورت کے بچے کو اغوا کر کے غلام بنا کر بیچ دیا۔ اس عورت نے اپنی فریاد ایوبی کے سامنے پیش کی۔ ایوبی نے اپنی ذاتی جیب سے اس بچے کو اس کے مالکان سے خرید کر عورت کے حوالے کیا اور متعلقہ افراد کو سزا دی۔

ایوبی دو مرتبہ حسن بن صباح کے حشیشین کا شکار ہوتے ہوتے بچے۔ یہ ایک خود کش قاتل گروہ تھا جو معاوضے پر اہم ترین شخصیات کو قتل کرنے کا فریضہ انجام دیتا تھا۔ ان کے شکاروں میں سلجوقی سلاطین اور وزیر اعظم نظام الملک طوسی بھی شامل تھے۔ ایوبی نے اس قاتل گروہ کی سرکوبی کی بہت کوشش کی لیکن ان کا مکمل خاتمہ نہ کر سکے۔ ایوبی کی وفات کے بعد انہیں دمشق کی بنو امیہ کے مسجد کے باغ میں دفن کیا گیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طریق زراعی اور طریق صحراوی

قلعہ دیکھنے کے بعد اب ہم شوبک سے آگے نکلے۔ اردن اور مصر میں شہروں کے درمیان دوہری سڑکوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ کچھ سڑکیں زرعی میدانوں سے گزرتی ہیں اور "طریق زراعی" کہلاتی ہیں جبکہ دوسری قسم کی سڑکیں صحراؤں سے گزرتی ہیں اور "طریق صحراوی" کہلاتی ہیں۔ صحرائی سڑکیں عموماً تیز ٹریفک کے لئے ہوتی ہیں۔

میرا ارادہ زرعی روڈ سے جانے کا تھا۔ تھوڑی دور جا کر شوبک کی چھاؤنی آئی۔ ایک فوجی نے ہمیں روکا۔ میں سمجھا کہ شاید یہ کاغذات وغیرہ چیک کرنا چاہتے ہیں لیکن ان صاحب کو لفٹ درکار تھی۔ ہماری پچھلی سیٹ پر سامان بکھرا ہوا تھا۔ میں نے جلدی سے اسے سمیٹ کر انہیں یہاں بٹھا دیا۔

اردن کے دیہی علاقوں میں لفٹ دینے اور لینے کا عام رواج ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں ابھی تک ہمارے پاکستان کی طرح اسٹریٹ کرائمز عام نہیں ہوئے۔ لفٹ دینا ایک نہایت ہی اچھا عمل ہے۔ اس کے نتیجے میں لفٹ دینے والے کو تو کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن لینے والے کا بہت بڑا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ ہمارے یہاں جرائم پیشہ لوگوں نے لوٹ مار کرنے کے ساتھ ساتھ عام لوگوں کو اس سہولت سے بھی محروم کیا ہے جس کا جواب انہیں اپنے دیگر جرائم کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور دینا پڑے گا۔

ان فوجی صاحب نے مجھے مشورہ دیا کہ میں صحرائی روڈ سے کرک جاؤں۔ اس سے ایک گھنٹے کا سفر کم ہو جائے گا۔ پچیس کلومیٹر کے بعد "حسنیہ" کا قصبہ آیا۔ یہاں وہ صاحب اتر گئے اور ہمیں اپنے گھر چلنے کی بھرپور دعوت دی۔ ہم شکریہ ادا کر کے آگے چل پڑے۔

مستنصر حسین تارڑ اور مولانا وحید الدین خان

پچاس ساٹھ کلومیٹر کے بعد کرک کا ایگزٹ آیا۔ ہم لوگ اب صحرائی روڈ سے دوبارہ زرعی روڈ پر آ گئے۔ تھوڑی دور جا کر آبادی آئی۔ یہاں ایک دکان پر رک کر ہم نے کافی اور کولڈ ڈرنکس لئے۔ جب کافی پی تو عجیب سا ذائقہ تھا۔ میری اہلیہ نے چکھ کر بتایا کہ یہ بکری کے دودھ کی کافی ہے۔ مجھے سفر نامہ نگاری کے اپنے استاد مستنصر حسین تارڑ یاد آ گئے جنہیں اندلس کے سفر کے دوران ایک ہوٹل میں بکری کی کافی ملی تھی اور انہوں نے اس پر بہت برا مانا تھا کیونکہ گجرات کا جٹ تارڑ کبھی اپنے دشمن کو بھی بکری کا دودھ پیش نہیں کرتا۔ میں تعلق بھی اگرچہ گجرات کے قریب ہی جہلم کے علاقے سے تھا لیکن میرے لئے بکری کا دودھ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت تھی، چنانچہ کافی پی لی۔

سفر نامہ لکھنے کے فن میں میرے دو روحانی استاد ہیں۔ ایک مستنصر حسین تارڑ اور دوسرے مولانا وحید الدین خان۔ ان دونوں حضرات سے میری کبھی ملاقات نہیں ہوئی لیکن ان کے سفر ناموں سے میں نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ تارڑ صاحب کے سفر ناموں سے میں نے قدرتی مناظر کو بیان کرنے (Naturegraphy) اور مختلف کلچرز کے متنوع پہلوؤں کو دیکھ کر شگفتگی سے بیان کرنے کا فن سیکھا ہے۔ مولانا وحید الدین خان صاحب کے سفر ناموں سے میں نے تذکیر اور نصیحت کا پہلو لیا ہے۔ جس طرح چھوٹے چھوٹے واقعات سے مولانا عبرت اور سبق اخذ کرتے ہیں، وہ ان کا طرہ امتیاز ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ مولانا نہایت ہی سنجیدہ شخصیت کے مالک ہیں اور مزاح

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کو دوسرے درجے کی چیز سمجھتے ہیں۔ اس معاملے میں میرا طرز عمل ان سے مختلف ہے۔

جنگ موتہ کا مقام یا مقام جعفر

میں نے وہاں موجود دکاندار سے جنگ موتہ کے مقام کے متعلق پوچھا۔ پہلے تو وہ نہ سمجھے، لیکن جب میں نے سیدنا زید بن حارثہ، جعفر اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا تو وہ سمجھ گئے۔ کہنے لگے، "اچھا اچھا! آپ "مقام جعفر" کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ کہاں سے آئے ہیں؟" میں نے انہیں بتایا کہ میں پاکستان سے آیا ہوں۔ وہ بڑے خوش ہوئے اور انہوں نے مجھے اس مقام کا راستہ بتا دیا۔

دکان کے سامنے کوئی کالج تھا جس کی مسجد میں نماز ظہر ادا کرنے کے بعد ہم لوگ آگے بڑھے۔ جنگ موتہ کا مقام یہاں سے محض دس کلو میٹر کے فاصلے پر تھا۔ تھوڑی دیر میں ہم وہاں پہنچ گئے۔ یہاں قریب ہی ایک نہایت خوبصورت نیلے گنبد والی مسجد بنی ہوئی تھی۔

جنگ موتہ ایک وسیع میدان میں ہوئی تھی۔ اب اگرچہ اس مقام پر آبادی ہو چکی تھی لیکن اس میدان کو محفوظ کر لیا گیا تھا۔ میدان میں شہداء موتہ کی قبریں تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کبھی ان قبروں پر بھی مزارات بنے ہوں گے۔ قریب ہی ایک چبوترے پر ایک تختی لگی ہوئی تھی جس میں شہداء موتہ کے نام لکھے گئے تھے۔ میدان کے بالکل سامنے "جامعہ موتہ" یعنی موتہ یونیورسٹی کا گیٹ تھا جو کہ اردن کی بڑی یونیورسٹیوں میں شمار ہوتی ہے۔ ہم نے شہداء موتہ کی قبور پر جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کردہ زیارت قبور کی دعا پڑھی۔ اس مقام اور گردونواح کی تصاویر بنائیں اور وہاں سے واپس چلے آئے۔

جنگ موتہ

جنگ موتہ اسلامی تاریخ میں ایک ایسی جنگ ہے جس کا فیصلہ نہ ہو سکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل عرب پر اتمام حجت کے بعد، دوسرے ممالک کے بادشاہوں پر اتمام حجت کے لئے اپنے قاصدوں کے ذریعے خطوط ان ممالک کو بھیجے تھے۔ اس وقت موجودہ اردن کے علاقے پر غسانی بادشاہوں کی حکومت تھی جو قیصر روم کے ماتحت تھے۔ اہل کتاب ہونے کے باوجود اس بادشاہ نے سرکشی کا ثبوت دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد کو شہید کر دیا۔ اس کی سزا دینے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین ہزار کا ایک لشکر غسان کے بادشاہ کی طرف بھیجا تھا۔

جب قیصر روم کو اس لشکر کی اطلاع ملی تو وہ ایک لاکھ کی فوج لے کر اپنے حلیفوں کی مدد کے لئے مقابلے پر آ گیا۔ بعض روایات کے مطابق قیصر کے لشکر کی تعداد دو لاکھ تھی۔ ایک یا دو لاکھ کے اس لشکر کے مقابلے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد صرف تین ہزار تھی جس کی قیادت سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ دونوں لشکروں کا مقابلہ موتہ کے میدان میں ہوا۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے مطابق سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے کمان سنبھالی۔ آپ بھی کچھ دیر میں شہید ہو گئے۔ اس کے بعد سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کمانڈر بنے۔ آپ بھی دلیرانہ طریقے سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے مطابق عام مسلمانوں کی رائے کے مطابق سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو کمانڈر مقرر کیا گیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کو ایمان لائے ابھی کچھ ہی عرصہ ہوا تھا۔ اپنی اعلی درجے کی حربی مہارت کے باعث حالت کفر میں آپ جنگ احد میں مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچا چکے تھے۔ آپ نے نئی حکمت عملی ترتیب دی۔ شام ہو رہی تھی۔ آپ یہ محسوس کر چکے تھے کہ طاقت کے اس عظیم فرق کے باعث یہ جنگ جیتنا ناممکن ہے۔ آپ نے افواج کو پیچھے ہٹا کر انہیں نئے سرے سے منظم کیا۔ کچھ سپاہیوں کو پیچھے بھیج کر انہیں دوبارہ نعرے لگاتے ہوئے آنے کو کہا۔ اس سے قیصر کی افواج یہ سمجھیں کہ مسلمانوں کو نئی کمک میسر آ گئی ہے۔ وہ بھی پیچھے ہٹ گئے۔ اس جنگ میں سیدنا خالد کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں۔

سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کو نہایت مہارت سے بچایا اور میدان جنگ چھوڑ دیا۔ آپ کی اس حکمت عملی سے ہمیں بھی یہ سبق ملتا ہے کہ اگر طاقت کے تناسب میں فرق بہت زیادہ ہو تو اپنی طاقت کو محفوظ کر لینا ہی سب سے اچھی حکمت عملی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے بھی یہ شرط رکھی تھی کہ جنگ کے دوران ان کی طاقت کا تناسب دشمن کی طاقت کے مقابلے میں کم از کم نصف ضرور ہونا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، "اگر تم میں سے سو آدمی صابر ہیں تو وہ دو سو پر اور اگر ہزار آدمی صابر ہیں تو وہ دو ہزار پر اللہ کے حکم سے غالب آئیں گے۔" (الانفال 8:66)

ہمارے ان لیڈروں کو بھی اس سے سبق سیکھنا چاہیے جو طاقت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے پیروکاروں کو جنگ پر اکساتے رہتے ہیں اور بغیر سوچے سمجھے ایک اور ایک لاکھ کے تناسب پر بھی میدان جنگ میں کود جاتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان میں سے بہت سے اپنی اولاد کو میدان جنگ سے دور رکھتے ہیں اور دوسروں کی اولادوں کو میدان جنگ میں جھونکتے رہتے ہیں۔

اس جنگ میں اگرچہ مسلمانوں کو فتح نہ ہو سکی لیکن ارد گرد کے علاقے کے لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ وقت کی سپر پاور کی ایک یا دو لاکھ کی فوج، تین ہزار مسلمانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکی تو ان کے دل سے قیصر کا رعب جاتا رہا۔ اس کے ڈیڑھ برس بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبوک پر یلغار کی تو کوئی بھی آپ کے مقابلے پر نہ آیا اور اس علاقے کے تمام حکمرانوں نے جزیہ قبول کر کے اسلامی حکومت کے تحت رہنے کو اختیار کر لیا۔

اس موقع پر یہ بھی اچھا ہے کہ میں ان جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعارف کرواتا چلوں جنہوں نے اس جنگ میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ ہمارے لوگ خلفاء راشدین اور مشہور صحابہ کے کارناموں سے تو واقف ہوتے ہیں لیکن ان نسبتاً غیر معروف صحابہ سے زیادہ واقف نہیں۔

سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ وہ واحد صحابی ہیں جن کا نام قرآن مجید میں آیا ہے۔ آپ کو بچپن میں اغوا کر کے غلام بنا لیا گیا تھا۔ کئی ہاتھوں سے بکتے ہوئے آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ اس دوران آپ کے والد کو بھی آپ کی خبر پہنچ گئی۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منہ مانگی رقم کی آفر کر دی۔ آپ نے فرمایا، "اگر زید تمہارے ساتھ جانا چاہے تو میں کوئی رقم نہ لوں گا۔" زید نے اپنے والدین کی بجائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا برتاؤ اپنے ملازموں کے ساتھ بھی کیسا ہوتا ہو گا۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید رضی اللہ عنہ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جنگ موتہ کا مقام

شہدا موتہ کی قبریں

جب حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا تو سیدنا ابو بکر، علی اور خدیجہ رضی اللہ عنہم کے بعد آپ چوتھے شخص تھے جو ایمان لائے۔ طائف کے سفر میں زید حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ جب وہاں کے اوباشوں نے آپ پر سنگ باری کی تو زید نے یہ پتھر اپنے جسم پر روکے۔

حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے آپ کی شادی اپنی پھوپھی زاد بہن زینب رضی اللہ عنہا سے کر دی تھی۔ ان میں نباہ نہ ہو سکا اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طلاق ہو گئی۔ دور جاہلیت کی یہ رسم تھی کہ منہ بولے بیٹوں کا معاملہ سگی اولاد کی طرح کیا جاتا اور ان کی طلاق یافتہ بیویوں سے نکاح حرام سمجھا جاتا۔ اس رسم کے بہت سے سنگین معاشرتی نتائج نکل رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ زینب سے شادی کر لیں تا کہ اس رسم کا خاتمہ ہو۔ اسی تناظر میں سیدنا زید رضی اللہ عنہ کا ذکر سورۃ احزاب میں آیا ہے۔ جنگ موتہ میں سیدنا زید رضی اللہ عنہ مسلم افواج کے کمانڈر تھے۔ آپ نے بہادری سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔

سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضور کے کزن تھے۔ آپ اور آپ کی اہلیہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سابقون الاولون میں شامل ہیں۔ جب کفار کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو ان میاں بیوی نے حبشہ کی طرف ہجرت کی جس کی تفصیلات میں پہلے حصے میں بیان کر چکا ہوں۔ کفار نے نجاشی سے ان مہاجرین کی واپسی کی بات کی جسے سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے ناکام بنا دیا۔ آپ کی حیثیت حبشہ کی مسلم کمیونٹی کے سربراہ کی سی تھی۔

فتح خیبر کے فوراً بعد سات ہجری میں آپ حبشہ سے مدینہ آ گئے۔ اس موقع پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے۔ آپ نے فرمایا، "مجھے یہ سمجھ نہیں آ رہی کہ مجھے فتح خیبر کی زیادہ خوشی ہے یا جعفر کے واپس آنے کی۔" آپ نے اس موقع پر سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کو دو ہجرتوں کے اجر کی خوشخبری دی۔ جنگ موتہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا جعفر کو سیدنا زید کا نائب بنایا تھا۔

جب حضرت زید رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اسلامی فوج کا جھنڈا گرنے سے قبل ہی سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے تھام لیا۔ دشمن نے آپ کے دونوں بازو یکے بعد دیگرے شہید کر دیے لیکن انہوں نے جھنڈا نہ چھوڑا اور لشکر کی کمان کرتے رہے۔ بالآخر آپ شہید ہو گئے۔ اس جنگ کی تفصیلات اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بذریعہ وحی بتا دی تھیں اور آپ نے اس پورے واقعے کو اہل مدینہ کو سنایا۔ اس کے بعد آپ سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ ان کے بچوں کو پیار کیا اور یہ اندوہ ناک خبر آپ کے اہل و عیال کو سنائی۔ ان کے خاندان کی بعض عورتیں زور زور سے رو رہی تھیں جس پر حضور نے انہیں سختی سے منع فرمایا۔

اس جنگ میں سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کو نوے کے قریب زخم آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "کٹے ہوئے بازوؤں کے بدلے جعفر کو جنت میں دو پر عطا ہوئے ہیں۔" اسی سبب سے آپ کا لقب جعفر طیار مشہور ہوا۔ آپ کی شہادت کے کچھ عرصہ بعد، آپ کے اہل و عیال کی کفالت کی غرض سے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی بیوہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی۔ آپ کے بچوں میں سیدنا عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے تاریخ میں شہرت پائی۔ آپ اپنی سخاوت کے لئے مشہور تھے۔ جب آپ فوت ہوئے تو اہل مدینہ کے غرباء میں کہرام مچ گیا۔

سیدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ

جنگ موتہ کے تیسرے قائد سیدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ انصار میں سے تھے۔ آپ کی قائدانہ صلاحیتوں کا اندازہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد مرتبہ اپنی عدم موجودگی میں آپ کو اہل مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا۔ آپ دور جاہلیت میں اہل عرب کے چوٹی کے شعراء میں شمار ہوتے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کی شاعری دین اسلام کے لئے وقف ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے شعر بہت پسند تھے اور آپ کئی مرتبہ ان اشعار کو پڑھا کرتے تھے۔

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ دعوت دین میں بہت سرگرم تھے۔ انصار کے بہت سے لوگ آپ کی دعوتی سرگرمیوں کے نتیجے میں ایمان لائے جن میں سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر لوگ بھی شامل ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ کے دعوتی اجتماعات کو ایسے اجتماعات قرار دیا جن پر فرشتے بھی فخر کرتے ہیں۔

جنگ موتہ کے لئے روانہ ہونے سے قبل عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا، "یارسول اللہ! عین ممکن ہے کہ میں آپ سے دوبارہ نہ مل سکوں۔ مجھے نصیحت فرمایئے۔" آپ نے فرمایا، "عبداللہ! تم ایسی سرزمین پر جا رہے ہو جہاں اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے والے کم ہی ہیں۔ جس قدر سجدے ممکن ہو سکیں، کرنا۔ اللہ کو کثرت سے یاد رکھنا، کیونکہ وہی مدد کرنے والا ہے اور تمہیں ہمیشہ اس کی مدد کی ضرورت ہو گی۔ اگر تم یہ محسوس کرو کہ تمہارے اعمال اچھے نہیں، تو ان خیالات کی وجہ سے شیطان کی جانب سے دین اور عبادت سے دور کرنے کی کوششوں کو کامیاب نہ ہونے دینا۔ اگر تمہیں اپنے دس گناہ یاد ہوں تو عبادت کر کے (اور توبہ کی مدد سے) انہیں نو کرنے کی کوشش کرنا۔ اپنے اعمال کو مزید برا کرنے کی بجائے اس موقع کو اپنی اصلاح کے لئے استعمال کرنا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کو مد نظر رکھا جائے تو انسان اس مایوسی سے بچ سکتا ہے جو گناہوں کے نتیجے میں شیطان پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ انسان سمجھتا ہے کہ اب میں گناہ تو کر ہی چکا، میں بہت برا تو ہو ہی چکا، کیوں نہ مزید گناہ کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی کیفیت سے نکل کر توبہ اور عبادت کرنے کی تلقین سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو فرمائی۔

آپ ایک مرتبہ بے ہوش ہو کر پڑے جس پر آپ کی بہن رو رو کر بین کرنے لگیں اور آپ کے فضائل بیان کرنے لگیں۔ جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے انہیں فرمایا، "مجھ سے پوچھا جا رہا تھا کہ کیا تم ایسے ہی ہو؟"

جنگ موتہ میں آپ سیدنا زید اور جعفر رضی اللہ عنہما کے بعد بے جگری سے لڑے اور جام شہادت نوش فرمایا۔ اس موقع پر آپ کی نصیحت کے مطابق آپ کی بہن نے کوئی بین نہ کیا۔

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

جنگ موتہ کے چوتھے قائد سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں جن کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ 592ء میں پیدا ہوئے۔ آپ قریش کے مشہور اسلام دشمن لیڈر ولید بن مغیرہ کے بیٹے تھے۔ اسلام دشمنی آپ کو ورثے میں ملی تھی لیکن اپنی سعید فطرت کے باعث اسلام کے پیغام پر غور کرتے رہے اور بالآخر آپ نے جنگ موتہ سے کچھ عرصہ قبل اسلام قبول کر لیا۔ اپنی جنگی حکمت عملی کے باعث جنگ موتہ میں آپ نے اسلامی لشکر کو تباہی سے بچا لیا۔

آپ کی جنگی مہارت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اگر مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کامیاب مسلم جرنیلوں کی ایک فہرست بنائی جائے تو بلا کسی تعصب اور جانب داری کے، آپ کا نام پہلے نمبر پر ہو گا۔ تاریخ عالم میں آپ کا موازنہ سکندر، چنگیز خان،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تیمور اور نپولین سے کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ان فاتحین اور سیدنا خالد رضی اللہ عنہ میں فرق یہ ہے کہ ان فاتحین کی جنگیں لالچ یا قوم پرستی کے جذبے کے تحت لڑی گئی تھیں جبکہ سیدنا خالد کی تمام جنگیں صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لئے لڑی گئی تھیں۔ یہ فاتحین اپنے ظلم و ستم کے لئے مشہور ہیں لیکن سیدنا خالد سے کوئی ظلم منسوب نہیں۔

جنگ موتہ کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالد کو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول کو جھٹلانے کی پاداش میں دنیا کے متمدن حصے کے حکمرانوں کو مغلوبی کی جو سزا دی تھی، اس کے بڑے حصے پر عمل درآمد سیدنا خالد کے ہاتھوں سے ہوا۔ اسی کے باعث آپ کو اللہ کی تلوار کہا گیا ہے۔

جنگ موتہ کے چند ماہ بعد مکہ فتح ہوا جس میں سیدنا خالد کا کردار کلیدی تھا۔ تبوک کی لشکر کشی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو دومۃ الجندل کی فتح کے لئے بھیجا جہاں کے حکمران نے لڑے بغیر صلح کر لی۔ 630ء کا پورا عشرہ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کی فتوحات کا عشرہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور میں تمام اہم معرکوں میں آپ قائد کی حیثیت شریک رہے۔ مسیلمہ کذاب اور منکرین زکوۃ کے خلاف جنگ کے سالار آپ ہی تھے۔

مرتدین کی سرکوبی کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کچھ عرصے کے لئے آپ کو فتح ایران کے لئے بھیجا۔ کئی معرکوں میں آپ نے کامیابی حاصل کی لیکن اس کے بعد شام میں آپ کی ضرورت زیادہ محسوس ہونے پر آپ کو شام کے محاذ پر بھیج دیا گیا۔ موجودہ اردن اس دور میں شام ہی کا حصہ سمجھا جاتا تھا۔ اس پورے علاقے کی فتح سیدنا خالد کے ہاتھوں ہی ہوئی۔

مسلمانوں میں یہ تاثر عام ہو چکا تھا کہ خالد بن ولید کی شرکت ہی کامیابی کی ضمانت ہے۔ اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو سپہ سالاری سے ہٹا دیا۔ اس واقع کو بعض متعصب مورخین نے کچھ اور رنگ دیا لیکن سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے تعلقات کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے بعد بھی ہر معرکے کے عملی قائد خالد ہی تھے۔ اپنی وفات کے وقت آپ نے اپنی وصیت میں اپنی جائیداد کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں تقسیم کیے جانے کی وصیت کی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خالد رضی اللہ عنہ کو ہرگز معزول نہیں کیا تھا بلکہ ان کی جذباتیت کو کنٹرول کرنے کے لئے ان کے اوپر امین الامت سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کر دیا تھا۔ بعد کے تمام معرکوں میں خالد ہی کمانڈر ہوتے تھے البتہ آخری فیصلہ ابو عبیدہ کیا کرتے تھے۔

شام کی فتح میں فیصلہ کن کردار جنگ یرموک کو حاصل ہے۔ یہ معرکہ موجودہ اردن کے شمالی حصے میں ہوا۔ یہ علاقہ گولان کی پہاڑیوں کے قریب ہے۔ مسلم فوج تھکن سے چور تھی اور اسے آرام کی ضرورت تھی۔ اس موقع پر سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے صرف ساٹھ جانثاروں کے ساتھ پورا دن رومی فوج کے ساٹھ ہزار لشکر کو الجھائے رکھا اور پوری مسلم فوج آرام کرتی رہی۔ پانچ دن کی جنگ کے بعد جنگ مسلم فوج نے جیت لی۔ اسلامی فوج کے سپریم کمانڈر سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس فتح کا سارا کریڈٹ خالد کو دیا۔ اس جنگ کی تفصیلات کو وکی پیڈیا کے مقالہ نگاروں نے نقشوں کی مدد سے نہایت ہی خوبی سے بیان کیا ہے۔ اگر آپ ان تفصیلات سے دلچسپی رکھتے ہیں تو اس لنک پر کلک کیجیے۔

http://en.wikipedia.org/wiki/Battle_of_Yarmouk

اس کے بعد دمشق فتح کرنا زیادہ مشکل ثابت نہ ہوا۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے اسی کے قریب جنگوں میں حصہ لیا اور کسی میں بھی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ناکام نہ ہوئے۔ وقت کی دو سپر پاورز ایران اور روم کی فتح میں آپ کا کردار کلیدی رہا۔ آپ نے شام کی فتح کے بعد 642ء میں حمص ہی میں وفات پائی۔ آپ کو آخری دم تک یہ دکھ تھا کہ میدان جنگ میں شہادت کی بجائے آپ کی موت بستر پر واقع ہو رہی ہے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

کرک کا قلعہ اور رینالڈ دی شاٹلن

ان عظیم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں یہ چند حقیر سے کلمات پیش کرنے کے بعد اب ہم واپس اپنے سفر پر آتے ہیں۔ جنگ موتہ کے مقام سے رخصت ہونے کے بعد ہم واپس کرک روڈ پر آئے اور کرک شہر کی طرف ہو لئے۔ کرک شہر چند پہاڑیوں پر آباد ہے۔ دور سے پہاڑی کی چوٹی پر واقع کرک کا قلعہ نظر آ رہا تھا۔

شوبک کے قلعے کی طرح یہ قلعہ بھی صلیبی فاتحین کا تعمیر کردہ ہے جو بعد میں صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں فتح ہوا۔ کرک کا قلعہ موٹی موٹی دیواروں پر مشتمل ہے۔ قلعہ قدیم دور کے کرک شہر سے کچھ فاصلے پر تھا۔ شہر کے لوگ خطرے کے وقت قلعے میں پناہ لیتے۔ قلعے کے دو درجے ہیں۔ اوپر والا حصہ صلیبی حکمرانوں کا تعمیر کردہ ہے جبکہ نچلا حصہ بعد میں مملوک سلاطین کے دور کا تعمیر کیا ہوا ہے۔ آپ کو ترتیب کچھ الٹ لگ رہی ہو گی لیکن یہ معاملہ ایسا ہی ہے۔ چونکہ قلعہ پہاڑی پر واقع ہے، اس لئے ایسا کرنا ممکن تھا۔

یہ قلعہ 1142ء میں تعمیر کیا گیا اور اپنے وقت میں ناقابل تسخیر سمجھا جاتا رہا۔ سلطان نور الدین زنگی نے اسے فتح کرنے کی کافی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ کرک کے قلعے پر صلیبی جنگوں کا مشہور ہیرو رینالڈ دی شاٹلن قابض تھا۔ یہ یروشلم کے صلیبی بادشاہ بالڈون چہارم کا نائٹ (Knight) تھا۔ یہ شخص نہایت ہی ظالم اور دغاباز تھا۔

اس شخص نے متعدد مرتبہ صلاح الدین ایوبی سے معاہدے کیے لیکن ہر بار انہیں توڑ دیا۔ اس نے قزاقوں اور ڈاکوؤں کا ایک گروہ بنایا اور تجارتی قافلوں پر حملے کرنے لگا۔ دمشق سے قاہرہ جانے والی شاہراہ جو کرک کے قریب سے ہی گزرتی تھی، رینالڈ کے حملوں سے محفوظ نہ رہی۔ جب صلاح الدین ایوبی نے اس کی شکایت بالڈون سے کی تو بالڈون نے جواب دیا، "میں خود اس شخص سے بہت تنگ ہوں، یہ میرے اختیار میں نہیں۔" رینالڈ نے بحری قزاقوں کا ایک گروہ بنایا جس کے ذریعے اس نے سمندر میں بھی لوٹ مار شروع کی۔ وہ اس گروہ کے ذریعے مکہ اور مدینہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنا رہا تھا۔ اس گروہ کو ایوبی کے بھائی عادل نے شکست دے کر گرفتار کیا۔

صلاح الدین نے 1187ء میں کرک کا قلعہ فتح کیا۔ رینالڈ کو اس کی بدعہدیوں کے باعث ایوبی نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ بعض مسیحی مورخین رینالڈ کو اپنے شہید کے طور پر پیش کرتے ہیں لیکن ان کے انصاف پسند مورخین اسے ایک ظالم ڈاکو ہی سمجھتے ہیں۔

پہاڑ سے ڈیڈ سی کا نظارہ

یہاں رک کر میں نے چند لوگوں سے "بحر میت" یعنی ڈیڈ سی کا راستہ دریافت کیا اور اب ہم ڈیڈ سی کی طرف ہو لئے۔ سڑک اب پہاڑوں پر گھومتی ہوئی اوپر جا رہی تھی۔ میرے لئے پہاڑی سڑک پر گاڑی چلانا ایک بہترین تفریح کی حیثیت رکھتا ہے۔ تھوڑی سی پہاڑی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ڈرائیونگ نے مجھے ذہنی طور پر فریش کر دیا۔ چند ہی منٹ میں ہم چوٹی پر جا پہنچے۔ چوٹی سے پہاڑ کی دوسری طرف نظر پڑی تو ڈیڈ سی ہمارے سامنے تھا۔

سامنے فلسطین کے پہاڑ نظر آ رہے تھے۔ ماحول پر کچھ دھند سی چھائی ہوئی تھی۔ پھر بھی سبز و سیاہ پہاڑوں کے درمیان ڈیڈ سی کا نیلگوں پانی اچھالگ رہا تھا۔ میں نے یہاں گاڑی روک کر فطرت کے اس نظارے کی کچھ تصاویر بنائیں۔ پہاڑ کی اس چوٹی پر ہم سطح سمندر سے لگ بھگ تین ہزار فٹ کی بلندی پر تھے۔ یہاں سے ڈیڈ سی پر پہنچنے کے لئے ہمیں پہاڑ کی جڑ تک پہنچنا تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کے لئے ہمیں تین ہزار نہیں بلکہ چار ہزار فٹ کی گہرائی میں اترنا تھا۔

کرک کا قلعہ

روئے زمین پر سب سے زیادہ نشیبی علاقہ

ڈیڈ سی اور اس کے اطراف کا علاقہ، پانی اور برف سے باہر روئے زمین کا سب سے نشیبی علاقہ ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی -1100 فٹ ہے۔ اسی منفی گیارہ سو کا مطلب یہ ہے کہ یہ علاقہ سطح سمندر سے گیارہ سو فٹ کی گہرائی میں واقع ہے۔ زمین پر اس سے نیچا مقام تو پھر سمندر کی تہہ ہی ہو سکتی ہے۔ ماہرین ارضیات (Geologists) کا خیال ہے کہ تیس لاکھ سال قبل یہ مقام بحیرہ احمر کا حصہ تھا۔ بیس لاکھ سال قبل یہ علاقہ اونچا ہونا شروع ہوا جس کے باعث ڈیڈ سی، ریڈ سی سے کٹ کر رہ گیا۔ ڈیڈ سی میں تمام تر پانی دریائے اردن کے ذریعے آتا ہے۔ اس کے علاوہ چند چھوٹے موٹے چشمے پہاڑوں سے آ کر اس میں گرتے ہیں۔

اب ہم نیچے اترنے لگے۔ سڑک کے کنارے متعدد بورڈ لگے تھے، جن میں گاڑی کو بھاری گیئر میں رکھنے کی تلقین کی گئی تھی۔ مسلسل اترائی کے وقت گاڑی کو بھاری گیئر میں رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ بریکوں استعمال کم سے کم کیا جائے۔ اگر اترائی پر بریکوں کو بہت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زیادہ استعمال کیا جائے تو اس کے نتیجے میں یہ جام ہو کام کرنا چھوڑ سکتی ہیں، جس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں نکلتا کہ یا تو پہاڑ سے ٹکرا کر گاڑی کو روکا جائے یا پھر اسے کسی کھائی میں گرنے دیا جائے۔ یہ دونوں صورتیں ہمارے لئے قابل قبول نہ تھیں، چنانچہ میں نے گاڑی کو L گیئر میں ڈالا اور پاؤں کو ایکسیلیریٹر سے ہٹا لیا۔ اب گاڑی کشش ثقل کے تحت نیچے جا رہی تھی اور بھاری گیئر اسے سنبھالے ہوئے تھے۔ اب میرے دونوں پاؤں آزاد تھے۔ صرف چند موڑوں پر مجھے بریک کا استعمال کرنا پڑا ورنہ ہم لوگ آسانی سے اس فری فال کو انجوائے کر رہے تھے۔

جیسے ہی ہم نیچے پہنچے، ایک چیک پوسٹ نے ہمارا استقبال کیا۔ اب ہم عقبہ سے ڈیڈ سی آنے والی سڑک پر تھے۔ چیک پوسٹ پر تعینات اردنی فوجی نے ہم سے پاسپورٹ مانگے۔ پاکستانی پاسپورٹ دیکھ کر وہ چونکا اور بولا، "آپ پاکستانی ہیں؟" میں سمجھا کہ تفتیش کا ایک طویل سلسلہ شروع ہونے کو ہے۔ میں نے اثبات میں سر ہلایا تو مسکرا کر بولا، "Welcome to Jordan"۔ پورے اردن میں یہی معمول رہا۔ ہم جب بھی کسی چیک پوسٹ پر رکتے، فوجی ہمارے پاسپورٹ دیکھ کر چونکتے، پاکستانی ہونا کنفرم کرتے اور ویلکم تو جارڈن یا مرحبا بالاردن کے الفاظ ضرور کہتے۔ اس سے ہم اس خوش فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ اہل اردن پاکستان سے بہت محبت کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ خوش فہمی درست تھی۔

نمک کی جھیلیں

ہم جس مقام پر پہاڑوں سے نازل ہوئے تھے، وہ ڈیڈ سی اور اس کے جنوب میں واقع نمک کی جھیلوں کے بالکل درمیان واقع تھا۔ ڈیڈ سی کے جنوب میں نمک کی جھیلیں واقع ہیں۔ یہ مصنوعی جھیلیں ہیں جن میں ڈیڈ سی سے نہر نکال کر پانی لایا گیا ہے۔ اس پانی کو خشک کر کے اعلیٰ درجے کا نمک اور دوسرے کیمیکل حاصل کئے جاتے ہیں۔ ڈیڈ سی کے بیچوں بیچ اردن اور اسرائیل کی سرحد ہے۔ یہ سرحد نمک کی جھیلوں سے بھی اسی طرح گزرتی ہے۔ سرحد کے دونوں جانب یہ جھیلیں واقع ہیں۔ انہی کیمیکلز پر اردن کی معیشت کا انحصار ہے۔

بئر سبع (Beersheba) اور الخلیل (Hebron)

ہمارے بالکل سامنے فلسطین کا علاقہ جن میں بئر سبع (Beersheba) کا شہر واقع تھا۔ اس شہر کے شمال میں تھوڑے فاصلے پر حبرون (Hebron) کا شہر واقع ہے جو عربی میں الخلیل کہتا ہے۔ میں گوگل ارتھ پر اس سارے علاقے کو تفصیل سے دیکھ چکا تھا، اس لئے ان مقامات کی درست لوکیشن سے واقف تھا۔ تل ابیب یونیورسٹی کے محققین کی تحقیق کے مطابق یہ علاقہ چھ ہزار سال سے آباد ہے۔

ان دونوں شہروں کو انبیاء کرام کی تاریخ میں خاص الخاص اہمیت حاصل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان شہروں کو اللہ کے خلیل، سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی دعوت توحید کا مرکز بنایا تھا۔ آپ نے بئر سبع کے علاقے میں قربان گاہ تعمیر فرمائی تھی اور مصر سے واپسی پر آپ نے حبرون میں زمین خرید کر یہاں قیام فرمایا تھا۔ حبرون کو عربی میں سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسالم کی مناسب سے ہی "الخلیل" کہا جاتا ہے۔ یہاں پر ایک مسجد بھی ہے جو عربی میں "الحرم الابراہیمی" کے نام سے مشہور ہے۔ یہیں پر وہ مشہور غار ہے جسے باپ کی غار (Cave of Patriarchs) کہا جاتا ہے۔ بائبل کے مطابق سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زوجہ سارہ رضی اللہ عنہا کو یہاں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دفن کیا تھا۔ اس کے بعد سیدنا ابراہیم، اسحاق، یعقوب علیہم الصلوۃ والسلام بھی یہیں دفن ہوئے۔ سیدنا اسحاق و یعقوب کی بیویاں ربقہ اور راحل رضی اللہ عنہما بھی یہیں دفن ہیں۔ روایت ہے کہ سیدنا یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کی میت کو بھی مصر سے یہاں لا کر دفن کیا گیا۔

یہ مقامات اردن کا حصہ تھے لیکن 1967ء کی جنگ کے نتیجے میں یہ اسرائیل کے قبضے میں چلے گئے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں ان مقامات پر نہیں جا سکا۔ اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ یہ مقامات اب اسرائیل میں واقع ہیں اور پاکستانی، سعودی، اردنی اور اسرائیلی قوانین کے مطابق اسرائیل میں میرا داخلہ ممنوع تھا۔

پہاڑ کی چوٹی سے ڈیڈ سی کا نظارہ

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی حیات طیبہ اللہ تعالیٰ کے لئے تسلیم و رضا کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔ آپ دجلہ و فرات کے درمیان واقع عراق کے شہر "اُر" کے رہنے والے تھے۔ آپ کو خداوند واحد کی توحید کا علم بلند کرنے کی پاداش میں نمرود نے آگ میں ڈال دیا تھا۔ اس کے بعد نمرود پر اللہ تعالیٰ کا قہر و غضب نازل ہوا اور اللہ کے رسول کے مقابلے پر کھڑے ہونے کے جرم میں اسے ہلاک کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام عراق سے ہجرت فرما کر پہلے موجودہ شام میں واقع شہر حاران تشریف لے گئے اور اس کے بعد ارض فلسطین میں تشریف لائے۔ آپ نے بیت ایل (یروشلم)، حبرون اور بئر سبع کے علاقوں میں اللہ تعالیٰ کی توحید کے مراکز قائم کیے جنہیں بائبل میں قربان گاہ کہا گیا ہے۔ اس کے بعد آپ مصر تشریف لے گئے جہاں کے بادشاہ نے آپ کے دینی دعوت سے متاثر ہو کر آپ کی خدمت میں مال و اسباب اور جانور پیش کیے۔ مصر سے واپسی پر آپ دوبارہ فلسطین کے علاقے میں پہنچے۔ ان تمام سفروں میں سیدنا لوط علیہ الصلوۃ والسلام آپ کے ہمراہ تھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسی دور میں اللہ تعالی کے حکم سے تمام مردوں کا ختنہ کیا گیا۔ اگرچہ اہل مغرب نے اس سنت ابراہیمی اور فطری عمل کو کافی عرصہ ترک کیے رکھا لیکن اب جدید تحقیقات کے نتیجے میں یہ لوگ بھی دوبارہ ختنہ کو اپنا رہے ہیں۔ جدید تحقیقات سے یہ ثابت ہوا ہے کہ ختنہ ایڈز سے بچاؤ کی نہایت ہی موثر تدبیر ہے۔

اولاد ابراہیم اور اللہ تعالی کی جزا و سزا کا قانون

یہاں آپ نے دریائے اردن اور ڈیڈ سی کے مشرق میں سیدنا لوط علیہ الصلوۃ والسلام کو آباد ہونے کا حکم دیا اور خود ڈیڈ سی کے مغرب میں حبرون کے مقام پر رہائش اختیار کی جہاں آپ نے اللہ تعالیٰ کے لئے قربان گاہ قائم فرمائی۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام سے فرمایا:

"جس جگہ تم ٹھہرے ہوئے ہو، وہاں سے اپنی نگاہ اٹھا کر شمال و جنوب اور مشرق و مغرب کی طرف نظر دوڑاؤ۔ یہ سارا ملک جو تم دیکھ رہے ہو، اسے میں تمہیں اور تمہاری نسل کو ہمیشہ کے لئے دوں گا۔ میں تمہاری نسل کو خاک کے ذروں کے مانند بناؤں گا۔ اگر کوئی شخص خاک کے ذروں کو گن سکے تو وہ تمہاری نسل کو بھی گن سکے گا۔ جاؤ اور اس ملک کے طول و عرض میں (اللہ کے دین کی دعوت پھیلانے کے لئے) گھومو کیونکہ میں اسے تمہیں دے رہا ہوں۔" (کتاب پیدائش 13:15-17)

بائبل کی ان آیات سے بنی اسرائیل نے ایک غلط معنی اخذ کیا۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ ملک ہمیں اولاد ابراہیم ہونے کے ناطے عطا کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان کی غلط فہمی کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَإِذْ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَاماً قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ. یاد کرو جب اللہ نے ابراہیم کو چند باتوں سے آزمایا اور وہ ان میں پورا اترے، تو اس نے کہا، "میں تمہیں انسانوں کا امام بنانے والا ہوں۔" ابراہیم نے عرض کیا، "اور کیا میری اولاد سے بھی یہی وعدہ ہے؟" فرمایا، "میرا وعدہ ظالموں سے متعلق نہیں ہے۔" (البقرۃ 2:124)

اللہ تعالیٰ کا دنیا میں عروج دینے کا وعدہ صرف اولاد ابراہیم کے صرف ان لوگوں سے تھا جنہوں نے ابراہیم کی پیروی میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔ بائبل کے مصنفین نے اللہ تعالیٰ کے ان رسولوں کی زندگیوں کے بعض پہلوؤں پر روشنی تو ڈالی ہے لیکن ان کی سیرت کے اہم ترین حصے یعنی ان کی دعوتی سرگرمیوں اور طریق ہائے کار پر زیادہ معلومات فراہم نہیں کیں۔

اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ اس نے انسان کو پیدا کیا۔ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہے جس میں اللہ تعالیٰ انسان سے اس کی دنیاوی زندگی کے اعمال کا حساب لے گا۔ نیک اعمال والوں کے لئے جنت ہے اور بروں کے لئے جہنم۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کے دین کے بنیادی مقدمات جنہیں ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس بات کی یاد دہانی کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی بھیجے جو دلائل اور براہین کی مدد سے اس بات کو یاد دلاتے رہے۔

عام انبیاء کرام کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور غیر معمولی انتظام کیا اور وہ یہ تھا کہ انہی انبیاء میں سے کچھ کو منصب رسالت پر فائز کیا۔ یہ رسول زمین پر اللہ کی حجت بن کر آئے اور وہ قیامت جو پوری نسل انسانیت کے لئے ایک خاص وقت پر لگے گی، ان کی قوموں کے لئے دنیاوی زندگی میں لگا دی گئی۔ اگر کسی قوم نے اپنے رسول کی پیروی کی تو اسے دنیا میں سرفراز کر دیا گیا۔ اس کی مثال سیدنا یونس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

علیہ الصلوۃ والسلام کی قوم ہے۔ دوسری طرف اگر کسی قوم نے رسول کے سامنے سرکشی دکھائی تو اسے دنیا میں سزا دے دی گئی۔ یہ آسمانی عدالت اور قیامت صغریٰ سیدنا نوح، ھود، صالح، شعیب، لوط اور ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی اقوام کے لئے لگی تھی اور ان کی اقوام کو اس دنیا ہی میں سزا دے کر تباہ و برباد کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے اس انتظام کو قرآن مجید میں دینونت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے تک شخصی دینونت کا دور ہوا کرتا تھا۔ اللہ کا ایک رسول اپنی قوم کے سامنے آتا۔ رسول کو ماننے کی صورت میں قوم کو دنیا ہی میں کامیاب و کامران کر دیا جاتا اور نہ ماننے کی صورت میں دنیا ہی میں عذاب آتا۔ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ نے اجتماعی دینونت کا دور شروع فرمایا۔

اب اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کا انتخاب کر لیا۔ یہ قوم سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد تھی۔ اس قوم کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں آخرت کی جزا و سزا کا جیتا جاگتا نمونہ بنا دیا۔ جب جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، انہیں دنیا ہی میں اس کا اجر سرفرازی کی صورت میں مل گیا۔ اور جیسے ہی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، انہیں دنیا ہی میں ذلت، نامرادی، مغلوبی اور آپس کے قتل و غارت کی صورت میں سزا دی گئی۔

یہ معاملہ اللہ تعالیٰ نے دو ادوار میں کیا۔ پہلے دور میں اولاد ابراہیم کی ایک شاخ بنی اسرائیل کو منتخب کیا گیا اور بائبل میں کیے گئے اس وعدے کے مطابق انہیں دریائے فرات سے لے کر دریائے نیل تک کے علاقے پر حکومت دی گئی۔ اس علاقے میں اس دور کی تمام اقوام قینی، قنیزی، قدمونی، حتی، فرزی، رفائیم، اموری، کنعانی، جرجاسی اور یبوسی بنی اسرائیل کے ماتحت کر دیے گئے (کتاب پیدائش 15:21)۔ بنی اسرائیل کے ساتھ جزا و سزا کا یہ معاملہ چلتا رہا۔ ان کی سرکشی کے نتیجے میں ان پر پہلے نبوکد نضر اور پھر ٹائٹس جیسے فاتحین کی شکل میں عذاب آیا۔ جب ان کی سرکشی اس حد تک بڑھ گئی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا انکار کیا تو پھر قیامت تک کے لئے ذلت اور عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کے پیروکاروں کے ماتحت رہنے کا عذاب ان پر مسلط کر دیا گیا۔

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے بڑے بیٹے اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد کو عرب کا ملک دیا گیا۔ ان کی دینونت کا دور محمد رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام سے شروع ہوا۔ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی تو چند سال میں بلوچستان سے لے کر سپین تک کا علاقہ ان کے قدموں میں ڈھیر کر دیا گیا۔ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو پھر ان پر اللہ کے عذاب کا پہلا کوڑا آپس کی جنگوں کی صورت میں برسا اور پھر تاتاریوں، صلیبیوں اور بالآخر ان کے اپنے بھائیوں یعنی بنی اسرائیل کے یہودیوں کے ہاتھوں انہیں سزا دی گئی۔ مستقبل میں معلوم نہیں کہ اولاد ابراہیم کی ان دونوں شاخوں یعنی بنی اسرائیل اور بنی اسماعیل کو ان کی نیکیوں پر کیا اجر ملے گا اور ان کے اجتماعی گناہوں کی کیا سزا انہیں اسی دنیا میں دی جائے گی۔

اولاد ابراہیم کی اس تاریخ کا مقصد دوسری تمام اقوام کے لئے آخرت کی جزا و سزا کا ایک نمونہ بنا دینا تھا تاکہ پوری نسل انسانیت اولاد ابراہیم سے سبق حاصل کرے کہ جو کچھ ان کے ساتھ اجتماعی حیثیت میں اس دنیا میں ہوا، وہی کچھ ہم سب کے ساتھ انفرادی حیثیت میں آخرت میں عنقریب ہونے ہی والا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ڈیڈ سی روڈ

فلسطینی علاقے کو دیکھتے ہوئے اور اولاد ابراہیم کی تاریخ کا عبرت آموز تذکرہ کرتے ہوئے ہم شمال کی جانب روانہ ہوئے۔ اب ہم ڈیڈ سی روڈ پر سفر کر رہے تھے۔ یہ سڑک ڈیڈ سی کے مشرقی کنارے پر بنائی گئی ہے۔ ایسی ہی ایک سڑک اس کے مغربی کنارے پر اسرائیل میں موجود ہے۔ سعودی عرب سے فل کروائی گئی پیٹرول کی ٹنکی اب نصف سے بھی کم رہ گئی تھی چنانچہ ہم نے گاڑی روک کر سعودی عرب کے پیٹرول کی کین کو ٹنکی میں انڈیلنا شروع کیا۔ "کپی" کے بغیر یہ کافی مشکل کام ثابت ہوا لیکن بہر حال ہو گیا۔

قوم لوط کا علاقہ

کچھ دور آگے چلے تو ہمارے دائیں جانب عجیب و غریب کٹے پھٹے پہاڑ شروع ہو گئے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ اس علاقے میں کوئی ایٹم بم پھٹا ہو گا جس کے باعث ان پہاڑوں کی یہ حالت ہوئی ہو گی۔ میرے ذہن میں قرآن مجید اور بائبل کی یہ آیات گونجنے لگیں:

"پھر جب ہمارے فیصلے کا وقت آ پہنچا تو ہم نے اس بستی کو الٹ پلٹ کر دیا اور ان پر پکی مٹی کے پتھر برسائے جس میں سے ہر پتھر تیرے رب کے ہاں سے (اپنے ہدف کے لئے) نشان زدہ تھا۔" (ہود 11:82)

"دوسرے دن صبح سویرے ابرہام اٹھے اور اس مقام کو پلٹے جہاں وہ خداوند کے حضور (نماز کے لئے) کھڑے ہوتے تھے۔ انہوں نے نیچے سدوم اور عمورہ اس میدان کے سارے علاقے پر نظر دوڑائی اور دیکھا کہ اس سرزمین سے کسی بھٹی کے دھویں جیسا گہرا دھواں اٹھ رہا تھا۔" (کتاب پیدائش 19:27-28)

جی ہاں، جہاں سے ہم گزر رہے تھے، یہ علاقہ سدوم اور عمورہ کا علاقہ تھا۔ جب لوط علیہ الصلوۃ والسلام یہاں آباد ہوئے تو بائبل کے بیان کے مطابق، یہ دور دور تک سرسبز و شاداب علاقہ تھا۔ اہل سدوم نہایت ہی بدکار قوم تھی۔ یہ لوگ دوسری اخلاقی خرابیوں کے علاوہ ہم جنس پرستی کے مرض میں بھی مبتلا تھے۔ بعض احمق لوگ اس فعل بد کو لواطت کہتے ہیں۔ سیدنا لوط علیہ الصلوۃ والسلام وہ پاکباز ہستی ہیں جنہوں نے اس فعل بد کے خلاف آواز اٹھائی۔ اس فعل کو آپ سے موسوم کرنا یقیناً آپ کی شان میں بہت بڑی گستاخی ہے۔

اللہ کے رسول کو جھٹلانے اور اپنی برائی پر اصرار اور سرکشی کے باعث قوم لوط پر اللہ کا عذاب آیا۔ قرآن مجید کے مطابق ان پر مٹی کے دہکتے پتھروں کی بارش کر کے انہیں ہلاک کر دیا گیا۔ بائبل کے مطابق اس میں گندھک کی آمیزش بھی تھی۔ امریکی محقق رون وائٹ نے اس علاقے کی مٹی کے بارے میں جو تحقیقات کی ہیں، ان کے مطابق اس علاقے میں گندھک کثرت سے پائی جاتی ہے۔ اس علاقے میں عام زمین کے اوپر ایک اور زمینی تہہ (Geological Layer) پائی جاتی ہے جو رون کی تحقیقات کے مطابق عذاب والے مٹی اور پتھروں کی تہہ ہے۔ ان کی تحقیقات کو دیکھنے کے لیے اس لنک کو کلک کیجیے۔

http://wyattmuseum.com/cities-of-the-plain.htm

قرآن مجید نے جہاں جہاں اس قوم کا ذکر کیا وہاں ان کی اس بد فعلی کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس مقام پر قرآن مجید کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں پڑی کہ یہ بھی کوئی برائی ہے۔ قرآن نے اس کا ذکر ایک طے شدہ (Established) برائی کے طور پر کیا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پوری تاریخ انسانیت میں ہم جنس پرستی کو ایک برائی کی حیثیت ہی حاصل رہی ہے۔ اس سے استثنا صرف سدوم اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قدیم یونان کے لوگوں کو حاصل ہے یا پھر آج کے اہل مغرب میں سے ہم جنس پرستوں (Gays & Lesbians) کا ایک اقلیتی گروہ ہے جو اس فعل کی حمایت میں سرگرم ہوا ہے۔ ان گروہوں سے ہٹ کر باقی اہل مغرب بھی اس فعل کو گناہ ہی سمجھتے ہیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں نیکی اور بدی کا جو شعور ودیعت کیا ہے، انسانوں کی قلیل تعداد اس فطرت کو کبھی کبھی مسخ بھی کر لیا کرتی ہے جیسا کہ انسانوں نے اللہ تعالیٰ کی آسمانی ہدایت کو بھی کہیں کہیں مسخ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس موقع پر اچھا ہے اگر میں سید مودودی صاحب کا ایک اقتباس نقل کرتا چلوں کیونکہ فطرت کے اس بیان کے لئے میں ان سے بہتر الفاظ نہیں پا رہا:

یہ بات بالکل صریح حقیقت ہے کہ مباشرت ہم جنسی قطعی طور پر وضع فطرت کے خلاف ہے۔ اللہ تعالی نے تمام ذی حیات انواع میں نر و مادہ کا فرق محض تناسل اور بقائے نوع کے لئے رکھا ہے اور نوع انسانی کے لئے اس کی مزید غرض یہ بھی ہے کہ دونوں صنفوں کے افراد مل کر ایک خاندان وجود میں لائیں اور اس سے تمدن کی بنیاد پڑے۔ اسی مقصد کے لئے مرد اور عورت کی دو الگ صنفیں بنائی گئی ہیں، ان میں ایک دوسرے کے لئے صنفی کشش پیدا کی گئی ہے، ان کی جسمانی ساخت اور نفسیاتی ترکیب ایک دوسرے کے جواب میں مقاصد زوجیت کے لئے عین مناسب بنائی گئی ہے اور ان کے جذب و انجذاب میں وہ لذت رکھی گئی ہے جو فطرت کے منشا کو پورا کرنے کے لئے بیک وقت داعی و محرک بھی ہے اور اس خدمت کا صلہ بھی۔ مگر جو شخص اپنے ہم جنس سے شہوانی لذت حاصل کرتا ہے وہ ایک ہی وقت میں متعدد جرائم کا مرتکب ہوتا ہے:

اولاً وہ اپنی اور اپنے معمول کی طبعی ساخت اور نفسیاتی ترکیب سے جنگ کرتا ہے اور اس میں خلل عظیم برپا کر دیتا ہے جس سے دونوں کے جسم، نفس اور اخلاق پر نہایت برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

ثانیاً وہ فطرت کے ساتھ غداری و خیانت کا ارتکاب کرتا ہے، کیونکہ فطرت نے جس لذت کو نوع اور تمدن کی خدمت کا صلہ بنایا تھا اور جس کے حصول کو فرائض اور ذمہ داریوں اور حقوق کے ساتھ وابستہ کیا تھا وہ اسے کسی خدمت کی بجاآوری اور کسی فرض اور حق کی ادائگی اور کسی ذمہ داری کے التزام کے بغیر چرا لیتا ہے۔

ثالثاً وہ انسانی اجتماع کے ساتھ کھلی بد دیانتی کرتا ہے کہ جماعت کے قائم کیے ہوئے تمدنی اداروں سے فائدہ تو اٹھا لیتا ہے مگر جب اس کی اپنی باری آتی ہے تو حقوق اور فرائض اور ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کی بجائے اپنی قوتوں کو پوری خود غرضی کے ساتھ ایسے طریقہ پر استعمال کرتا ہے جو اجتماعی تمدن و اخلاق کے لیے صرف غیر مفید ہی نہیں بلکہ ایجاباً مضرت رساں ہے۔ وہ اپنے آپ کو نسل اور خاندان کی خدمت کے لیے نااہل بناتا ہے، اپنے ساتھ کم از کم ایک مرد کو غیر طبعی زنانہ پن میں مبتلا کرتا ہے، اور کم از کم دو عورتوں کے لیے بھی صنفی بے راہ روی اور اخلاقی پستی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (تفہیم القرآن ج 2 ، ص52)

آج کے ہم جنس پرست اپنے غلیظ کاموں کے جواز میں جو پروپیگنڈا کر رہے ہیں، اس کی بنیاد میں وہ بائیو کیمسٹری کے کچھ تصورات کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں۔ ان کے مطابق ہم جنس پرست انسان کے جسم و دماغ میں کچھ کیمیکلز ایسے ہوتے ہیں جن کے باعث اس کا فطری میلان صنف مخالف کی بجائے اپنی ہی صنف کی طرف ہو جاتا ہے۔ یہ میلان ان کے ڈی این اے میں ہی ودیعت کیا ہوا ہوتا ہے۔ چونکہ یہ چیز ان کے اختیار میں نہیں، اس لیے معاشرے کو ہم جنس پرستوں کو قبول کر لینا چاہیے۔

ان کے اس مغالطے کا کم از کم اردو لٹریچر میں مجھے جواب نہیں ملا اس لیے اس پر کچھ جملے لکھنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ اگر ہم جنس پرستوں کے کیمیکلز میں کچھ مسئلہ ہے بھی، تو معاشرے کو ان کے مضر اخلاقی اثرات سے بچانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ان کا علاج کیا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جائے۔ میڈیکل سائنس اب اس قدر ترقی کر چکی ہے کہ ادویات کی مدد سے اس مسئلے کو دور کیا جا سکتا ہے۔ رہا مسئلہ جینز اور ڈی این اے کا تو یہ ابھی تک محض ایک مفروضہ ہے جسے کوئی بھی ثابت نہیں کر سکا۔ ہم جنس پرستوں کے مسائل پر کی گئی تحقیقات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کم عمری ہی میں بری صحبتوں کا شکار ہو کر یہ عادات اپنا لیتے ہیں جو عمر کے ساتھ ساتھ پختہ ہوتی چلی جاتی ہیں۔ کسی اچھے ماہر نفسیات بالخصوص ہپناٹسٹ یا پھر اچھے سائیکاٹرسٹ کی مدد سے ان عادات سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔

ہم لوگ اس مقام سے جلدی جلدی گزرے کیونکہ یہ عذاب کی جگہ تھی۔ کچھ آگے جا کر میں نے گاڑی روکی اور ہم ڈیڈ سی کو دیکھنے لگے۔ یہ جھیل سیدنا لوط علیہ الصلوۃ والسلام کی نسبت سے بحر لوط بھی کہلاتی ہے۔ ڈیڈ سی کافی گہرائی میں تھا اور جہاں جہاں اس کا نیلگوں پانی چٹانوں سے ٹکرا رہا تھا وہاں نمک کی واضح تہہ بھی جمی ہوئی تھی۔ سطح سمندر سے ہزار فٹ گہرائی میں ہونے کے باعث یہاں کافی گرمی تھی۔

ساتھ ہی پہاڑ پر ایک انسان نما چٹان نکلی ہوئی تھی۔ اس کے بارے میں بعض لوگوں نے یہ مشہور کر دیا ہے کہ یہ لوط علیہ الصلوۃ والسلام کی بیوی تھی، جو اپنی قوم سے بہت محبت کرتی تھی جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے اسے بھی عذاب کا شکار کر دیا تھا۔ آپ کی بیوی کے پیچھے رہ جانے اور عذاب کا شکار ہونے کا ذکر قرآن میں موجود ہے لیکن اس چٹان کے بارے میں روایت کچھ درست معلوم نہیں ہوتی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام سے رشتہ داری انسان کی نجات کی ضمانت نہیں ہے بلکہ ان کی سچے دل سے پیروی ہی انسان کو نجات دلائے گی۔ اللہ کے رسولوں کا سچا پیروکار جنت میں ان کے ساتھ ہو گا جب کہ ان کا نافرمان رشتے دار جہنم میں ان سے کہیں دور ہو گا۔

وادی محجب

کچھ آگے چلے تو ہم وادی محجب میں جا نکلے۔ یہاں پہاڑوں سے آنے والی ایک ندی، آبشار کی صورت میں نیچے گر رہی تھی۔ اس مقام پر ڈیڈ سی روڈ سے کچھ دور ہٹ گیا تھا۔ سڑک پہاڑوں کے ساتھ ساتھ تھی اور سڑک اور ڈیڈ سی کے درمیان ایک نہایت ہی سر سبز و شاداب وادی تھی جس میں گھنا سبزہ موجود تھا۔ یہ سبزہ، محجب کے چشمے ہی سے اگایا گیا تھا۔ اس پر ایک گیٹ بھی لگا ہوا تھا جس کے باعث ہم اندر نہ جا سکے۔

راستے میں دو تین چیک پوسٹیں آئیں جہاں "پاسپورٹ؟۔۔۔پاکستانی؟؟۔۔۔ویلکم ٹو جارڈن!!!" کے مراحل سے گزرتے ہوئے ہم ڈیڈ سی کے آخر تک پہنچ گئے۔ سڑک پر جا بجا فوجی گاڑیاں کھڑی تھیں جن میں مسلح جوان بیٹھے ہوئے تھے۔ ہر گاڑی پر ایک مشین گن بھی نصب تھی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ان تمام گنوں کا رخ اسرائیل کی بجائے اپنے ہی ملک اردن کی جانب تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

محجب کا چشمہ بشکریہ www.panoramio.com

ڈیڈ سی کی لمبائی پچاس پچپن کلومیٹر کے قریب تھی۔ ڈیڈ سی کے شمالی کنارے کے تقریباً وسط میں دریائے اردن بل کھاتا ہوا ڈیڈ سی میں گرتا نظر آرہا تھا۔ اردن کی یہ خوبی مجھے بہت پسند آئی کہ تمام تاریخی مقامات کے لیے تھوڑے تھوڑے وقفے پر بورڈ اور تیر کے نشانات موجود تھے جس کے باعث کسی سے راستہ پوچھنا نہیں پڑ رہا تھا۔

بپتسمہ کی سائٹ یہاں سے محض دس کلومیٹر کے فاصلے پر تھی جو سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے بپتسمہ کے لیے مشہور ہے۔ ابھی سورج غروب ہونے میں کافی وقت تھا۔ میں نے سوچا کہ اگر ہم سورج غروب ہونے تک بپتسمہ سائٹ اور جبل نیبو دیکھ لیں تو ہمارا ایک دن بچ جائے گا اور ہم رات تک عقبہ پہنچ سکتے ہیں۔ اس خیال کے تحت ہم بپتسمہ سائٹ جا پہنچے لیکن وہاں جا کر معلوم ہوا کہ سائٹ پانچ بجے بند ہو جاتی ہے۔ اب ہم وہیں رات گزارنے پر مجبور تھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سدوم اور عمورہ کا علاقہ

وادی اردن اور دریائے اردن

ڈیڈ سی کے شمال اور جنوب کا علاقہ وادی اردن کہلاتا ہے۔ یہ وادی دریائے اردن کے مشرقی اور مغربی کناروں پر واقع ہے اور نہایت ہی سرسبز و شاداب ہے۔ ہم واپس آ رہے تھے کہ ایک ہوٹل کے بورڈ پر نظر پڑی جس پر عربی میں لکھا تھا، "دریائے اردن کی تازہ مچھلی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دستیاب ہے۔" میرے ذہن میں تونسہ بیراج پر ملنے والی دریائے سندھ کی تازہ مچھلی کی یاد تازہ ہو گئی اور میں نے گاڑی اس طرف موڑ لی۔ تھوڑی دور جا کر ہوٹل کے آثار نظر آئے مگر یہ بند تھا۔ ہوٹل کے چوکیدار نے معذرت کرتے ہوئے بتایا کہ ہوٹل بند ہے۔ میں نے کہا، "پھر سڑک پر لگے اس بورڈ کو اتار یے۔"

میں نے ان صاحب سے پوچھا، "کیا یہاں کوئی ایسا مقام ہے جہاں سے ہم جا کر دریائے اردن کو دیکھ سکیں۔" معلوم ہوا کہ یہ پورا علاقہ اردن کی فوج کے کنٹرول میں ہے اور پورے دریا پر سوائے بپتسمہ سائٹ کے کوئی ایسا مقام نہیں جہاں سے دریا کو دیکھا جا سکے۔

دریائے اردن شمال میں شام، لبنان اور ترکی کی پہاڑیوں سے نکلتا ہے۔ شمالی علاقے میں یہ تقریباً ڈیڑھ سو کلو میٹر کا فاصلہ طے کرتا ہوا شام اور اسرائیل کی سرحد کا کام دیتا ہوا، گولان پہاڑیوں کے نزدیک بحیرہ طبریہ یا گلیل کی جھیل میں جا گرتا ہے۔ یہ ایک نہایت ہی خوبصورت جھیل ہے۔ یہ جھیل سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی دعوتی سرگرمیوں کا مرکز رہی ہے۔ اسی جھیل کے کنارے وہ پہاڑی ہے، جہاں آپ کا دیا ہوا وعظ، بہت مشہور ہوا۔ جھیل کے کناروں پر آباد شہر سیدنا مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کی منادی سے گونجتے رہے۔ آپ کے بعض حواری اسی جھیل کے مچھیرے تھے۔ اسی کے جنوب مغرب میں آپ کا آبائی شہر ناصرہ بھی ہے۔

گلیل کی جھیل سے نکل کر دریائے اردن تقریباً سو کلو میٹر کا مزید فاصلہ طے کر کے ڈیڈ سی میں آ گرتا ہے۔ درمیان میں یہ دریا اردن اور اسرائیل کی سرحد کا کام دیتا ہے۔ اس کے مشرقی کنارے پر اردن اور مغربی کنارے پر فلسطین کا علاقہ ہے۔ گزشتہ سالوں میں دریائے اردن کا مغربی کنارہ عالمی میڈیا میں بہت مشہور ہوا ہے۔ یہ کنارہ اب فلسطینی اتھارٹی کے زیر کنٹرول ہے۔

دریائے اردن اور اس کے معاون دریائے یرموک پر اسرائیل اور شام نے ڈیم تعمیر کیے ہیں جن کے باعث دریا بہت حد تک سوکھ گیا اور اس کا ایکو سسٹم بری طرح تباہ ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کسی زمانے میں یہ دریا ایک کلو میٹر چوڑا تھا لیکن اب اس کی چوڑائی صرف تین میٹر رہ گئی ہے۔ دریا سے پہنچنے والے پانی کی کمی کے باعث ڈیڈ سی بھی مسلسل سکڑتا جا رہا ہے۔

ہم اب وادی اردن سے واپس ہوئے۔ راستے میں بہت سے خانہ بدوش بیٹھے تھے جو اپنے انداز و اطوار اور رہن سہن سے بالکل ہمارے خانہ بدوشوں کی طرح لگ رہے تھے البتہ ان کی رنگت سرخ و سپید تھی۔ میرا اندازہ ہے کہ یہ بے چارے فلسطینی مہاجر ہوں گے۔ بھیڑوں کا ایک بہت بڑا ریوڑ بھی ہمارے راستے میں آیا۔ اب ہم واپس ڈیڈ سی پہنچے۔ میں نے سوچا کہ رات یہیں گزار لی جائے۔ یہاں موو اینڈ پک، میریٹ اور چند اور فائیو اسٹار ہوٹل موجود تھے۔ جب ایک نسبتاً پرانے ہوٹل سے کرایہ پوچھا تو ہمارے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ یہاں ایک رات کا کرایہ چار سو اردنی دینار (بتیس ہزار پاکستانی روپے) تھا۔ جگہ بھی کوئی بہت خوبصورت نہ تھی۔ میرے نزدیک اتنی رقم خرچ کرنا اسراف تھا، چنانچہ ہم نے ارادہ کیا رات یہاں کی بجائے عمان شہر کے کسی ہوٹل میں گزاری جائے۔

ڈیڈ سی پارک

اب ہم قریب ہی واقع ڈیڈ سی پارک میں جا بیٹھے جو کہ ڈیڈ سی کے کنارے بنایا گیا تھا۔ لوگ یہاں ڈیڈ سی پر تیرنے کا شوق پورا کر رہے تھے۔ اس جھیل میں نمک کی کثرت کے باعث پانی بہت بھاری ہے اور اس میں کوئی چیز ڈوب نہیں سکتی۔ مشہور ہے کہ ڈیڈ سی کی سطح پر لیٹ کر آپ اخبار بھی پڑھ سکتے ہیں۔ یہاں پانی کافی گندا ہو رہا تھا جس کے باعث میں نے اس تجربے کا ارادہ کینسل کر دیا البتہ بچوں کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دکھانے کے لیے نسبتاً صاف مقام سے ایک بوتل میں ڈیڈ سی کا پانی بھر لیا۔ اس پانی کا ٹچ بھی عجیب و غریب تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ہاتھ پانی کی بجائے گاڑھے شوربے میں لتھڑے ہوئے ہیں۔ شوربے جیسی چپچپاہٹ بھی محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے ذرا سا پانی کو چکھا تو ابکائی کرتے کرتے بچا۔ ایسا ذائقہ دنیا کے کسی سمندر کے پانی میں نہیں ہو گا۔

ڈیڈ سی میں نمک

سامنے فلسطین کی پہاڑیوں میں سورج غروب ہو رہا تھا۔ ایسا اداس کر دینے والا غروب آفتاب کا منظر میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ ماحول کبھی خوش یا اداس نہیں ہوتا۔ یہ انسان کے اندر کی خوشی یا اداسی ہوتی ہے جس کے باعث وہ اپنے ارد گرد کے ماحول کو بھی اداس دیکھتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ وہاں موجود اور لوگوں کو غروب آفتاب کا یہ منظر نہایت ہی دل خوش کن لگ رہا ہو۔ میری اداسی کی وجہ یہ تھی کہ میں فلسطین کی جدید تاریخ کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اس خطے کے مظلوم اور بدنصیب باشندے غیروں کی چیرہ دستیوں اور اپنوں کی حماقتوں کا شکار رہے ہیں۔

مناسب ہو گا اگر اس مقام پر کچھ تجزیہ مسئلہ فلسطین کا بھی ہو جائے۔ میری کوشش ہو گی کہ مکمل غیر جانب داری اور بغیر کسی تعصب کے یہ تجزیہ کیا جائے۔ اس تجزیے میں اپنی رائے دینے سے احتراز کرتے ہوئے صرف حقائق اور ان کے نتائج بیان کرنے پر اکتفا کروں گا۔ ان حقائق کو آپ تفصیل سے وکی پیڈیا پر دیکھ سکتے ہیں۔ اس کوشش میں میں کتنا کامیاب ہوا ہوں، اس کا فیصلہ آپ لوگ ہی کر سکتے ہیں۔

مسئلہ فلسطین

اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلانے اور ان کے مقابلے میں سرکشی دکھانے کے جرم میں 70ء میں بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کا عذاب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رومیوں کی صورت میں نازل ہوا۔ رومیوں نے کثیر تعداد میں بنی اسرائیل کو غلام بنا کر انہیں دنیا کے مختلف حصوں میں جلاوطن کر دیا۔ یروشلم کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی۔ دنیا کے اکثر ممالک میں ان کے ساتھ نہایت ہی برا سلوک کیا گیا اور ان پر ظلم و ستم روا رکھا گیا۔ اس سے استثنا مسلم یا پھر شمالی یورپ کے چند ممالک کو حاصل رہا ہے۔ اس وقت سے لے کر موجودہ دور تک بنی اسرائیل کی یہ شدید خواہش رہی ہے کہ ان کا بھی اپنا کوئی وطن ہو۔

1200ء سے کثیر تعداد میں اسرائیلی انفرادی طور پر ارض مقدس یعنی فلسطین کا رخ کرتے رہے اور ان میں بعض خاندان یہاں سیٹل بھی ہوئے۔ اس کی بڑی وجہ یہ بھی رہی ہے کہ ان کے اپنے ممالک میں انہیں مذہبی آزادی اور بنیادی انسانی حقوق بھی حاصل نہ رہے تھے جبکہ مسلم حکومتوں نے اپنی رواداری کے باعث ان پر ظلم و ستم روا نہ رکھا۔ ہاں اگر کبھی یہود کی طرف سے کوئی بغاوت سا سازش کی گئی تو اسے سختی سے کچلا ضرور گیا۔

جن جن ممالک میں یہود رہتے تھے، انہوں نے بڑی محنت سے ان معاشروں میں اپنا مقام بنایا اور آہستہ آہستہ یہ لوگ ان معاشروں پر اثر انداز ہونے کی پوزیشن میں آ گئے۔ انیسویں صدی کے ربع آخر تک یورپ میں رہنے والے یہود اس بات پر متفق ہو چکے تھے کہ ہمیں اپنا وطن ضرور حاصل کرنا ہے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے 1882ء میں صیہونیت (Zionism) کی تحریک قائم کر لی جو جلد ہی مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے یہودیوں میں مقبول ہوتی چلی گئی۔

بیسویں صدی کے اوائل تک صیہونیت کی تحریک پوری دنیا میں پھیل چکی تھی اور ورلڈ زیونیسٹ آرگنائزیشن (WZO) کا قیام عمل میں آ چکا تھا۔ اس تنظیم کی بنیاد رکھنے میں صیہونیت کی تحریک کے بانی تھیوڈور ہرزل کا کردار نمایاں تھا۔ ہرزل ہنگری سے تعلق رکھنے والے صحافی تھے۔ انفرادی طور پر یہودی فلسطین کے علاقوں میں جا کر زمینیں خرید کر آباد ہونے لگے۔

صیہونی تنظیم نے یہ کوشش کی کہ ترکی کے سلطان عبدالحمید سے فلسطین میں وسیع پیمانے پر یہودیوں کی آبادکاری کی اجازت حاصل کر لیں لیکن اس میں ناکامی کے بعد انہوں نے اپنی حکمت عملی تبدیل کر دی۔ صیہونی تحریک نے اپنے وطن کے لئے متبادل تجاویز پر غور بھی کیا جس میں یوگنڈا اور ارجنٹینا بھی شامل ہیں لیکن ارض مقدس یعنی فلسطین کے علاوہ کسی علاقے پر اتفاق رائے نہ ہو سکا۔

1914ء میں پہلی جنگ عظیم چھڑ گئی جس میں دنیا کی چار سپر پاورز، برطانیہ، فرانس، روس (اتحادی قوتیں) اور جرمنی مد مقابل تھیں۔ یہود نے اس جنگ میں اتحادیوں کا ساتھ دیا۔ اس جنگ میں ترکی نے غیر ضروری طور پر جرمنی کا ساتھ دیا۔ ترکی کی سلطنت عثمانیہ اس دور میں اس قدر کمزور ہو چکی تھی کہ "یورپ کا مرد بیمار" کہلاتی تھی۔ ترکی فلسطین اور عرب علاقوں پر 1517ء سے قابض تھا۔ ان چار سو سالوں میں ترکوں نے عربوں کی معاشرت کو نہ سمجھتے ہوئے ان سے اچھا سلوک نہ کیا تھا جس کے باعث عرب، ترکوں کے خلاف ہر طاقت کا خیر مقدم کرنے کو تیار تھے۔

مکہ کے گورنر شریف حسین اور برطانیہ میں ایک معاہدہ طے پا گیا۔ اس معاہدے کے تحت، شریف حسین نے سلطان کے خلاف بغاوت کر دی اور برطانیہ نے ان کا ساتھ دیا۔ جب ترکی کو شکست ہوئی اور برطانوی افواج یروشلم پہنچیں تو یہاں کے عرب باشندوں نے برطانوی جنرل ایلن بی کا بطور نجات دہندہ کے والہانہ استقبال کیا۔ اس دوران برطانیہ کے سابق وزیر اعظم اور وزارت خارجہ کے موجودہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عہدے دار، لارڈ بالفور نے ایک خفیہ خط میں فلسطین کو یہود کا وطن بنانے کی منظوری دے چکے تھے۔ یہ اعلان بعد میں منظر عام پر آیا۔ اس کا متن کچھ یوں ہے:

Foreign Office,
November 2nd, 1917.

Dear Lord Rothschild,

I have much pleasure in conveying to you, on behalf of His Majesty's Government, the following declaration of sympathy with Jewish Zionist aspirations which has been submitted to, and approved by, the Cabinet:

"His Majesty's Government view with favour the establishment in Palestine of a national home for the Jewish people, and will use their best endeavours to facilitate the achievement of this object, it being clearly understood that nothing shall be done which may prejudice the civil and religious rights of existing non-Jewish communities in Palestine, or the rights and political status enjoyed by Jews in any other country".

I should be grateful if you would bring this declaration to the knowledge of the Zionist Federation.

Yours sincerely

Arthur James Balfour (Source: http://en.wikipedia.org/wiki/Balfour_Declaration%2C_1917)

موجودہ اردن اور اسرائیل کے پورے علاقے کو Emirate of Transjordan کا خطاب دیا گیا اور اس پر شریف حسین کے بیٹے شاہ عبداللہ کی حکومت قائم ہو گئی۔ عالمی طاقتوں کی منظوری سے اس علاقے کو برطانوی مینڈیٹ دے دیا گیا۔ اس طرح یہاں اصل حکومت سلطنت برطانیہ کی تھی۔ 1917ء سے لے کر 1947ء کے تیس سالوں میں کثیر تعداد میں یہودیوں کو یہاں لا کر بسایا گیا۔ اس دوران بہت سے عرب مسلمانوں نے اپنی زمینیں یہودیوں کے ہاتھ منہ مانگے داموں فروخت کر دیں۔

یہودی چند ہی سالوں میں فلسطین کی معیشت پر چھا گئے۔ جب انہوں نے ملازمتوں کے معاملے عربوں سے امتیازی سلوک شروع کیا تو عربوں کو احساس ہوا کہ کچھ غلط ہو رہا ہے۔ 1936ء سے 1939ء کے عرصے میں عربوں نے احتجاج شروع کیا جو برطانوی حکومت نے ناکام بنا دیا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد برطانیہ فلسطین سے نکل گیا۔ اس موقع پر معاملہ اقوام متحدہ کے سپرد ہوا۔ دنیا کی دو بڑی طاقتیں امریکہ اور روس اسرائیل کے حق میں تھیں چنانچہ فلسطینی علاقے کو عربوں اور یہودیوں کے درمیان تقسیم کرنے کا فیصلہ ہوا۔ اس علاقے میں یہودیوں کی آبادی اب بھی عربوں سے کہیں کم تھی لیکن کل فلسطینی علاقے کا 55% یہودیوں کو اور 45% عربوں کو دینے کا اعلان کیا گیا۔ عربوں نے اس تقسیم کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

14 مئی 1948ء کو اسرائیل کے قیام کا اعلان ہوا۔ اس موقع پر مصر، اردن، شام، لبنان، سعودی عرب اور عراق نے اعلان جنگ کر دیا اور اسرائیل پر حملہ کر دیا۔ اس جنگ کے نتیجے میں اسرائیل کی سرحدوں کی کافی توسیع ہو گئی اور فلسطین کا 77% حصہ اس کے کنٹرول میں آ گیا۔ اسرائیل نے تمام عرب ممالک سے سیز فائر معاہدات کیے اور اس کے باشندے اپنے ملک کی تعمیر میں لگ گئے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس جنگ کے نتیجے میں لاکھوں فلسطینی اردن، لبنان اور دوسرے عرب ممالک میں مہاجر بن کر رہ گئے۔ پچاس اور ساٹھ کی دہائیوں میں دنیا بھر سے کثیر تعداد میں یہودی اسرائیل آکر آباد ہونے لگے جس کے نتیجے میں اسرائیل کی عرب آبادی میں کمی اور یہودی آبادی میں اضافہ ہوا۔

فلسطین اور اس کے گرد و نواح کا نقشہ

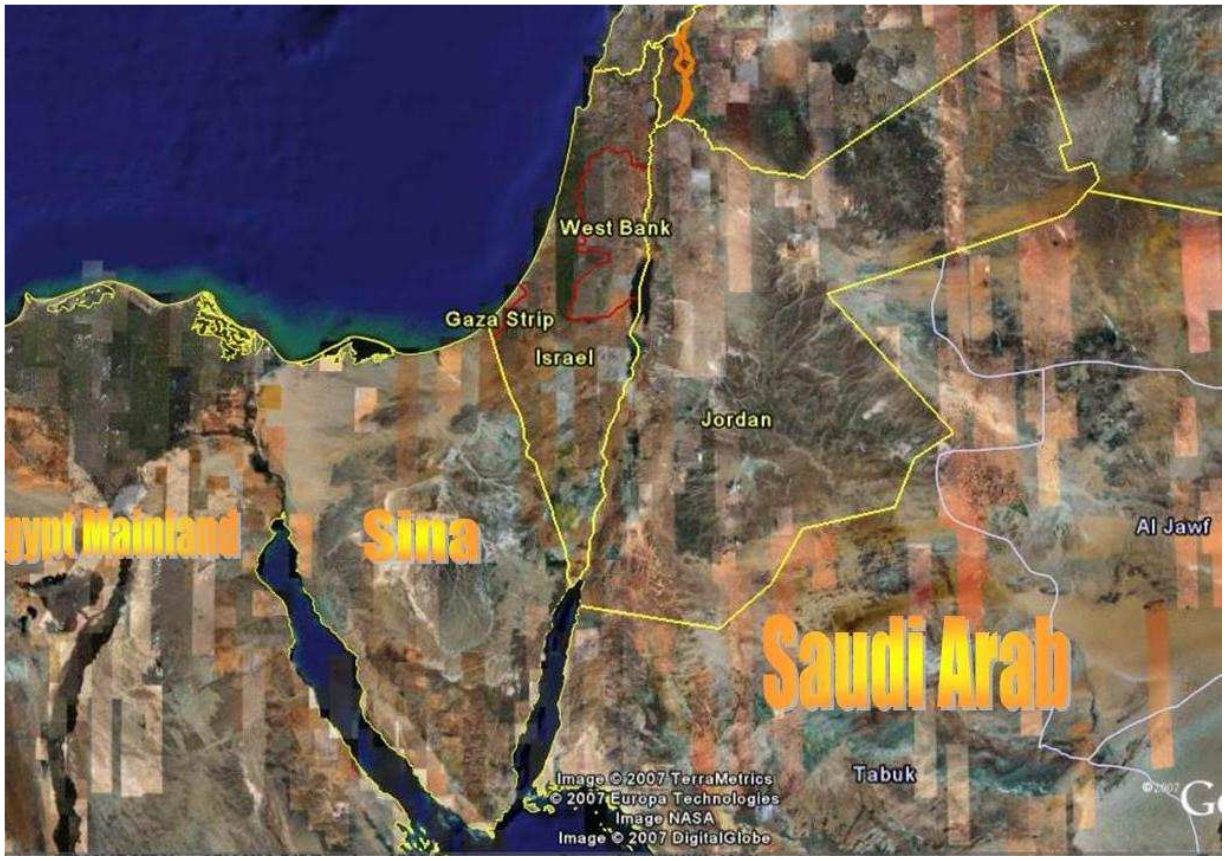

1956ء میں مصر نے شرم الشیخ کے پاس خلیج عقبہ کے راستے کو بند کر کے اسرائیلی بحری جہازوں کا راستہ روک دیا۔ اسی دوران مصر نے نہر سویز کو قومیالیا۔ برطانیہ اور فرانس کی مدد سے اسرائیل نے مصر پر حملہ کر کے پورے جزیرہ نما سینا پر قبضہ کر لیا جس کے نتیجے میں اسرائیل کے علاقے میں تین گنا اضافہ ہو گیا۔ بعد میں یہاں اقوام متحدہ کی فورس متعین ہو گئی۔ اس وقت مصر کے صدر جمال عبد الناصر تھے جو پر جوش تقریروں، دھمکیوں اور جذباتی نعرے بازی میں ہمارے بھٹو صاحب سے دو ہاتھ آگے تھے۔

1967ء میں ناصر نے اسرائیل کو بحیرہ روم میں غرق کرنے کے ارادے سے حملے کا ارادہ کیا لیکن اس سے پہلے ہی اسرائیل نے مصر، اردن اور شام پر بیک وقت حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں جزیرہ نما سینا، غزہ کی پٹی اور گولان کی پہاڑیوں پر اسرائیل نے قبضہ کر لیا۔

اپنے علاقوں کو واگزار کروانے کے لئے ناصر کے جانشین انور سادات نے 1973ء میں شام کی مدد سے اسرائیل پر حملہ کیا۔ شروع میں دونوں محاذوں پر انہیں کامیابی حاصل ہوئی لیکن امریکی امداد کے نتیجے میں اسرائیل نے مزید علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ 1978ء میں سادات نے کیمپ ڈیوڈ میں اسرائیل سے صلح کر کے اسے تسلیم کر لیا جس کے بدلے اسرائیل نے جزیرہ نما سینا مصر کو واپس کر دیا۔ غزہ کی پٹی کا علاقہ بدستور اسرائیل کے پاس ہی رہا جس کے بارے میں یہ طے پایا کہ یہ فلسطینی ریاست کو دے دیا جائے گا۔ 1994ء

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں اردن اور اسرائیل کے درمیان بھی امن سمجھوتہ طے پا گیا۔ شام (سوریا) کے ساتھ اسرائیل کا تنازعہ تاحال چل رہا ہے لیکن اس دوران کوئی جنگ وقوع پذیر نہیں ہوئی۔ لبنان پر اسرائیل نے 2006ء میں حملہ کیا لیکن حزب اللہ کی مزاحمت کے باعث پسپائی اختیار کی۔

ان تمام تنازعات نے فلسطینیوں کو تنہا کر دیا۔ انہوں نے مختلف تنظیموں کی صورت میں اسرائیل کے خلاف گوریلا جنگ جاری رکھی۔ 1974ء میں فلسطینی تنظیموں کا اتحاد "منظمہ التحریر الفلسطینیہ (Palestine Libaration Organization)" یا PLO معرض وجود میں آیا۔ اس تنظیم نے تیرہ چودہ سال مسلح جدوجہد جاری رکھی۔ اردن اور لبنان میں مقامی افواج سے ان کے تصادم کے نتیجے میں ان ممالک نے PLO کی حمایت چھوڑ دی۔ بالآخر 1993ء میں ان کے لیڈر یاسر عرفات نے مسلح جدوجہد ترک کر کے پر امن جدوجہد کا اعلان کیا۔

1987ء میں پہلا انتفادہ شروع ہوا جس میں فلسطینیوں نے اسرائیلی ٹینکوں پر چھوٹے چھوٹے پتھر مار کر پر امن احتجاج کرنا شروع کیا۔ 1993ء میں یاسر عرفات نے اوسلو امن معاہدے کے تحت امن کے عمل کو آگے بڑھانے کا عزم ظاہر کیا۔ اس دوران اسرائیل میں اعتدال پسند اسحاق رابن کی حکومت تھی جنہیں بعد میں انتہا پسند یہودیوں نے ہلاک کر دیا۔ اس پیچیدہ معاہدے کے تحت دریائے اردن کے مغربی کنارے اور غزہ کی پٹی پر اقتدار تدریجی طور پر فلسطینی اتھارٹی کو منتقل کیا جانا تھا۔

PLO کوئی دینی تحریک نہ تھی۔ یہ خالصتاً سیکولر قوم پرستی کی تحریک تھی۔ اس کے رد عمل میں حماس معرض وجود میں آئی جو اپنا تعلق اسلام سے جوڑتی ہے اور ایک اسلامی ریاست بنانے کی خواہاں ہے۔ حماس نے مسلح جدوجہد جاری رکھی۔ یہ عوامی مقبولیت اختیار کرتی گئی اور 2006ء کے الیکشن میں حماس اکثریتی پارٹی کے طور پر سامنے آئی۔ جیسے ہی حماس کو ادھورے اقتدار میں حصہ ملا، فلسطینیوں میں پھوٹ پڑ گئی اور اب تک حماس اور الفتح کے کارکن ایک دوسرے کے خلاف مصروف جنگ ہیں۔ 2007ء میں سعودی حکومت کی کوششوں سے ان میں خانہ کعبہ میں صلح کروائی گئی ہے لیکن اس صلح کی آئے دن خلاف ورزی ہوتی رہتی ہے۔

اب اہل فلسطین کے سامنے دو راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جو کچھ مل گیا ہے، اسے صبر و شکر سے قبول کریں۔ قومی اتحاد کو فروغ دیں اور عسکریت کے راستے کو ترک کر کے اپنے ملک کو سیاسی، اقتصادی اور تعلیمی اعتبار سے مضبوط کرنے کی جدوجہد کریں۔ دوسرا راستہ یہ ہے کہ اسرائیل کے خاتمے کے لئے اپنی ختم نہ ہونے والی جدوجہد جاری رکھیں۔ چونکہ اس وقت تمام عالمی طاقتیں بشمول امریکہ، یورپی یونین اور روس واضح طور پر اسرائیل کی حمایتی ہیں اس لئے اس جدوجہد کی کامیابی کا اگلے پچاس سو برس تک کوئی امکان نظر نہیں آتا۔

یہ تو تھا مسئلہ فلسطین کا سیاسی پہلو۔ اس مسئلے کا مذہبی پہلو یروشلم کا شہر ہے۔ یہ شہر یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں تینوں کے نزدیک مقدس سرزمین ہے۔ تینوں مذاہب کے مقدس مقامات اس شہر میں واقع ہیں اس لئے ہر ایک کی خواہش ہے اس شہر کو ان کے کنٹرول میں دے دیا جائے۔ مسجد اقصیٰ کے انتظامی امور فی الوقت اردن کے ایک ادارے کے سپرد ہیں جبکہ دیوار گریہ اور دیگر مقامات اسرائیل کے زیر انتظام ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گوریلا جنگ کے معاشرے پر اثرات

ان سب مسائل کے علاوہ مسئلہ فلسطین کا ایک معاشرتی پہلو بھی ہے۔ جنگ خواہ کسی قسم کی بھی ہو، معاشرے پر نہایت ہی بھیانک اثرات مرتب کرتی ہے۔

جنگ کے جو اثرات ہمیں افغان معاشرے پر نظر آتے ہیں بعینہ وہی اثرات فلسطینی معاشرے پر بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ کثیر تعداد میں فلسطینی مہاجرین کی صورت میں عرب ممالک میں موجود ہیں۔ ان میں سے جو لوگ کچھ پڑھ لکھ گئے وہ تو اچھی ملازمتیں کر رہے ہیں لیکن جو ایسا نہ کر سکے، وہ کم آمدنی والے کاموں پر مجبور ہیں۔

جو لوگ فلسطینی اتھارٹی یا اسرائیل کے علاقوں میں رہتے ہیں، ان کی معاشی حالت، مسلسل جنگ میں رہنے کے باعث کافی خراب ہے۔ ان لوگوں کو یہود کی جانب سے امتیازی سلوک کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ طویل عرصے تک ایسے حالت میں رہنے کے باعث انسان کی نفسیات پر نہایت ہی برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ان کی نوجوان نسل منفی طرز فکر کا شکار ہو جاتی ہے۔

گوریلا جنگ کو برقرار رکھنے کے لئے گوریلا تنظیموں کو مجرم تنظیموں سے روابط بڑھانے پڑتے ہیں۔ اس سے یہ تنظیمیں جرائم کے فروغ کا ذریعہ بنتی ہیں۔ فنڈ اکٹھا کرنے کے لئے منشیات اور اسلحہ کی فروخت کے نتیجے میں معاشرے میں منشیات اور اسلحہ کا استعمال عام ہوتا ہے جس کے باعث خاندان کے خاندان تباہ ہو جاتے ہیں۔ مزاحمت کرنے والے گوریلے دشمن پر حملہ کرنے کے بعد عام لوگوں میں آکر چھپ جاتے ہیں جس کے باعث یہ عام لوگ حکومت کی سکیورٹی فورسز کے ظلم و تشدد کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس مسئلے کا سب سے نازک پہلو خواتین کی عفت و عصمت کا معاملہ ہے۔ سکیورٹی فورسز کے اہل کار تشدد کے دوران ان کی عفت و عصمت سے بھی کھیلتے ہیں جو کہ ان کی نفسیاتی موت کے مترادف ہوتا ہے۔

مسلسل جنگ اور دہشت کے عالم میں معیشت کمزور پڑتی جاتی ہے۔ سرمایہ کار ہمیشہ ایسی جگہ سرمایہ کاری کرتا ہے جہاں اس کا کم از کم اصل سرمایہ محفوظ ہو۔ اس وقت دنیا میں ایسا کون سا سرمایہ کار ہو گا جو افغانستان، عراق اور فلسطین میں سرمایہ کاری کرنے کو تیار ہو۔ سرمایے کے نکلنے سے امیر لوگوں کو تو کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن متوسط اور غریب طبقے کے کاروبار ماند پڑتے ہیں اور نوکریاں ختم ہونے لگتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی ہر معیشت میں متوسط اور غریب طبقے کے کاروبار اور ملازمتوں کا انحصار امیر لوگوں کے سرمائے پر ہوتا ہے۔ دوسری طرف ایسے لوگ ترقی کر جاتے ہیں جو اسلحہ، منشیات اور جنگی خدمات کی صنعتوں سے وابستہ ہوں۔

انسان کی بھوک ایسی ظالم شے ہے کہ وہ اس کا ساتھ نہیں چھوڑتی بلکہ اس کی شدت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ یہی بھوک نوجوان لڑکوں کو چور، ڈاکو اور دہشت گرد میں تبدیل کر دیتی ہے اور نوجوان لڑکیوں کو طوائف بننے پر مجبور کر دیتی ہے۔ یہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں جب اپنے ارد گرد اسلحہ فروشوں، منشیات فروشوں، قاتلوں، ڈاکوؤں اور طوائفوں کو دیکھتے ہیں جو عیاشی کی زندگی بسر کر رہے ہوتے ہیں تو ان کی نفسیات بگڑ جاتی ہے اور یہ بھی انہی لوگوں کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں۔

ایسے ماحول میں انٹیلی جنس کلچر بھی تیزی سے فروغ پاتا ہے۔ معمولی رقم کے لئے بیٹا باپ کے خلاف، بیوی شوہر کے خلاف اور بھائی بھائی کے خلاف مخبری کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ ایسے میں مقتدر طبقات اور وار لارڈز اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے ایک مستقل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دہشت (Terror) کی فضا برقرار رکھنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ عوام کو جذباتی نعروں کے ذریعے بے وقوف بنایا جاتا ہے اور لاشوں کی سیاست کی جاتی ہے۔ ایسے میں ان لوگوں کو مذہبی طبقے سے بھی حمایتی مل جاتے ہیں جو اس صورتحال کو برقرار رکھنے کے لئے مذہب کا استعمال کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

فلسطین، کشمیر، افغانستان، چیچنیا اور ایسے تمام علاقوں کی پچاس سالہ تاریخ گواہ ہے کہ ایسے حالات میں کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ اگر ہم پوری انسانی تاریخ میں دنیا بھر کی ترقی یافتہ اقوام کا جائزہ لیں تو یہ معلوم ہو گا کہ کوئی قوم صرف اور صرف پر امن ماحول، مثبت طرز فکر اور تعلیم کے حصول کے ذریعے ترقی کر سکتی ہے۔ قوموں کی ترقی کا کوئی شارٹ کٹ راستہ دنیا میں سرے سے پایا ہی نہیں جاتا۔ ترقی کے لئے دنیا کی تمام اقوام کو اسی طویل اور کٹھن راستے سے گزرنا پڑتا ہے۔ دور کیوں جایئے، جاپان اور چین کا افغانستان اور فلسطین سے موازنہ کر لیجیے، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔

بیسویں صدی کے نصف اول میں دنیا بھر کی قوموں نے برطانوی اور فرانسیسی استعمار سے آزادی کی جدوجہد کی۔ ان میں سے صرف اور صرف وہ اقوام آزادی کے بعد ترقی کی منازل طے کر سکی ہیں جنہوں نے اپنے ہاں آزادی اظہار، پر امن ماحول، مثبت طرز فکر اور تعلیم کو فروغ دیا ہے۔ باقی اقوام آزادی حاصل کرنے کے بعد بھی انہی حالات میں محصور ہیں جن میں وہ آزادی سے قبل تھیں۔ کسی نے صحیح کہا ہے کہ "ایک اعلی تعلیم یافتہ نوجوان، امت مسلمہ کے لئے ایک خودکش بمبار سے کہیں زیادہ مفید ہے۔"

عمان شہر

غروب آفتاب کے بعد ہم لوگ وہاں سے نکل آئے۔ اب ہماری منزل عمان تھی جہاں ہمیں رات بسر کرنا تھی۔ عمان ڈیڈ سی سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ ہمارا سفر اب مسلسل بلندی کا سفر تھا۔ راستے میں ایک جگہ مسجد آئی۔ وہاں رک کر مغرب کی نماز کی ادائیگی کے بعد ہم آگے روانہ ہوئے۔

ہم عمان میں داخل ہوئے تو اہل اردن نے آسمان پر 'شرلیاں' یعنی ہوائیاں چھوڑ کر ہمارا شاندار استقبال کیا۔ پورا آسمان آتش بازی کے باعث رنگا رنگ ہو رہا تھا۔ خیر یہ تو ہماری خوش فہمی تھی ورنہ یہ ان کا کوئی خاص تہوار لگ رہا تھا۔ بعد میں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ آج طلباء کے رزلٹ کا دن تھا۔ مجھے دوپہر میں محبت اور جوش سے کھلائی گئی مٹھائی یاد آئی جو ان صاحب نے اپنے بیٹے کے پاس ہونے کی خوشی میں کھلائی تھی۔ ہمارے ہاں تو لوگ صرف اپنے جاننے والوں اور پڑوسیوں ہی کو مٹھائی کھلاتے ہیں جبکہ وہ صاحب ہر آنے جانے والے کو مٹھائی کھلا رہے تھے۔

اہل اردن رزلٹ کے دن کو باقاعدہ تہوار کی صورت میں مناتے ہیں۔ میرے دفتر کے ایک کولیگ اسماعیل عمان کے رہنے والے تھے اور ان دنوں چھٹیوں پر آئے ہوئے تھے۔ میں نے ان کے موبائل پر رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن رابطہ نہ ہو سکا۔ بعد میں ان سے معلوم ہوا کہ اس دن رزلٹ کے تہوار کے باعث موبائل کمپنیوں کے نیٹ ورک جام تھے۔

عمان ایک صاف ستھرا پہاڑی شہر نکلا۔ میں کسی ایسے علاقے کی تلاش میں تھا جہاں ہوٹلوں کی کثرت ہو۔ ایک ٹیکسی ڈرائیور سے معلوم کیا تو وہ صاحب بولے، 'میرے پیچھے آیئے۔' مختلف سڑکوں سے گزرتے ہوئے وہ ہمیں عمان کے اندرون شہر (Downtown)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں لے آئے۔ یہ علاقہ لاہور کے لنڈا بازار یا کراچی کے لائٹ ہاؤس سے مشابہ تھا لیکن ان کی نسبت بہت صاف ستھرا تھا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ سیاحوں کی کثرت کے باعث کسی ہوٹل میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ اب وہ صاحب اپنا ریٹ بڑھانے کے لئے ہمیں اندرون شہر کی گلیوں میں بلاوجہ گھمانے لگے۔ پہلے تو میرا جی چاہا کہ خاموشی سے پیچھے رہ کر کہیں اور گاڑی موڑ لوں لیکن اسی وقت انہوں نے ایک ہوٹل کے سامنے ٹیکسی روک دی۔

یہ صاحب اردنی تھے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ انہوں نے شلوار قمیص پہنی ہوئی تھی۔ میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگے، "مجھے معلوم ہے کہ یہ پاکستانی لباس ہے لیکن یہاں بھی بہت مقبول ہے۔" ہوٹل پرانا مگر صاف ستھرا تھا۔ ٹیکسی والے صاحب کی کوشش تھی کہ اگلی صبح ہم اپنی گاڑی یہیں چھوڑ کر ان کی ٹیکسی پر ڈیڈ سی چلیں مگر جب میں نے انہیں بتایا کہ ہم پہلے ہی ڈیڈ سی دیکھ آئے ہیں اور اگلے دن ہمارا عقبہ جانے کا پروگرام ہے تو وہ کافی مایوس ہوئے۔ ہوٹل والوں سے اپنا کمیشن اور مجھ سے پانچ دینار وصول کر کے وہ رخصت ہو گئے۔

ہم لوگ کھانا کھانے کے لئے ریسٹورنٹ میں آئے لیکن یہاں کاؤنٹر پر سجی شراب کی بوتلوں کو دیکھ کر ہم نے یہاں بیٹھنا مناسب نہ سمجھا اور کھانا کمرے ہی میں منگوالیا۔ میں نے ان کے کک سے پوچھا، "آپ کے پاس کوئی انڈین یا پاکستانی ڈش ہے۔" کہنے لگے، "کری مل جائے گی۔" بھیڑ کے گوشت کی کری آئی تو معلوم ہوا کہ یہ ہماری ہانڈی کی نہایت ہی ابتدائی شکل ہے۔ شدید بھوک لگی تھی، اس لئے یہ کھانا خاصا لذیذ محسوس ہوا۔

اگلا دن چونکہ اردن میں ہمارا آخری دن تھا اس لئے ہم لوگوں نے جلد ہی نیند کی آغوش میں پناہ لی تاکہ اگلے اپنا سفر جاری رکھ سکیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مادبہ، جبل نیبو اور بپتسمہ سائٹ

صبح اٹھ کر ہم نے چیک آؤٹ کیا۔ روزانہ کانٹی نینٹل ناشتہ کرنے کے باعث ہم اب اس سے تنگ آ چکے تھے اور دل یہ چاہ رہا تھا کہ کہیں سے پائے، نان چنے یا حلوہ پوری کا ناشتہ مل جائے۔ عمان میں چھوٹی سی پاکستانی کمیونٹی رہتی ہے لیکن ان کا علاقہ اور ہوٹل ڈھونڈنے کا وقت ہمارے پاس نہ تھا۔ صبح کا وقت تھا اور لوگ اپنے دفاتر اور دکانوں کی جانب جا رہے تھے۔ اندرون شہر کی دکانیں بھی صبح آٹھ بجے ہی کھل رہی تھیں۔

اردن کے بارے میں سنا تھا کہ یہاں بے حیائی بہت زیادہ ہے لیکن ایسا کچھ محسوس نہ ہوا۔ سوائے مغربی سیاحوں کے تمام اردنی مرد و خواتین نہایت ہی معقول لباس زیب تن کئے ہوئے تھے۔ ان کی خواتین کی غالب اکثریت کا لباس باپردہ تھا البتہ چہرے کے نقاب کا ان کے ہاں کوئی رواج نہ تھا۔ اگر مغربی سیاحوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو اردنی معاشرہ ہمارے پاکستانی معاشرے کی نسبت نہایت ہی مہذب اور باپردہ معاشرہ معلوم ہو رہا تھا۔

ہوٹل کے کاؤنٹر سے میں مادبہ جانے والا راستہ اچھی طرح سمجھ چکا تھا۔ ہم لوگ اب عمان سے عقبہ جانے والی ہائی وے پر آ گئے جو "کنگ ہائی وے" کہلاتی ہے۔ عمان کے قریب ہی سیدنا ابو عبیدہ، معاذ بن جبل، شرحبیل بن حسنہ، عمیر بن ابی وقاص اور ضرار بن ازور رضی اللہ عنہم کی قبریں تھیں جن پر ہم وقت کی کمی کے باعث جا نہ سکے تھے۔ زیادہ اچھا ہو گا کہ ہم آگے بڑھنے سے قبل اپنے ان بزرگوں کی سیرت سے کچھ واقفیت حاصل کرتے چلیں۔

سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ

سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نہایت ہی جلیل القدر صحابی ہیں۔ آپ اسلام لانے سے قبل بھی اہل قریش میں نہایت ہی معزز اور شریف سمجھے جاتے تھے۔ آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو دور جاہلیت میں بھی اپنی شرم و حیا، شرافت، بہادری اور اعلیٰ اخلاق کے باعث مشہور تھے۔ آپ کا شمار سابقون الاولون میں ہوتا ہے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ کے نتیجے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت ایمانی کو ابتدائی دنوں ہی میں قبول کیا۔ کفار مکہ کے ظلم کے باعث حبشہ ہجرت کی اور پھر دوبارہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو "امین الامت" یعنی امت کے سب سے زیادہ دیانتدار شخص کا خطاب دیا۔

جنگ بدر میں آپ کا باپ جراح، جو کہ اسلام کا بڑا دشمن تھا، کفار کی جانب سے لڑ رہا تھا اور اس نے آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ مسلسل اپنے باپ کے حملوں سے بچتے رہے لیکن بالآخر اس کا مقابلہ کر کے اسے قتل کیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمام معرکوں میں شریک رہے۔

آپ نہایت ہی اعلیٰ پائے کے منظم و مدبر تھے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو شام کی افواج کا کمانڈر انچیف مقرر کیا۔ آپ نے شروع میں اردن کا کچھ علاقہ فتح کیا۔ جب سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شام پہنچے تو آپ نے بخوشی ان کے لئے کمانڈر انچیف کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عہدہ چھوڑ دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو دوبارہ خالد کی جگہ اسلامی افواج کا کمانڈر انچیف بنایا لیکن آپ نے تمام جنگوں میں سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کی حربی مہارت کا بھرپور استعمال کیا اور تمام جنگی اقدامات انہی کے مشورے سے کئے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آپ کی صلاحیتوں سے اس قدر متاثر تھے کہ انہیں اپنے بعد خلیفہ مقرر کرنا چاہتے تھے۔ شام کا بڑا حصہ آپ ہی کے ہاتھوں فتح ہوا۔ اسی دوران مسلم افواج کے علاقے میں طاعون پھیل گیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بے پناہ اصرار کے باوجود آپ نے اپنی افواج کو اس مصیبت میں چھوڑ کر آنا پسند نہ کیا اور بالآخر طاعون کے مرض ہی میں وفات پائی۔ وادی اردن میں آپ کے مزار کے ساتھ مسجد اور لائبریری بھی بنی ہوئی ہے۔

مسجد ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بشکریہ www.travbuddy.com

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ انصار کے سابقون الاولون میں شامل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو آپ کی غیر معمولی ذہانت کے باعث بہت پسند کرتے تھے۔ آپ نے معاذ کو "حلال و حرام کا سب سے بڑا عالم" قرار دیا۔ احادیث کی کتب میں آپ کی روایت کردہ احادیث حکمت اور تدبر کا عالی شان ذخیرہ ہیں۔ آپ کے ساتھ حضور کی گفتگو اعلیٰ پائے کے علمی اور فکری مسائل پر مشتمل ہوا کرتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی ذہانت اور معاملہ فہمی کے باعث آپ کو یمن کا گورنر مقرر کیا۔ اس موقع پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپ، معاذ کے ساتھ ساتھ چلتے گئے اور آپ کو حکومت کے طریق ہائے کار سمجھاتے گئے۔

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ، ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ادوار میں شام کے معرکوں میں شریک رہے اور فوج کے بڑے حصے کی قیادت کرتے رہے۔ طاعون کے مرض میں سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد آپ کو کمانڈر انچیف مقرر کیا گیا لیکن چند ہی دن بعد آپ نے بھی اسی مرض میں وفات پائی۔

سیدنا شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ

سیدنا شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ بھی قدیم صحابہ میں سے ہیں۔ آپ ہجرت حبشہ میں شریک ہوئے۔ آپ نے اپنے مضبوط ایمان، شجاعت، ذہانت اور انتظامی صلاحیتوں کے لحاظ سے شہرت پائی۔ سیدنا خالد اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما آپ پر بہت اعتماد کرتے تھے اور فوج کے اہم حصوں کی قیادت آپ کو سونپی جاتی تھی۔ اردن اور شام کی فتح میں آپ کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو شام کو گورنر بھی مقرر کیا۔ آپ نے بھی اسی طاعون کے مرض میں وفات پائی جس میں ابوعبیدہ اور معاذ بن جبل جیسی نادر روزگار شخصیات سے اسلامی فوج محروم ہوئی۔

سیدنا عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

سیدنا عمیر بن ابی وقاص، مشہور صحابی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کے بھائی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ شام کی فتوحات میں آپ کو فوج اور مدینہ کے مرکز کے درمیان رابطے کی ذمہ داری سونپی گئی جو آپ نے بطریق احسن نبھائی۔ آپ کو بعد میں سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا نائب مقرر کیا گیا۔ آپ کی وفات بھی طاعون کے اسی مرض میں ہوئی۔

سیدنا ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ

سیدنا ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ آخری دور کے ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔ آپ سیدنا خالد کے نائب اول تھے۔ جنگی مہارت اور شجاعت میں آپ کا موازنہ سیدنا خالد جیسے عبقری سے کیا جا سکتا ہے۔ اسی وجہ سے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ اپنے جنگی منصوبوں میں ضرار کی جنگی مہارت سے بہت فائدہ اٹھاتے۔ بہادری کا یہ عالم تھا کہ میدان جنگ میں انفرادی مقابلوں کے لئے نکلتے، پہلے اپنا خود اتارتے، پھر زرہ اور پھر قمیص بھی اتار دیتے۔ رومی افواج آپ سے بہت خوفزدہ تھیں اور ان کے بڑے بڑے بہادر آپ کا مقابلہ کرنے سے کتراتے تھے۔

ضرار کی ہمشیرہ خولہ رضی اللہ عنہا بھی شجاعت میں اپنے بھائی سے کم نہ تھیں۔ ایک مرتبہ ضرار رضی اللہ عنہ رومی فوج کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے جس پر خولہ نے اس فوجی دستے پر حملہ کر کے ان کے چھکے چھڑا دیے جو ضرار کو لے کر جا رہا تھا۔ اپنے بھائی کو آزاد کروا کر آپ دوبارہ اپنے لشکر میں پلٹ آئیں۔ ضرار رضی اللہ عنہ کی وفات بھی اسی طاعون میں ہوئی۔

ان نابغہ روزگار ہستیوں کی شہادت کے بعد اسلامی فوج کی قیادت سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی جن کا نقطہ نظر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طاعون کے معاملے میں مختلف تھا۔ سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ نے پوری فوج کو اس طاعون زدہ علاقے سے نکال لیا۔ بعد میں آپ نے مصر فتح کیا۔ آپ کی سیرت کو میں، انشاءاللہ مصر کے باب میں بیان کروں گا۔

بھوک کا مسئلہ

ہم لوگ اب عمان سے نکل رہے تھے اور بھوک بھی شدید لگ رہی تھی جس کے باعث میری اہلیہ مجھ سے کچھ ناراض لگتی تھیں۔ میں راستے ہی میں جدہ سے لائے ہوئے بھنے ہوئے چنے کھا کر کچھ گزارا کر چکا تھا۔ دوسری طرف میری گاڑی بھی اپنی آواز سے کچھ ناراضی کا اظہار کر رہی تھی۔ میں کسی ریسٹ ایریا کی تلاش میں تھا جہاں ان دونوں کی ناراضگی کو دور کرنے کا کچھ اہتمام کیا جا سکے۔ تھوڑی دور جا کر ہمیں ایک بہت بڑا ریسٹ ایریا نظر آیا جس پر میکڈونلڈ کا گول M نظر آ رہا تھا۔ بریک لگاتے لگاتے ہم کچھ آگے نکل گئے لیکن ریسٹ ایریا کے باہر نکلنے والے راستے سے ہمیں اندر جانے کا موقع مل گیا۔

سب سے پہلے ہم میکڈونلڈ گئے اور بڑے سائز کے میک عربیا کا آرڈر دیا۔ میکڈونلڈ، کے ایف سی، ہارڈیز اور پزا ہٹ کی سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ پوری دنیا میں ان کا ذائقہ اور ریٹ ایک جیسے ہوتے ہیں۔ سنا ہے کہ جنوب مشرقی ایشیا کے ممالک میں جہاں حلال خوراک مشکل سے دستیاب ہوئی ہے، وہاں یہ ریسٹورنٹ حلال گوشت کا انتظام کرتے ہیں جس کے باعث تمام مسلمان گاہک انہی کی طرف جاتے ہیں۔ کاروبار اپنے کسٹمر کو سمجھ کر اسے مطمئن کرنے کا نام ہے، جو ایسا کر لے گا وہ کاروبار میں کامیاب ہو گا۔ اسی طرح دعوت دین میں جو اپنے مخاطب کو سمجھ کر اسے اپنے رویے اور دلائل کے ذریعے مطمئن کر دے گا، اس کی دعوت کامیاب ہو گی۔ مارکیٹنگ کے اصول دین کی دعوت کے معاملے میں بھی اتنے ہی کارآمد ہیں جتنا کاروبار کے معاملے۔

تبلیغی جماعت کا مبلغ

اہلیہ اور ماریہ کو میک عربیا دلا کر میں گاڑی کو سروس اسٹیشن پر لے گیا اور اس کا انجن آئل تبدیل کروایا۔ سروس اسٹیشن کے مالک کا رویہ بہت دوستانہ تھا۔ یہ صاحب اٹھارہ بیس برس کے نوجوان اردنی تھے۔ سرخ و سپید رنگت پر براؤن داڑھی بہت جچ رہی تھی۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ میں پاکستانی ہوں، تو ان کا پہلا سوال یہ تھا، "کیا آپ کبھی تبلیغی جماعت کے اجتماع میں رائیونڈ گئے ہیں؟" یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں عمان سے واپس جا رہا ہوں، انہوں نے مجھے اپنے ہفتہ وار اجتماع کی بھرپور دعوت دی اور اجتماع گاہ کا پورا نقشہ بنا کر دیا۔ ایسا کرنے کی وجہ تبلیغی بھائیوں کا یہ نظریہ ہے کہ "ہمیں ہر حال میں اور ہر شخص کو دعوت دینا چاہیے، اگر وہ ہماری دعوت قبول نہ بھی کرے، تب بھی اللہ تعالیٰ اس دعوت کے نتیجے میں کہیں اور کسی کو ہدایت دے گا۔"

تبلیغی جماعت عالم اسلام کی سب سے بڑی تبلیغی و اصلاحی تحریک ہے۔ چودہ صدیوں سے مسلمانوں کے ہاں معاشرے کی اصلاح کے لئے کی جانے والی کاوشوں کی ایک طویل تاریخ موجود ہے۔ اس عمل کو تجدید و احیائے دین کا نام دیا گیا ہے۔ تجدید و اصلاح کی یہ روایت ہمارے ہاں اتنی مضبوط ہے کہ دنیا کی کوئی قوم اس معاملے میں مسلمانوں کی ہمسری نہیں کر سکتی۔

بیسویں صدی کے نصف اول میں برصغیر کے مسلمانوں میں تجدید و احیائے دین کے دو ماڈل سامنے آئے۔ ان میں پہلا نقطہ نظر یہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھا کہ معاشرے کی اصلاح اوپر سے کی جائے۔ اسے ہم Top-Down Approach کا نام دے سکتے ہیں۔ اس نقطہ نظر کے مطابق حکمت عملی یہ وضع کی گئی کہ خدائی فوجداروں کی ایک جماعت بنائی جائے جو دین پر پوری طرح عمل کرنے والی ہو۔ یہ جماعت جیسے بھی ممکن ہو، اقتدار حاصل کرے اور حکومتی طاقت کے زور پر معاشرے کی اصلاح کا کام کرے۔

اس تحریک کو برصغیر میں مولانا ابو الکلام آزاد، علامہ اقبال اور سید ابو الاعلی مودودی جیسے عبقری میسر آ گئے۔ مولانا آزاد اور علامہ اقبال کی کوششیں تو زیادہ تر نظریاتی محاذ پر مرکوز رہیں لیکن مودودی صاحب نے نظریاتی میدان کے ساتھ ساتھ عملی میدان میں اتر کر باقاعدہ ایک جماعت بھی بناڈالی۔ معاشرے کی اصلاح کا پروگرام لے کر قیام پاکستان کے بعد جماعت اسلامی سیاست کے میدان میں اتر آئی۔

اسی نقطہ نظر کے تحت مختلف مسلکوں سے تعلق رکھنے والوں نے بھی اپنی جماعتیں بنائیں۔ ساٹھ ستر سال کی اس جدوجہد میں مذہبی سیاسی جماعتوں کو بہت زیادہ کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔ اتنا ضرور ہوا ہے کہ ان کی کوششوں کی نتیجے میں پاکستان کا اسلامی تشخص قائم ہو سکا ہے مگر عملی زندگی میں اس کے اثرات بہت زیادہ نمایاں نہیں ہیں۔ اسی طرز پر تمام مسلم ممالک میں مذہبی سیاسی جماعتیں وجود میں آئیں۔ ان کے نتائج بھی پاکستان سے کچھ مختلف ثابت نہ ہوئے۔ ٹاپ ڈاؤن ماڈل اختیار کرنے والی بعض جماعتوں نے مسلح جدوجہد کا راستہ بھی اختیار کیا جس کی انتہائی صورت اب القاعدہ اور طالبان کی صورت میں موجود ہے۔

بحیثیت مجموعی ٹاپ ڈاؤن ماڈل کو پچھلے ستر برس میں ایران اور افغانستان کے علاوہ کہیں بڑی کامیابی حاصل نہیں ہو سکی ہے۔ پچھلے چند سالوں میں ترکی میں اسلام پسند جماعت "جسٹس اینڈ ڈیویلپمنٹ پارٹی" کو کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ میرے خیال میں تمام مذہبی سیاسی جماعتوں کو ترکی کی جماعت کے طریق کار کا مطالعہ کر کے ان سے سیکھنا چاہیے۔ ان کے طریق کار کا تجزیہ میں نے اپنے سفرنامہ ترکی میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

تجدید و احیائے دین کا دوسرا ماڈل Bottom Up Approach تھی جسے تبلیغی جماعت نے اختیار کیا۔ جماعت کے بانی مولانا الیاس، سید مودودی کی طرح بہت بڑے مفکر تو نہ تھے لیکن اعلی پائے کے منتظم اور عملی میدان کے آدمی تھے۔ تھوڑے ہی عرصے میں تبلیغی جماعت ہندوستان کی حدود سے نکل کر پوری دنیا میں پھیل گئی۔ تبلیغی جماعت کی شاخیں مسلم ممالک کے علاوہ غیر مسلم ممالک میں بھی قائم ہیں۔ رائے ونڈ میں ہونے والا تبلیغی اجتماع دنیا میں حج کے بعد مسلمانوں کا سب سے بڑا اجتماع سمجھا جاتا ہے۔

تبلیغی جماعت کی دعوت نے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے افراد کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ مزدور پیشہ دیہاتیوں سے لے کر فوج اور انٹیلی جنس کے جرنیل، ملٹی نیشنل کمپنیوں کے سینئر ایگزیکٹوز اور بڑی بڑی یونیورسٹی کے پروفیسر تبلیغی جماعت میں شامل ہیں۔ ان کی دعوتی جدوجہد کے نتیجے میں مختلف شعبوں کے بڑے نام بھی تبلیغی جماعت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس میں وہ شعبے بھی شامل ہیں جو دینی طبقے کے نزدیک اینٹی اسلامک ہیں۔ پاکستان میں اس کی حالیہ مثال لیجنڈ کرکٹر سعید انور، انضمام الحق اور محمد یوسف ہیں۔ شوبز کی دنیا سے جنید جمشید جیسے بڑے گلوکار اور متعدد ٹی وی اور فلم آرٹسٹ بھی تبلیغی جماعت سے متعلق ہوئے۔

اس باٹم اپ ماڈل کو تبلیغی جماعت کے علاوہ دنیا بھر میں بہت سی جماعتوں اور افراد نے اختیار کیا۔ اس ماڈل کا نظریہ یہ ہے کہ ہمیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپنے معاشرے کی اصلاح کرنا چاہیے اور لوگوں کا تعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے دین سے قائم کرنا چاہیے۔ جب معاشرے کی اکثریت دین پر کاربند ہو گی تو اس کے نتیجے میں حکومت بھی اسلامی ہو جائے گی۔ مختلف مسلم اور غیر مسلم ممالک میں بے شمار افراد اور جماعتیں اس طریقے سے اپنے معاشرے کی اصلاح کا کام کر رہے ہیں۔ ان افراد میں قدیم طرز کے علماء کے ساتھ ساتھ بہت سے جدید تعلیم یافتہ افراد بھی شامل ہیں۔

ہماری دعوت کامیاب کیوں نہیں ہے؟

ہماری دینی جماعتوں اور دین دار افراد کی ان تمام فتوحات کے باوجود معاشرے پر ہماری اصلاحی کاوشوں کے بڑے اثرات نمایاں نظر نہیں آتے اور مسلم ممالک کے معاشرے دین سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ میری ناقص رائے کے مطابق اس معاملے میں ہماری تمام دینی اور اصلاحی تحریکوں کے طریق کار میں چند سقم پائے جاتے ہیں جنہیں دور کیے بغیر ہم معاشرے کی اصلاح نہیں کر سکتے۔

تمام انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی دعوت میں ایک بنیادی عنصر یہ رہا ہے کہ وہ اپنے معاشرے کو اچھی طرح سمجھتے تھے اور اسی کی زبان میں اللہ کی توحید کی دعوت پیش کیا کرتے تھے۔ قرآن مجید نے اس بات کا بار بار ذکر کیا ہے کہ ہم نے ہر قوم میں انہی میں سے رسول بھیجا جو انہی کی زبان میں دعوت پیش کیا کرتا تھا۔

ہماری تمام دینی تحریکوں کی جدوجہد، دعوت دین کے اس بنیادی عنصر سے محروم ہے۔ ہمارا پورا دینی طبقہ نہ تو آج کے جدید معاشروں کی نفسیات اور عمرانی ترکیب سے واقف ہے اور نہ ہی وہ ان کی زبان بولتا اور سمجھتا ہے۔ اگرچہ بظاہر یہ خواتین و حضرات اردو یا اپنی مادری زبان ہی بول رہے ہوتے ہیں لیکن ان کے الفاظ، تراکیب، اسالیب اور گفتگو کا انداز سامعین کے لئے اتنا ہی اجنبی ہوتا ہے جتنا کہ کوئی اور زبان ہو سکتی ہے۔

اگر ہم اپنے دینی طبقے کے لباس، رہن سہن، لائف اسٹائل، گفتگو کے انداز، کھانے پینے کے آداب، نشست و برخاست کے طریقے، غرض کسی چیز کا بھی جائزہ لیں تو اس میں یہ اپنے مخاطب معاشروں سے بالکل مختلف جگہ کھڑے نظر آتے ہیں۔ ایک صاحب علم کے الفاظ میں ہمارے داعین کا زور اس بات پر ہوتا ہے کہ "دنیا کو کیا ہونا چاہیے؟" وہ اس بات کو قطعی نظر انداز کر جاتے ہیں کہ "دنیا اس وقت ہے کیا؟" یہ جانے بغیر کہ آپ اس وقت کہاں کھڑے ہیں، آپ یہ طے کر ہی نہیں سکتے کہ آپ کو کس طرح اپنی منزل پر پہنچنا ہے۔ یہ چیز اتنی غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے کہ اس کے باعث ہمارے معاشروں کی اکثریت دین دار افراد کی بات سننے کے لئے بھی تیار نظر نہیں آتی۔

میرے رائے میں مبلغین کی تربیت کے دوران انہیں نفسیات (Psychology) اور عمرانیات (Sociology) کے مبادیات کی تعلیم دینا اشد ضروری ہے۔ پوری دنیا میں تمام مسلم کمیونیٹیز کو چھوڑ کر صرف امریکی مسلمانوں نے اس بات کی اہمیت کو محسوس کیا ہے اور انہوں نے اسلامی سوشل سائنسز کے چند ادارے قائم کیے ہیں۔ جس احباب اس موضوع سے دلچسپی رکھتے ہوں، وہ تفصیلی بحث کے لئے حیدر آباد دکن سے تعلق رکھنے والے امریکی دانشور مقتدر خان کے ان آرٹیکلز سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

http://www.ijtihad.org/IslamicSocialSciences.htm

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

http://www.theglobalist.com/StoryId.aspx?StoryId=3255

ہمارے دین دار افراد اور تحریکوں کے ہاں سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ سوائے چند لوگوں کے، ان کی دعوتی جدوجہد کا محور و مرکز قرآن مجید نہیں رہا۔ بہروپیوں کو نظر انداز کر کے اگر ہم اپنے کاز سے انتہائی مخلص لوگوں کا بھی جائزہ لیں تو ان کے ہاں بھی دعوت دین کا مقصد اپنے مسلک یا گروہ کی دعوت، فقہی مسائل کی تبلیغ، من گھڑت روایات میں بیان کئے گئے فضائل کے ذریعے چند مخصوص عبادات و رسوم پر عمل درآمد یا پھر بہت ہوا تو سوچے سمجھے بغیر قرآن مجید کو حفظ کرنے کی کوشش ان کی جدوجہد کا مقصد ہوتی ہے۔

ہماری اکثریت کے ہاں اخلاقیات، جو دین کا اہم ترین جزو ہیں، سرے سے زیر بحث ہی نہیں آتے اور اگر آتے بھی ہیں تو ان پر وہ زور نہیں دیا جاتا جو دوسرے معاملات میں روا رکھا جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک دنیا میں مسلمانوں کے پیچھے رہ جانے کی صرف اور صرف ایک ہی وجہ ہے کہ مسلمان علم اور اخلاقیات میں دوسری اقوام سے پیچھے ہیں۔ جب تک ہم علم اور اخلاق میں دوسروں سے پیچھے رہیں گے، ہم دنیا کی گاڑی میں بیک سیٹ پر ہی سفر کرتے رہیں گے۔ اگر ہم ڈرائیونگ سیٹ پر آنا چاہتے ہیں تو ہمیں علم اور اخلاق میں اپنا معیار دوسروں کی نسبت بلند کرنا ہو گا۔

قرآن نے پرزور طریقے سے بتایا ہے کہ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ یعنی "بے شک ہم نے اس قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان بنا دیا ہے تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔" فقہی مسائل کے استنباط کے لئے قرآن و سنت کو سمجھنے کے لیے بہت سے علوم کی ضرورت ہوتی ہے لیکن محض نصیحت حاصل کرنے کے لیے کسی مخصوص علم یا سالوں کی محنت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کوئی شخص محض ترجمہ پڑھ کر یا تلاوت مع ترجمہ سن کر بھی نصیحت حاصل کر سکتا ہے۔ قرآن مجید میں احکام سے متعلق آیات پورے قرآن کا دس فیصد بھی نہیں جبکہ نصیحت اور تذکیر قرآن کی نوے فیصد سے زائد آیات کا موضوع ہے۔

دوغری دوغری

اردن میں ایک عجیب بات یہ ہوئی کہ ہم جہاں بھی کسی سے راستہ پوچھتے تو وہ جواب میں کہتا، "دوغری دوغری"۔ میں نے اپنی طرف سے اس کا مطلب یہ فرض کر لیا کہ سیدھے چلے جاؤ۔ چند مرتبہ سیدھے جانے پر جب واقعی وہ مقام مل گیا تو یہ کنفرم ہوا کہ دوغری دوغری کا یہی مطلب یہی ہے کہ سیدھے چلے جاؤ۔ سعودی عرب میں اس مقصد کے لئے "علی الطول" یا "رح سیدھا" کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔

مادبہ شہر

میک عربیا کھانے اور آئل چینج کے بعد میرے دونوں مسائل حل ہو گئے یعنی اہلیہ اور گاڑی دونوں کی ناراضی دور ہو گئی۔ اب ہم کنگ ہائی وے پر روانہ ہوئے۔ تھوڑی دور جا کر ہی 'مادبہ' کا ایگزٹ آ گیا اور ہم شہر کی جانب چل پڑے۔

مادبہ شہر پہنچے تو لاہور کے دہلی دروازے جیسا ماحول پایا۔ ویسی ہی دکانیں، ویسی ہی ریڑھیاں، الیکشن کے ویسے ہی پوسٹر اور لوگوں کے چہروں پر ویسے ہی تاثرات۔ خود سے مختلف پا کر لوگ ہمیں مڑ مڑ کر دیکھ رہے تھے۔ مادبہ ایک قدیم شہر ہے جو رومی دور کی بہت سی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یادیں اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ ہم نے ایک دو افراد سے موزائک چرچ کا پوچھا اور گلیوں میں واقع چرچ تک پہنچ گئے۔ یہ پورا محلہ، عرب عیسائیوں کا علاقہ تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ اس علاقے کے لوگوں نے مغربی تہذیب کو پوری طرح اپنا لیا ہو۔ چرچ کے قریب ہی بہت سی دکانیں بھی تھیں جن میں ایک شراب کی دکان بھی تھی۔

موزائک آرٹ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عیسائیوں کے پادری حضرات سے مجھے جو معلومات حاصل ہوئی ہیں، اس کے مطابق شراب ان کے مذہب میں بھی حرام ہے اور وہ بھی اسے برائی ہی سمجھتے ہیں۔ اس کے باوجود ان کے ہاں مذہبی مقامات اور مذہبی تہواروں پر بھی شراب کھلے عام پی جاتی ہے۔ اہل مغرب کی ایک اور عجیب عادت یہ بھی ہے کہ وہ پوری دنیا میں سگریٹ نوشی کے خلاف بھرپور مہم چلا رہے ہیں اور اب سگریٹ کی ایڈورٹائزنگ اور پبلک مقامات پر سگریٹ نوشی کرنے پر اکثر ممالک میں پابندی لگ چکی ہے لیکن شراب، جس کے نقصانات سگریٹ سے کہیں زیادہ ہیں، نہ صرف یہ کہ کھلے عام پی جاتی ہے بلکہ اس کی ایڈورٹائزنگ بھی ان کے میڈیا پر عام ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چرچ کا گیٹ بند تھا۔ ایک صاحب سے میں نے چرچ کے گیٹ کا پوچھا تو وہ مجھے نجانے کیا سمجھے، حیرت سے میری شکل دیکھ کر کہنے لگے، "چرچ جا رہے ہیں تو آپ نے داڑھی کیوں رکھی ہوئی ہے؟" گیٹ کے سامنے ایک چھوٹی سی دکان تھی۔ اس میں ایک اسی نوے سالہ بزرگ اپنی اہلیہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ ریٹائرمنٹ کی عمر میں دونوں نے وقت گزارنے کا اچھا طریقہ ڈھونڈا تھا۔ میں نے ان بزرگ سے چرچ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ موزائک آرٹ کے تمام نمونے اب آرکیالوجیکل پارک اور مادبہ میوزیم میں منتقل کر دیے گئے ہیں۔ انہوں نے ہمیں میوزیم کا راستہ بھی سمجھا دیا جو ساتھ والی گلی ہی میں تھا۔

بازنطینی رومیوں کا موزائک آرٹ

مادبہ میوزیم پہنچے تو وہاں چند عرب خواتین بیٹھی تھیں۔ ان سے تین دینار کا ٹکٹ لیا اور میوزیم دیکھنے نکل کھڑے ہوئے۔ ان خاتون نے یہ بھی بتایا کہ اسی ٹکٹ میں آپ آرکیالوجیکل پارک بھی دیکھ سکتے ہیں۔ مسلمانوں کی آمد سے پہلے اردن اور شام پر اہل روم کی حکومت تھی۔ ان لوگوں نے مادبہ کے علاقے میں موزائک آرٹ کو بہت فروغ دیا۔ اس آرٹ میں پتھر کے باریک باریک ٹکڑوں کی مدد سے فرش یا دیواروں پر تصاویر اور نقشے بنائی جاتیں۔ یہ فرش ہمارے موزائک یا چپس کے فرشوں سے مختلف ہوتے تھے۔

میوزیم میں موجود تصاویر میں پھولوں، گھوڑوں، پودوں، پرندوں اور مچھلیوں کی تصاویر شامل تھیں جو کہ چھوٹے چھوٹے پتھروں کی مدد سے بنائی گئی تھیں۔ یہ آرٹ نہایت ہی متاثر کن تھا۔ ارض مقدس کے ایک موزائک نقشے کی تصاویر میں نے انٹرنیٹ پر دیکھی تھیں لیکن وہ یہاں نظر نہ آیا۔ شاید وہ آرکیالوجیکل پارک میں ہو گا۔ یہاں بہت سے ستونوں کے ٹکڑے بھی پڑے تھے۔ اندر شو کیسوں میں قدیم دور کے برتن، زیور، ہتھیار اور سکے وغیرہ رکھے ہوئے تھے۔ قدیم دور کے عرب بدوؤں کے کچھ مجسمے بھی یہاں موجود تھے جنہیں اس دور کا لباس پہنا کر کھڑا کیا گیا تھا۔ یہ مجسمے دیکھنے میں جیتے جاگتے انسان لگتے تھے۔

یہاں آرکیالوجیکل پارک کا ایک بروشر بھی نظر آیا۔ وقت کی کمی کے باعث ہم یہاں جا نہ سکے۔ اس پوسٹر میں یہ بتایا گیا تھا کہ چھٹی اور ساتویں صدی میں اردن کے علاقے میں بہت سے گرجا تعمیر کیے گئے تھے۔ جب یہ علاقے مسلمانوں کے زیر اقتدار آئے تو ان گرجوں کو پوری آب و تاب سے برقرار رکھا گیا۔ مسلمانوں کے اقتدار میں ہمیشہ غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی دی گئی ہے اور ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کی گئی ہے۔ مذہبی رواداری کی یہ روایت ایسی ہے کہ جس پر تعصب کے اس دور میں بھی بڑی حد تک عمل ہو رہا ہے چنانچہ پاکستان جیسے ملک میں چرچ اور مندر مساجد کے مقابلے میں نسبتاً زیادہ محفوظ ہیں۔ اکا دکا واقعات کو استثنا قرار دیا جا سکتا ہے لیکن بحیثیت مجموعی ہم نے ہمیشہ غیر مسلموں کے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے۔ مذہبی رواداری کی اس روایت کو ہمیں پوری طرح برقرار رکھنا چاہیے۔

اصحاب کہف کی غار

اس پوسٹر میں اصحاب کہف کی غار کی تصویر بھی دی گئی تھی۔ اہل اردن کا دعوی ہے کہ اصحاب کہف کی غار عمان کے قریب واقع ہے۔ یہی دعوی ترکی کے شہر افسس کے بارے میں بھی کیا جاتا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی تحقیقات کے مطابق یہ غار پیٹرا میں واقع ہے جبکہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مودودی صاحب کی رائے میں یہ غار افسس میں ہے۔ اصل حقیقت تو اللہ تعالی کے علم میں ہے۔

اصحاب کہف سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی امت کے چند صاحب ایمان نوجوان تھے جن کے دور میں مشرک حکومت نے مذہبی جبر اور تشدد کا راستہ اختیار کیا اور اہل ایمان کو سزائیں دینا شروع کیں۔ ان نوجوانوں نے اپنا ایمان بچانے کے لیے شہر چھوڑ کر ایک غار میں پناہ لے لی۔ ان کا کتا ان کے ساتھ تھا۔ توحید کے ان پروانوں کی یہ ادا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آئی اور اس نے انہیں گہری نیند سلا دیا۔ 300 سال تک یہ لوگ سوتے رہے اور ان کی خوراک اور انہیں الٹ پلٹ کرنے کا انتظام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا رہا۔ جب وہ اٹھے تو یہ سمجھے کہ شاید ہم ایک آدھ دن یہاں سوئے ہیں۔ انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو شہر خوراک لانے کے لیے بھیجا۔

رومی بادشاہ کے عیسائیت قبول کرنے کے نتیجے میں پورا معاشرہ عیسائیت قبول کر چکا تھا۔ یہ صاحب شہر پہنچے تو ان کے تین سو سال پرانے سکوں، لباس اور انداز و اطوار کے باعث لوگوں نے انہیں گھیر لیا۔ یہ لوگ جب انہیں لے کر غار میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہاں تین سو سال پہلے کے باشندے موجود ہیں۔ سریانی روایات سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ اس دور میں ان کے ہاں آخرت کے عقیدے پر بحث چھڑی ہوئی تھی اور منکرین آخرت کا فتنہ پھیلا ہوا تھا۔ اس روشن دلیل سے ان لوگوں کو اللہ کی حجت پوری ہو گئی۔ اصحاب کہف کا وہیں انتقال ہو گیا۔ لوگوں نے ان کے مقام پر ایک عبادت گاہ بنا دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات پر بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنانے کے باعث ان لوگوں پر لعنت فرمائی تھی۔

سورہ کہف میں یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے ہاں ایک معرکۃ الآرا بحث کی طرف اشارہ کیا ہے جو اصحاب کہف کی تعداد کے بارے میں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے فضول موضوعات پر بحث کرنے سے منع کیا ہے اور یہ تلقین کی ہے کہ انسان کو اصل بات پر ہی اپنی توجہ مرکوز رکھنی چاہیے۔

میوزیم میں ایک بڑے پتھر پر درود شریف کھود کر لکھا گیا تھا۔ ایک جانب غالباً مسلم دور کی ایک میز بھی تھی جس پر نہایت ہی نفاست سے کام کیا گیا تھا۔ پتھر کے بعض گلدان بھی نظر آئے جن پر مسلمانوں نے کام کیا ہوا تھا۔ رومی دور کی تحریریں بھی بعض پتھروں پر نظر آئیں۔

اردنیوں کی پاکستانیوں سے محبت

میوزیم سے باہر نکل کر ہم مین روڈ پر آئے۔ میرے پاس اردنی دینار اب بالکل ختم ہو گئے تھے۔ ہمیں ابھی اردن میں کم از کم دس بارہ گھنٹے اور گزارنا تھے۔ شہر میں منی چینجر کی کوئی دکان نظر نہ آ رہی تھی۔ روڈ پر "اردن اسلامی بینک" کی بڑی سی عمارت نظر آئی۔ میں نے سوچا کہ یہاں کوشش کی جائے۔ بینک میں داخل ہوا تو ایسا لگا جیسے میں غلطی سے کسی مچھلی منڈی میں آ گھسا ہوں۔ یہاں صرف مچھلیاں نہیں تھیں باقی سب کچھ تھا۔ بینک کا کیشئر مچھلی فروشوں کی طرح آوازیں لگا رہا تھا اور لوگ بے ہنگم طریقے سے دھکم پیل کر رہے تھے۔

میں نے ایک صاحب سے اپنا مسئلہ بیان کیا، انہوں نے دوسرے کی طرف اشارہ کیا۔ دوسرے سے پوچھا تو انہوں نے تیسرے کی جانب اشارہ کیا۔ میں نے اب تیسرے صاحب سے، جو کاؤنٹر سے ہٹ کر پچھلی میز پر بیٹھے تھے، اپنا مسئلہ بیان کیا تو وہ گہری سوچ میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ڈوب گئے۔ کچھ دیر میرے مسئلے پر اور پھر اتنی ہی دیر میری شکل کے بارے میں غور و فکر فرمانے کے بعد پوچھنے لگے، "پاکستانی؟؟" میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ بس پھر کیا تھا، سیٹ سے اٹھے، لپک کر میری طرف بڑھے، گرمجوشی سے ہاتھ ملایا، مجھ سے دو سو ریال کا نوٹ لیا اور چشم زدن میں ساڑھے سینتیس اردنی دینار لا کر مجھے تھما دیے۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور سلام دعا کر کے بینک سے باہر آ گیا۔

گاڑی میں مسلسل بیٹھے رہنے کے باعث میری اہلیہ کے پاؤں متورم ہو رہے تھے اور وہ کھلی جوتی کی تلاش میں تھیں۔ بازار میں پہنچ کر وہ اپنی جوتی لینے ایک دکان میں داخل ہوئیں اور میں باہر کھڑے ایک ریڑھی والے سے پھل خریدنے لگا۔ یہاں بڑے سائز کا انگور بافراط موجود تھا۔ یہ انگور ہمارے چھوٹے اور بڑے انگور کے درمیان کی کوئی چیز تھا۔ چکھنے پر نہایت ہی لذیذ معلوم ہوا۔ میں نے عربی میں ان صاحب سے انگور کے کریٹ کی قیمت پوچھی تو وہ اٹھ کر رقص کرنے لگے اور اردو میں جواب دیا، 'ایک دینار'۔ میں حیران ہو گیا اور ان سے اردو جاننے کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے دوبارہ رقص شروع کر دیا اور کہنے لگے، "میرے والد اردنی ہیں اور والدہ حیدر آباد (انڈیا) کی ہیں۔" اپنی زبان جاننے والے سے ملاقات ہونے پر جو خوشی محسوس ہوئی، میں اسے بیان نہیں کر سکتا۔ میں نے کریٹ خریدا، ان صاحب سے مصافحہ کیا اور آگے چل پڑا۔

سیدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اور جبل نیبو

اب ہماری اگلی منزل جبل نیبو تھی۔ مادبہ سے نو کلو میٹر کے فاصلے پر واقع یہ پہاڑ تاریخی اعتبار سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس پہاڑ کی وجہ اہمیت یہ ہے کہ بائبل کے بیان کے مطابق سیدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات اس پہاڑ پر ہوئی تھی۔ یہ علاقہ اس دور میں موآبی قوم کا علاقہ تھا جسے بنی اسرائیل نے سیدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی قیادت میں فتح کیا تھا۔

> پھر موسیٰ موآب کے میدانوں سے کوہ نبو کے اوپر پسگہ کی چوٹی پر، جو یریحو کے مقابل ہے، چڑھ گئے۔ وہاں خداوند نے انہیں جلعاد سے دان تک کا سارا ملک، نفتالی کا سارا ملک، افرائیم اور منسی کا علاقہ، اور مغربی سمندر (بحیرہ روم) تک یہوداہ کا ملک، اور کھجوروں کے شہر یریحو کی وادی سے ضغر تک کا سارا علاقہ دکھایا (یعنی موجودہ فلسطین، شام اور اسرائیل کا پورا علاقہ دکھا دیا)۔ پھر خداوند نے ان سے کہا: "یہ وہ ملک ہے جس کا وعدہ میں نے قسم کھا کر ابرہام، اضحاق اور یعقوب سے کیا تھا اور کہا تھا کہ میں اسے تمہاری نسل کو دوں گا۔ میں نے اس ملک کو تمہیں اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا موقع تو دے دیا لیکن تم (دریائے اردن اور ڈیڈ سی کے) اس پار جا کر اس میں داخل نہ ہو پاؤ گے۔"

اور خداوند کے کہنے کے مطابق خداوند کے خادم موسیٰ نے وہاں موآب میں وفات پائی۔ اور اس نے اسے ملک موآب میں بیت فعور کے مقابل کی وادی میں دفن کیا لیکن

قرآن مجید کے مطابق ارض مقدس کا یہ وعدہ اس بات سے مشروط تھا کہ بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کریں گے۔ چونکہ ان کا انتخاب اللہ تعالیٰ نے قیامت کی جزا و سزا کا ایک نمونہ دنیا میں دکھانے کے لئے کیا تھا، اس لئے ان کی نیکیوں کا بدلہ بحیثیت قوم انہیں اسی دنیا میں سرفرازی کی شکل میں دیا گیا اور ان کی برائیوں کا بدلہ انہیں اس دنیا میں ہی قومی حیثیت سے دیا گیا۔ ان کی غلط فہمی کہ انہوں نے اس وعدے کا استحقاق اپنے اعمال کی بجائے یہ سمجھا کہ وہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد ہیں۔ اسی غلط فہمی کے باعث وہ آج دنیا کے لئے خطرہ بنے ہوئے ہیں۔ یہی وعدہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اولاد ابراہیم کی دوسری شاخ بنی اسماعیل کے ساتھ کیا گیا۔ جب انہیں ان کی بداعمالیوں کی سزا ملی تو وہ بھی یہی سمجھے کہ یہ وعدہ ہم سے اپنے اعمال کی بجائے محمد رسول اللہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی حیثیت سے کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے یہ بھی آج دنیا کے لئے خطرہ بنے ہوئے ہیں۔

جبل نیبو

وادی جہاں بنی اسرائیل ٹھہرے رہے تھے

پہاڑ سے پہلے ایک مسجد آئی جس کا نام عربی اور انگریزی میں مسجد صلاح الدین لکھا ہوا تھا۔ یہیں ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد ہم آگے روانہ ہوئے۔ اردن میں بھی سعودی عرب کی طرح مساجد میں خواتین کا ہال الگ ہوتا ہے۔ تھوڑا آگے چلے تو "عیون موسیٰ" کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مقام آیا۔ یہاں سے ایک روڈ نیچے وادی میں جا رہی تھی۔ ہم بھی ان چشموں تک پہنچے لیکن یہ اب خشک ہو چکے تھے۔ بنی اسرائیل نے سیدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ اسی وادی میں قیام کیا تھا۔ اپنی وفات سے پہلے آپ جبل نیبو پر چڑھے اور وہیں وفات پائی۔ آپ کی قبر نامعلوم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا، "اگر میں وہاں ہوتا تو تمہیں موسیٰ کی قبر دکھاتا۔"

تھوڑا سا آگے چلے تو ہم جبل نیبو پر تھے۔ سڑک پہاڑ کی بلندی تک جا رہی تھی۔ عین چوٹی پر قدیم دور کا ایک گرجا بنا ہوا تھا جو غالباً بادشاہ جسٹنین نے سیدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی یاد میں بنایا تھا۔ مغربی سیاح یہاں بھی دھڑا دھڑ بسوں سے اتر رہے تھے۔ ہم لوگ کچھ دیر یہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہے اور اس کے بندوں موسیٰ اور محمد علیہم الصلوۃ والسلام پر درود و سلام کے نذرانے پیش کرنے کے بعد آگے روانہ ہوئے۔

دل تو چاہ رہا ہے کہ یہاں سیدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی سیرت اور بنی اسرائیل کی مختصر تاریخ بیان کر دی جائے لیکن اسے میں کوہ طور پہنچنے تک موخر کرتا ہوں۔

بپتسمہ سائٹ

جبل نیبو سے آگے بڑھے تو اترائی نے ہمارا خیر مقدم کیا۔ اب ہم دوبارہ گہرائی میں جا رہے تھے اور یہ گہرائی سطح سمندر سے بھی نیچے ہمیں لے جاتی۔ سامنے دریائے اردن کے اس پار ارض مقدس نظر آ رہی تھی جو جبل نیبو پر سیدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو دکھائی گئی تھی۔ تھوڑی دیر میں ہم بپتسمہ سائٹ جا پہنچے۔ گیٹ پر بپتسمہ سائٹ کے منتظم نے پیشہ ورانہ مسکراہٹ کے ساتھ ہمارا استقبال کیا۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ گاڑی یہیں پارک کر کے آپ ٹکٹ لے لیجیے۔ سائٹ کی بس آئے گی اور تمام سیاحوں کو لے کر مقدس مقامات تک جائے گی۔ تعارف پر ان کا نام ایمن معلوم ہوا۔

مجھے ایمن صاحب کی شکل کچھ جانی پہچانی لگی اور میں نے ان سے اس کا اظہار بھی کیا۔ وہ کہنے لگے، مجھے آپ بھی جانے پہچانے لگ رہے ہیں۔ میں نے کہا، "آپ کبھی جدہ آئے ہیں۔" کہنے لگے، "نہیں! میں تو اردن سے باہر کبھی نہیں نکلا۔" ہم لوگ انتظار گاہ میں آ کر بیٹھ گئے۔

میرا ذہن ابھی تک ایمن صاحب کی شکل میں ہی الجھا ہوا تھا۔ اس مشکل کو میری اہلیہ نے سلجھایا۔ کہنے لگیں، "ایسے نقش و نگار کے لوگ لاہوریوں میں بہت پائے جاتے ہیں۔" میرے ذہن میں ایک جھماکا ہوا اور اندرون بھاٹی و لوہاری، مصری شاہ، وسن پورہ اور شاد باغ کے رہنے والے بہت سے گوگے، مھتّے، گامے، بلّے، بھولے اور بگے میری آنکھوں کے سامنے آ گئے۔ غیر لاہوریوں کی معلومات کی لئے عرض ہے کہ اہل لاہور میں یہ نام بطور عرف استعمال ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کو اپنی عرفیت اتنی عزیز ہوتی ہے کہ نکاح نامے سے لے کر الیکشن کے بینرز تک اور اسکول کے فارم سے لے کر قبر کے کتبے تک ہر جگہ اپنے نام کے ساتھ عرفیت ضرور لکھتے ہیں۔

رہا مسئلہ یہ کہ ایمن صاحب کو میری شکل دیکھی دیکھی لگی تھی تو یہ کوئی خاص بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ملتی جلتی شکلوں کے لاکھوں یا کم از کم ہزاروں افراد دنیا میں پیدا کئے ہیں۔ اپنے دو چار ہم شکلوں کو میں خود بھی جانتا ہوں۔ میں اگر زندگی میں پہلی مرتبہ بھی دنیا کے کسی گوشے میں چلا جاؤں تو "آپ کو کہیں دیکھا ہے" یا "آپ فلاں صاحب یا ان کے بھائی تو نہیں؟" کے جملے ہر جگہ سننے کو ملتے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ مجھے تو یہ خطرہ بھی لاحق ہے کہ کہیں کسی اور کے دھوکے میں کوئی مجھے قتل نہ کر جائے۔ اس بحث سے ثابت یہ ہوا کہ ایمن صاحب سے میری ملاقات کبھی نہیں ہوئی تھی۔

ٹکٹ خریدنے کے بعد ہم لوگ گھنے درختوں کی چھاؤں میں بنچوں پر بیٹھ گئے۔ ہمارے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ وہاں موجود تھی۔ ٹھیک دس منٹ بعد بس آ گئی اور ہمیں لاد کر اصل سائٹ کی طرف چل پڑی۔ یہ پورا علاقہ اردن اور اسرائیل کا سرحدی علاقہ تھا۔ تھوڑی دور جا کر ایک چیک پوسٹ آئی اور ایک فوجی نے بس ڈرائیور سے اجازت نامہ وصول کرنے کے بعد گیٹ کھول دیا۔ اب ہم اردن اور اسرائیل کے درمیان نیوٹرل زون میں داخل ہو چکے تھے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ہم کسی خشک دریا میں اتر چکے ہیں۔ ایمن صاحب بتانے لگے کہ کسی زمانے میں دریائے اردن اس پورے علاقے پر مشتمل تھا لیکن بعد میں شام اور اسرائیل میں ڈیم بننے کے باعث یہ خشک ہو گیا اور اب صرف دس فٹ کی ایک ندی پر مشتمل ہے۔

تھوڑی دور جا کر اصل سائٹ آ گئی۔ بس سے اترتے ہی وہاں واقع چرچ کے منتظم پادری صاحب نے گرمجوشی سے ہمارا استقبال کیا۔ پورا علاقہ نہایت ہی سرسبز تھا لیکن شاداب نہ تھا۔ ہمارے ارد گرد پانی کے جنگلات تھے جو اسی قسم کے لگ رہے تھے جیسا کہ ہاکس بے کے علاقے میں سمندری جنگلات ہیں۔ انہی جنگلات کے درمیان کچا راستہ تھا جس پر چل کر ہمیں بپتسمہ سائٹ پر جانا تھا۔ ہمارے علاوہ باقی تمام لوگ ایک ہی فیملی سے تعلق رکھتے تھے اور پادری صاحب کے گرد گھیرا ڈال کر چل رہے تھے۔ ان کے ساتھ ایک ڈیڑھ دو سالہ بچی بھی تھی۔

تھوڑی دور جا کر ایمن صاحب میرے قریب آ گئے۔ کہنے لگے، "یہ لوگ دراصل بچی کو بپتسمہ دینے کے لئے آئے ہیں اور سیدھے چرچ جائیں گے۔ آپ میرے ساتھ آیئے۔" میں نے کہا، "میں بپتسمہ کا عمل بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔" کہنے لگے، "ہمارا وقت محدود ہوتا ہے۔ اس صورت میں اصل مقامات رہ جائیں گے۔" اب ہم ان لوگوں سے علیحدہ ہو کر ایک اور پگڈنڈی پر ہو لئے۔ تھوڑی دور جا کر بپتسمہ سائٹ آ گئی۔ یہی وہ مقام تھا جہاں سیدنا یحیی (John the Baptist) علیہ الصلوۃ والسلام نے سیدنا عیسیٰ (Jesus Christ) علیہ الصلوۃ والسلام کو بپتسمہ دیا تھا۔

اس مقام پر پانچویں یا چھٹی صدی کا لکڑی کا بنا ہوا ایک متروک گرجا بھی موجود تھا جو سیدنا مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کی یاد میں بنایا گیا تھا۔ اس تاریخی گرجا میں بھی موزائک کے فرش پر کئی تصاویر اور نقشے بنائے گئے تھے۔ بپتسمہ کا اصل مقام گہرائی میں تھا۔ ایک طرف اس سائٹ کا نقشہ بھی بنا ہوا تھا جسے کے مطابق اس دور میں دریائے اردن سے پانی کی ایک شاخ (Stream) اس مقام پر آتی تھی۔ یہ شاخ یحیی کے چشمے (John the Baptist Spring) کے نام سے مشہور تھی۔ اسی جگہ سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو بپتسمہ دیا گیا تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بپتسمہ کا مقام کو جانے والا راستہ

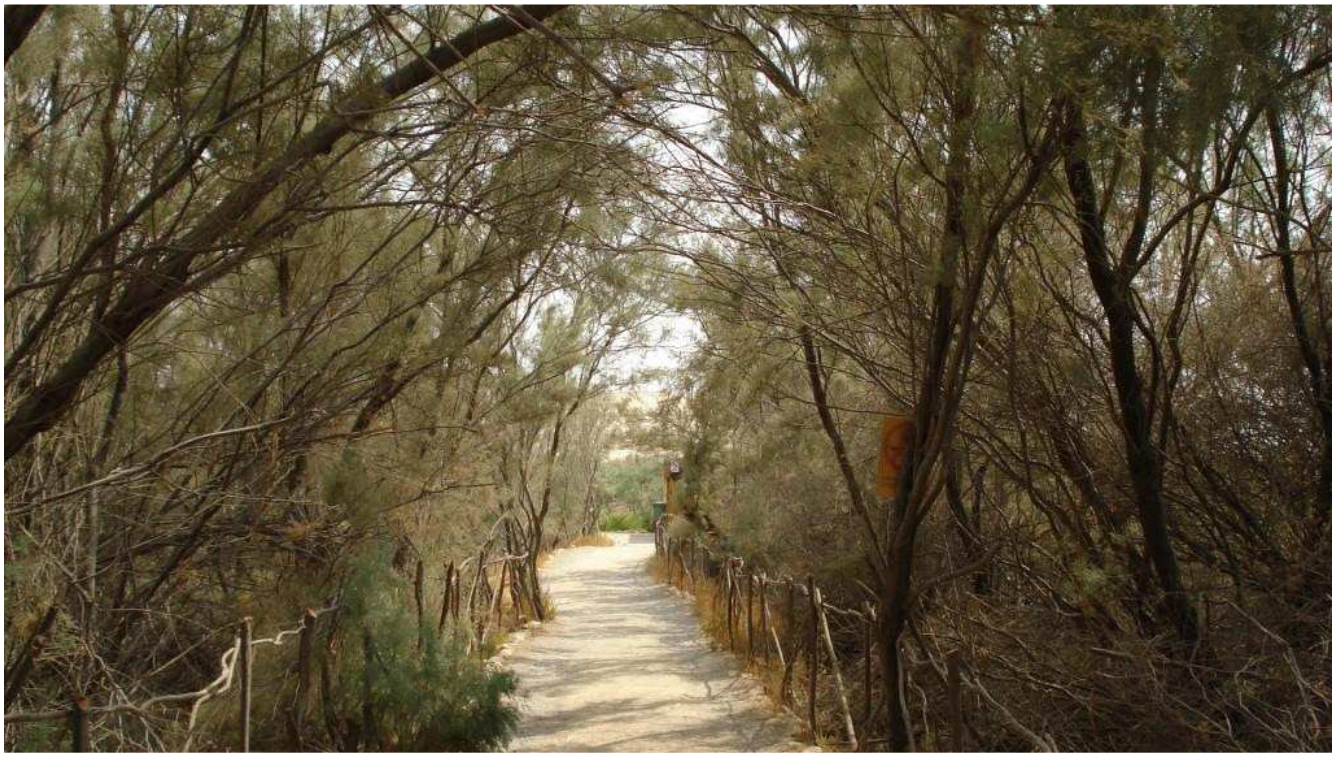

بپتسمہ کا مقام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قدیم چرچ کی یادگار

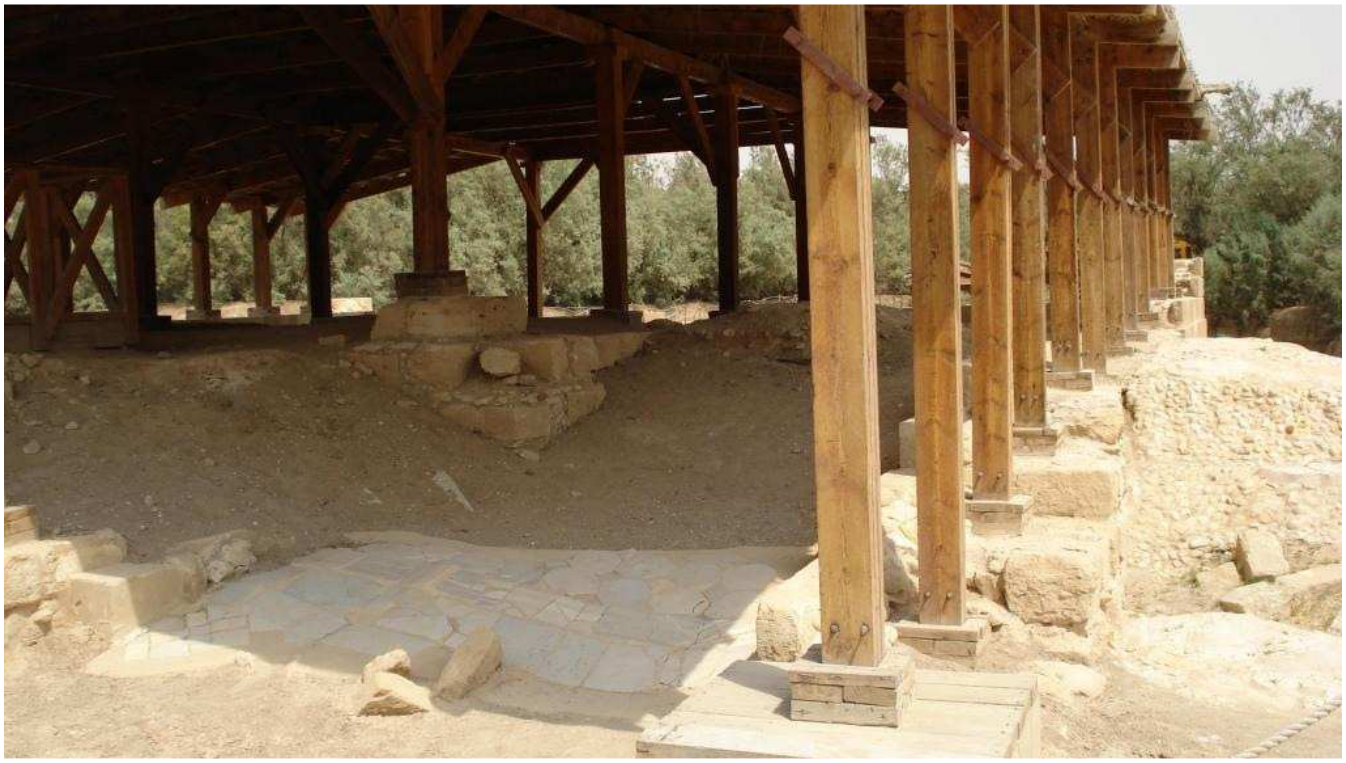

جدید آرتھوڈوکس چرچ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دریائے اردن (سامنے فلسطینی علاقہ ہے)

بپتسمہ دینے کی خیالی تصویر

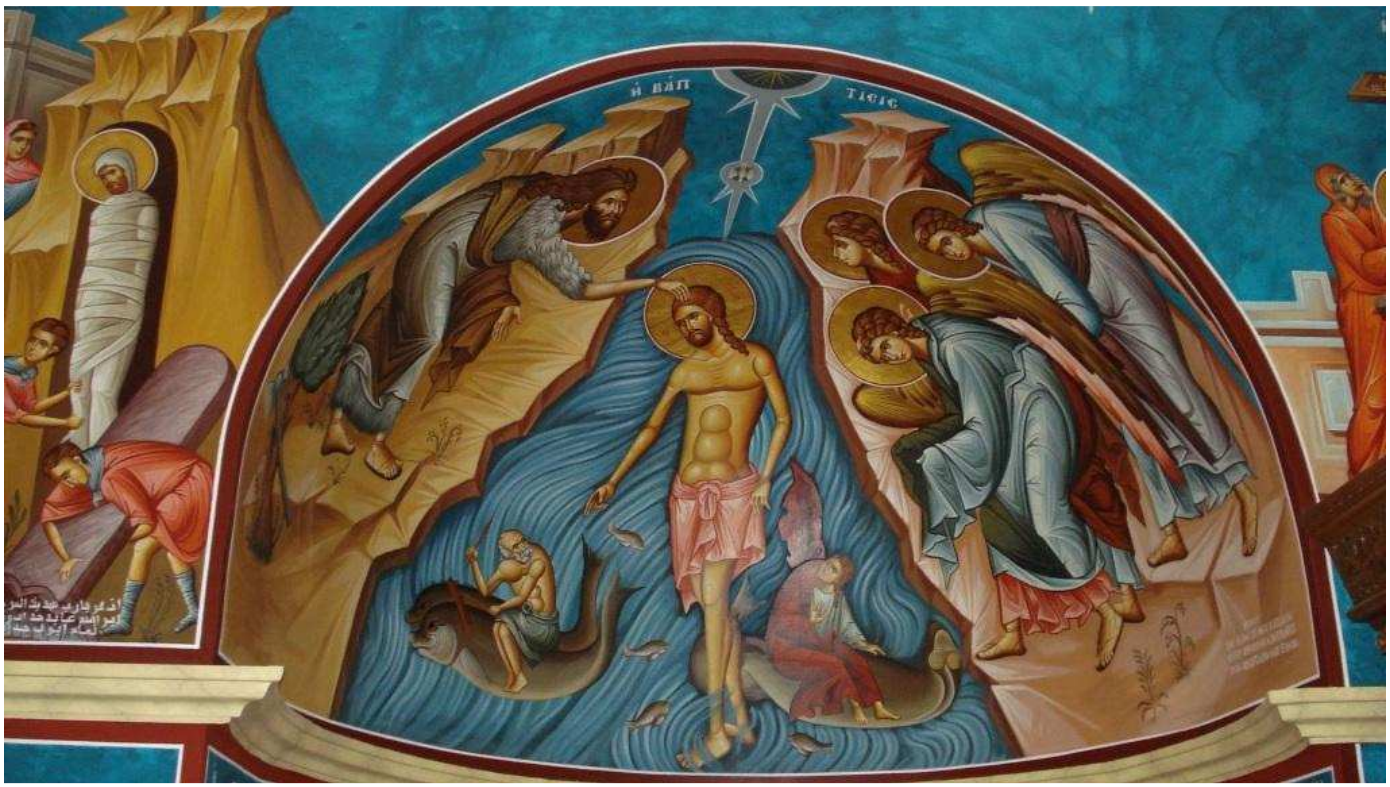

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بپتسمہ کا پانی

میں نے ایمن صاحب سے کہا، "میں نے سنا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے بپتسمہ کی ایک سائٹ گلیل کی جھیل کے پاس بھی ہے۔" کہنے لگے، "مختلف روایات موجود ہیں۔ اس سائٹ کے اصل مقام ہونے کے تین ثبوت پیش کیے جاتے ہیں۔ ایک تو بائبل ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بپتسمہ سے پہلے سیدنا عیسی نے دریا پار کیا تھا۔ چونکہ سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام دریا کے اس پار یروشلم میں تھے تو دریا پار کر کے اسی جگہ آئے ہوں گے۔ دوسرے ان گرجوں سے ملنے والے قدیم نقشے ہیں اور تیسرے اس مقام کی زیارت کرنے والے افراد ہیں جو صدیوں سے تواتر کے ساتھ یہاں آ رہے ہیں۔" اس کی تفصیلات میں نے بعد میں اس مقام کی ویب سائٹ www.baptismsite.com پر دیکھیں۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ 2000ء میں پوپ جان پال دوئم بھی یہاں تشریف لائے اور انہوں نے اس مقام کو مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کے بپتسمہ کا اصل مقام قرار دیا۔

پوپ جان پال دوئم اور مذاہب کے مابین مثبت مکالمہ

پوپ جان پال کیتھولک عیسائیوں کی محبوب ترین شخصیت تھے۔ ان کی شخصیت کا مسلمان بھی بہت احترام کرتے ہیں۔ انہوں نے عیسائیت اور دیگر مذاہب کے درمیان ایک مثبت مکالمہ شروع کرنے کی اعلی روایت قائم کی۔ اسلام اور دیگر مذاہب کے ساتھ ان کا رویہ احترام اور مثبت گفت و شنید پر مبنی رہا۔ کاش ہمارے ہاں بھی ایسی شخصیات پیدا ہوں جو دوسرے مذاہب کے ساتھ منفی انداز کی مناظرے بازی کی بجائے "مثبت مکالمے" کو فروغ دیں۔ اپنے دین کی تبلیغ دوسروں کے مذہب کی توہین سے نہیں بلکہ ہمیشہ صرف اور صرف مثبت انداز میں مکالمہ کرنے سے ہو سکتی ہے۔

اسلام کی پوری تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ غیر مسلموں نے اسی صورت میں اسلام قبول کیا ہے جب ان کے سامنے اسلام ایک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مثبت ماحول میں سامنے آیا ہے۔ سری لنکا اور بھارت کے جنوبی علاقوں کے علاوہ انڈونیشیا اور ملائشیا اس کی مثال ہیں۔ پچھلے دو سو سال سے ہمارے ہاں جو ذہنیت پیدا ہوئی ہے، اس کے تحت ہم نے دنیا کے سامنے اسلام کو دہشت گردی، نفرت، اور دوسروں کی اہانت کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔

اس امیج کو ہماری بے وقوفیوں اور اسلام دشمنوں کے پراپیگنڈے کے تحت غیر مسلموں کے سامنے پوری شدت سے پیش کیا گیا ہے۔ اسلام کو غیر مسلموں کے سامنے ان کے مخالفین کے مذہب کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اس امیج کے تحت کون ایسا شخص ہو گا جو مثبت طریقے سے اسلام کو سمجھنے کی کوشش کرے گا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے معجزہ ہے کہ دیار مغرب میں بے شمار لوگ پھر بھی اسلام قبول کر رہے ہیں اور غیر مسلموں کے پیش کردہ اعداد و شمار کے مطابق امریکہ اور یورپ میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا مذہب اسلام ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام، اللہ تعالیٰ کی جانب سے صرف اور صرف ایک ہی دین لے کر آئے۔ اس دین میں عقائد اور اخلاقیات کے لحاظ سے کوئی فرق نہ تھا البتہ وقتی حالات کی مناسبت سے شرعی احکام میں تھوڑا بہت تغیر واقع ہوتا رہا ہے۔ آج بھی اگر ہم اپنی شریعت کا عیسائیوں اور یہودیوں کی شریعت سے موازنہ کریں تو ان میں مشترک احکام کی تعداد، اختلافات کی نسبت کہیں زیادہ ہے۔

ایسا ضرور ہوا ہے کہ بعض غیر مخلص لوگوں نے (بشمول مسلمان کہلانے والوں کے) اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت کو اپنی خواہشات، تعصبات اور مفادات کے تحت مسخ کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت اتنی واضح ہے کہ اگر کوئی خلوص نیت سے کوشش کرے تو حق تک آسانی سے پہنچ سکتا ہے۔ قرآن مجید نے ہمیں اہل کتاب سے گفتگو کرنے کا جو طریقہ بتایا ہے، اس کے مطابق ہماری گفتگو ان کے ساتھ متفق علیہ چیزوں سے شروع ہونی چاہیے۔ اسی چیز کو میں "مثبت مکالمہ" کا نام دیتا ہوں۔ ہمارے ہاں علماء کہلانے والے بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے برعکس "مناظرہ" کا طریقہ اختیار کیا جو کہ شروع ہی اختلاف سے ہوتا ہے اور اس میں دوسرے کے نقطہ نظر کی توہین کی جاتی ہے جس سے نفرتوں میں اضافے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

یہودی، عیسائی اور مسلمان کے درمیان مشترک شخصیت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی شخصیت ہے۔ دین ابراہیمی کی روایت میں مشترک عقائد، اخلاقیات اور شرعی احکام کی تعداد اختلافات سے کہیں زیادہ ہے۔ انہی مشترک عقائد، اخلاقیات اور شرعی احکام کو بنیاد بنا کر مثبت مکالمہ شروع کیا جا سکتا ہے جس کے نتیجے میں ان تینوں مذاہب کے ماننے والوں میں ہم آہنگی پیدا کی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ یہی مکالمہ ہندو مت، بدھ مذہب اور دیگر تمام مذاہب کے ساتھ شروع کیا جا سکتا ہے جن میں اسلام کے ساتھ مشترک عقائد، اخلاقیات اور شرعی احکام کی بڑی تعداد موجود ہے۔

اس مکالمے کو شروع کرنے کے لئے سب سے اہم کام مثبت ذہن رکھنے والے ایسے اہل علم کی تیاری ہے جو اپنے دین کے ساتھ ساتھ دوسرے ادیان کو بھی کھلے دل سے سمجھنے کے لئے تیار ہوں۔ اپنے ہاں ایسے اہل علم کی تیاری کے ساتھ ساتھ ہمیں دوسرے مذاہب کے ماننے والوں سے بھی اپیل کرنی چاہیے کہ وہ بھی اپنے ہاں ایسے مثبت ذہن رکھنے والے اہل علم تیار کریں تاکہ ڈائیلاگ کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس عمل کو آگے بڑھایا جاسکے۔ اہل کلیسا اس معاملے میں پہلے ہی کافی کام کر چکے ہیں۔

آرتھوڈوکس چرچ

بپستمہ سائٹ سے گزر کر ہم لوگ آگے بڑھے۔ تھوڑی دور جا کر ایک نو تعمیر شدہ چرچ ہمارے سامنے تھا جس کا مسجد اقصی کی طرز کا سنہرا گنبد دھوپ میں چمک رہا تھا۔ میرے استفسار پر ایمن صاحب نے بتایا کہ یہ آرتھوڈوکس فرقے کا چرچ ہے۔ پوپ نے کیتھولک فرقے کے چرچ کی منظوری بھی دے دی تھی جس کا ڈیزائن آرکیٹکٹ تیار کر رہے ہیں۔ پروٹسٹنٹ فرقے کے چرچ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فرقوں اور مسالک کی بنیاد پر مساجد صرف ہمارے ہاں ہی نہیں بنتیں بلکہ دیگر مذاہب کے ہاں بھی یہ تصور موجود ہے۔ ویسے ہمارے ہاں بھی فرقہ وارانہ بنیادوں پر مساجد میں نے صرف برصغیر ہی میں دیکھیں۔ عالم عرب، اردن، مصر اور ترکی وغیرہ میں اس بات کو کوئی تصور نہیں ہے۔ امریکہ اور یورپ میں چونکہ مسلمانوں کی بڑی تعداد برصغیر ہی سے گئی ہے اس لئے اپنے فرقہ وارانہ تصورات بھی یہ لوگ وہاں لے گئے اور انہی بنیادوں پر وہاں مساجد کی تعمیر کی۔

قرآن مجید کا نقطہ نظر اس بارے میں بالکل مختلف ہے۔ قرآن کے مطابق ایک خدا کی عبادت کے لئے بنائی جانے والی عمارتوں کو صرف خدا ہی کے لئے وقف ہونا چاہیے اور ہر شخص کو اس میں عبادت کرنے کے لئے مکمل آزادی دی جانی چاہیے۔ قرآن مجید نے ایسے مقامات پر عبادت کرنے سے روکنے کی شدید مذمت کی ہے۔ "وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَى فِي خَرَابِهَا۔ اس شخص سے بڑھ کر اور کون ظالم ہو گا جو اللہ کی مساجد میں اس کے نام کی یاد سے روکے اور ان کی ویرانی کے درپے ہو۔" (البقرہ2:114)

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی میں نجران سے آنے والے عیسائی وفد کے ارکان کو اپنے طریقے پر نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی۔ جب یروشلم فتح ہوا تو نماز کے وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نماز کے لئے جگہ تلاش کرنے لگے۔ عیسائی پادریوں نے آپ کو گرجا میں نماز ادا کرنے کا مشورہ دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، "میں نماز پڑھ تو لوں لیکن مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں مستقبل میں کوئی مسلمان اس بنیاد پر اس گرجے پر قبضہ نہ کر لے کہ یہاں ہمارے خلیفہ نے نماز ادا کی تھی۔" اسی وجہ سے آپ نے گرجا کی سیڑھیوں کے پاس نماز ادا کی۔ اس سے دور اول کے مسلمانوں کی رواداری اور مذہبی آزادی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

یہاں موجود چرچ کی عمارت نہایت ہی خوبصورت تھی۔ اس چرچ کا افتتاح 2004ء میں کیا گیا۔ بڑے پادری صاحب کے نائب ہمیں لے کر چرچ میں داخل ہوئے۔ بڑے پادری صاحب بھی باریش تھے لیکن ان کے نائب ایک مشت داڑھی کے باعث اچھے خاصے امام مسجد لگ رہے تھے۔ میں نے ان سے جوتے اتارنے کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگے، "اس کی ضرورت نہیں"۔

انبیاء کرام کی تصاویر

یہ ایک چھوٹا سا چرچ تھا۔ ہال کا فرش لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ ایک جانب ایک ڈائس رکھا ہوا تھا جہاں پادری صاحب خطبہ دیتے تھے۔ چرچ کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دیواروں پر بہت سی تصاویر پینٹ کی گئی تھیں جن میں سے زیادہ تر سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی تھیں۔ آپ کی حیات طیبہ کے مختلف ادوار کو ان تصاویر میں دکھایا گیا تھا۔ ایک تصویر آپ کے بچپن کی تھی جس میں آپ اپنی والدہ سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے۔ ایک تصویر لڑکپن کی تھی۔ ایک اور تصویر میں آپ کو بپتسمہ لیتے دکھایا گیا تھا۔ آپ کی جوانی کی تصاویر بھی یہاں موجود تھیں۔ ایک تصویر سیدنا یحیی علیہ الصلوۃ والسلام کی تھی۔ ایک تصویر میں آپ کے صحابہ یا حواری دکھائے گئے تھے۔ ان کے علاوہ مختلف ادوار کے راہبوں کی تصاویر بھی یہاں موجود تھیں۔

یہاں ایک کتبہ بھی تھا جس پر عربی اور کسی یورپی زبان غالباً اطالوی میں لکھا ہوا تھا، "دریائے اردن کے قریب بپتسمہ سائٹ پر واقع گرجا سے برآمد ہونے والے ان نوادرات کا تعلق اولیاء اللہ سے ہے۔" ان نوادرات میں کسی راہب کی ہڈیاں اور کھوپڑی بھی شامل تھی۔ میری اہلیہ کو انسانی کھوپڑی دیکھنے کا بہت شوق تھا اس لئے میں نے انہیں یہ کھوپڑی خاص طور پر دکھائی۔ انہوں نے کافی حوصلے سے اس کھوپڑی کو دیکھا۔ چرچ کی مرکزی دیوار میں ایک محراب بنی ہوئی تھی جس پر صلیب کا نشان بنا ہوا تھا۔ اس کے اوپر دو تصاویر تھیں جن میں سے ایک حضرت جبرائیل علیہ الصلوۃ والسلام کی تھی۔ اس میں ان کے دو پر واضح طور پر دکھائے گئے تھے۔

قدیم دور سے اللہ کے نیک بندوں کی تصاویر اور مجسمے بنانے کا رجحان مختلف اقوام میں موجود رہا ہے۔ بالعموم یہ تصاویر اور مجسمے ان کی وفات کے بعد ان کی یاد قائم رکھنے کے لئے بنائے گئے۔ کئی نسلوں کے بعد یہ تصاویر انتہائی تقدس اختیار کر جاتیں اور بسا اوقات ان نیک بندوں کی تعلیمات کے بالکل برعکس انہی کی پرستش شروع کر دی جاتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وجہ سے مقدس تصاویر بنانے سے منع فرمایا۔ اسی حکم کے باعث مسلمانوں کے ہاں مذہبی شخصیات کی تصاویر کا رجحان زور نہ پکڑ سکا۔ احادیث میں اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ تفصیل سے بیان ہوا ہے لیکن اس کی بنیاد پر کسی نے آپ کی تصویر بنانے کی جرأت نہیں کی ہے۔

بعد کے ادوار میں جب مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام سے دور ہٹ گئے تو تصاویر پرستی کی جگہ قبر پرستی نے لے لی۔ نیک بندوں کے عالیشان مقبرے بنائے گئے، ان سے منتیں مانی گئیں، ان پر چڑھاوے چڑھائے گئے، ان مقامات پر سالانہ میلے منعقد کئے گئے اور یہ سلسلہ پھیلتا چلا گیا۔ دور جدید میں بہت سے افراد اپنے اساتذہ یا پیر صاحبان کی تصاویر گھروں میں آویزاں کرتے ہیں۔ تقدس کے انتہائی جذبات کے ساتھ صبح اٹھ کر سب سے پہلے ان کی زیارت کرتے ہیں اور انہیں چوم کر آنکھوں سے لگاتے ہیں۔

دریائے اردن

اب ہم چرچ سے نکل کر دریائے اردن کی طرف آ گئے۔ دریا کے دونوں جانب گھنا سبزہ تھا جس کے باعث اس کا پانی سبز رنگ کا ہو رہا تھا۔ اس مقام پر دریا کی چوڑائی دس فٹ کے قریب تھی۔ گھنے سبزے کے درمیان دریا کا منظر کافی خوبصورت محسوس ہو رہا تھا۔ عیسائیوں کے نزدیک اس دریا کے پانی کا ایک ایک قطرہ مقدس ہے۔ ان کے ہاں دریائے اردن کو وہی حیثیت حاصل ہے جو ہندوؤں کے ہاں دریائے گنگا کو ہے۔

ایمن بتانے لگے کہ فلسطینی شہر 'یریحو (Jeriho)' یہاں سے سات کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یریحو دنیا کا سب سے قدیم مسلسل آباد شہر ہے۔ بائبل میں بارہا اس کا ذکر آیا ہے۔ ماہرین آثار قدیمہ کا اندازہ ہے کہ یہ شہر 9000 سال سے آباد ہے۔ سیدنا موسی علیہ الصلوۃ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

والسلام کی وفات کے بعد بنی اسرائیل نے سیدنا یشوع بن نون علیہ الصلوۃ والسلام کی قیادت میں اسی مقام کے پاس سے دریائے اردن پار کر کے سب سے پہلے یریحو کو فتح کیا تھا۔ میرے دریافت کرنے پر انہوں نے بتایا کہ کبھی کبھی دریا کے دوسری جانب فلسطینی علاقے میں رہنے والے عیسائی بھی اس مقام کی زیارت کے لئے آتے ہیں لیکن ان کی تعداد بہت کم ہے۔

پوچھنے پر معلوم ہوا کہ 'یروشلم' اس مقام سے صرف 26 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ میرے دل میں ایک انتہائی درجے کی حسرت پیدا ہوئی۔ مسجد اقصیٰ سے اس قدر قریب ہو کر پلٹ جانا ایک ایسی محرومی تھی جسے ہم نے بڑی مشکل برداشت کیا ورنہ میرا دل یہ چاہ رہا تھا کہ لانگ جمپ کا مظاہرہ کرتے ہوئے دریا پار کر کے فلسطین میں داخل ہو جاؤں اور وہاں سے کسی طرح یروشلم پہنچ جاؤں لیکن ظاہر ہے ایسا ممکن نہ تھا۔ میرے پاسپورٹ پر لکھے ہوئے الفاظ "Not valid for Israel" ہی مجھے روکنے کے لئے کافی تھے۔ انسان کو اچھی امید رکھنی چاہیے۔ امید ہے کہ اگلے چند سالوں میں فلسطینی اتھارٹی اس قابل ہو جائے گی کہ اپنا ویزا جاری کرنے لگ جائے۔ اس وقت شاید ہمارے لئے ممکن ہو کہ ہم مسجد اقصیٰ کی زیارت کر سکیں۔

بپتسمہ کی رسم

دریا کے کنارے ہی بچی کے بپتسمہ کی رسم جاری تھی۔ پادری صاحب عربی میں دعائیں پڑھنے میں مشغول تھے۔ ان کا انداز بالکل ایسا تھا جیسا کہ پنڈت حضرات اشلوک پڑھتے ہیں یا ہمارے مولوی صاحبان گھروں میں 'ختم' کے موقع پر دعائیں پڑھتے ہیں۔

'خداوند' کے لئے پادری صاحب لفظ 'اللہ' استعمال کر رہے تھے۔ لفظ 'اللہ' عربی الفاظ 'ال' اور 'الہ' سے مل کر بنا ہے۔ اس کا عربی میں وہی مفہوم ہے جو کہ اردو کے لفظ 'خدا' اور انگریزی کے لفظ 'گاڈ' کا ہے۔ مجھے ایک خوشگوار حیرت اس وقت ہوئی جب انہوں نے دعاؤں میں "رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ یعنی اے ہمارے رب! ہمیں دنیا اور آخرت میں بھلائی عطا فرما دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا" پڑھی۔ اس کے علاوہ بھی اور کئی قرآنی دعائیں انہوں نے اس موقع پر پڑھیں۔

مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں نے ایمن صاحب سے اس کے بارے میں پوچھا۔ وہ کہنے لگے، "اردن میں مذہبی امور کا ایک ادارہ ہے جس میں مسلم اور عیسائی علماء اکٹھے کام کرتے ہیں۔ اس طرح انہیں ایک دوسرے کے مذہب کے بارے میں علم ہوتا رہتا ہے۔" میرے خیال میں ہمارے ہاں بھی اگر اس طرح کے مشترک ادارے بنائے جائیں تو مذاہب کے درمیان مثبت مکالمے کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔

دعاؤں کے بعد پادری صاحب نے حاضرین سے اپنے مخصوص عقائد کا اقرار کروایا۔ قریب ہی بپتسمہ کا بڑا سا ٹب رکھا تھا جس میں دریائے اردن کا پانی تھا۔ اس پانی کو بچی پر ڈالا گیا تو وہ رونے لگی۔ مسیحی عقیدے کے مطابق اب یہ بچی دین مسیحی میں داخل ہوئی تھی۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ حدیث یاد آئی جس میں آپ نے فرمایا تھا، "ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔" اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ انسان کا ابتدائی ماحول اس کے افکار اور نظریات پر حاوی ہوتا ہے۔

میں ایک مسلم گھرانے میں پیدا ہوا۔ والدین، اردگرد کے ماحول اور مذہبی راہنماؤں نے میرے ذہن میں یہ اتارنے کی کوشش کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہ جس مذہب، فرقے اور مسلک کو میرے ذہن میں اتارا جارہا ہے بس دنیا میں وہی حق ہے۔ بڑا ہونے پر میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ دنیا کے تمام مذاہب اور نقطہ ہائے نظر کے ماننے والے اسی طرح اپنے بچوں کی تربیت کرتے ہیں اور اپنے عقائد کو بچے کے ذہن میں راسخ کر دیتے ہیں وئے جو کہ کسی طرح بھی ممکن نہیں۔ اسی فکر کے تحت میں نے مختلف مذاہب اور نقطہ ہائے نظر کا مطالعہ کیا۔ اس مطالعے کے دوران انصاف پسندی بنیادی اہمیت کی حامل تھی کہ تمام مذاہب اور نقطہ ہائے نظر کو یکساں اہمیت (Weightage) دی جائے اور کسی تعصب کو اس عمل میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔

اس مطالعے کے نتیجے میں مجھے یہی معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کے پیغمبروں کے ذریعے پہنچایا گیا دین ہی حق ہے۔ اسی دین کا آخری ورژن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے دنیا کو دیا گیا۔ آپ کوئی نیا دین لے کر نہیں آئے بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اصلی دین کو ان آمیزشوں سے پاک فرما کر اپنی اصل صورت میں جاری کیا جس میں مذہبی راہنماؤں نے بہت سے اضافے کر رکھے تھے۔

میرا ذاتی تجربہ ہے کہ انسان اگر ذہن کھلا رکھے اور حق کو قبول کرنے میں کسی تعصب کا شکار نہ ہو تو وہ با آسانی حق کو پا سکتا ہے۔ اس کے لئے شرط صرف اور صرف یہی ہے کہ انسان اپنا ذہن کھلا رکھے اور انتہا پسندی کی بجائے اعتدال پسندی کو اپنا شعار بنائے۔

انتہا پسندی اور اعتدال پسندی کا فرق

میڈیا کے منفی کردار کے باعث ہمارے ہاں دوسری قوموں کے بارے میں بڑا ہی غلط تصور پایا جاتا ہے۔ ہمارے ذہنوں میں یہ اتارا جاتا ہے کہ دوسری قوموں کے تمام افراد انتہا پسندوں پر مشتمل ہیں جو ہمیں مار کر اپنا غلام بنالینا چاہتے ہیں۔ بعینہ یہی کام ان قوموں کا میڈیا ہمارے معاملے میں کرتا ہے۔ انہیں بتایا جاتا ہے کہ تمام کے تمام مسلمان انتہا پسند ہیں جو پوری دنیا کو اپنا غلام بنالینا چاہتے ہیں۔

دقت نظر سے دیکھا جائے تو دونوں جانب کے میڈیا کی پیش کی ہوئی یہ تصویر درست نہیں ہے۔ جس طرح ہر مسلمان انتہا پسند نہیں ہے بلکہ ان کی اکثریت اعتدال پسندوں پر مشتمل ہے، اسی طرح دوسری اقوام کے ہاں بھی اکثریت اعتدال پسندوں پر مشتمل ہی ہے۔ انتہا پسند اگرچہ اقلیت میں ہوتے ہیں لیکن بہت زیادہ منظم ہوتے ہیں اور میڈیا پر ان کی گرفت بہت مضبوط ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی آواز زیادہ شدت کے ساتھ گونجتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور اس میں اعتدال پسندوں کی آواز دب کر رہ جاتی ہے۔

انتہا پسندی اور اعتدال پسندی کا تعلق کسی ایک مذہب کے ساتھ نہیں۔ یہ انسانی رویوں کا نام ہے جنہیں باقاعدہ تربیت کے ذریعے کسی بھی مذہب کے ماننے والے فرد کی شخصیت کا حصہ بنایا جاسکتا ہے۔ انتہا پسند کو شروع ہی سے یہ تربیت دی جاتی ہے کہ اسے دوسروں کو مارنا ہے خواہ اس کے لئے اسے خود کو ختم کیوں نہ کرنا پڑے۔ اسے دوسروں کو غلام بنانا ہے خواہ اس کے لئے اس کی اپنی زندگی، اپنے لیڈروں کی غلامی میں ہی بسر کیوں نہ ہو۔ اسے دوسروں کو بے عزت کرنا ہے خواہ اس کے لئے اسے اپنی عزت ہی داؤ پر کیوں نہ لگانی پڑے۔ اسے دوسروں کو نقصان پہنچانا ہے خواہ اس کے لئے اسے اپنی بیوی، اولاد، کاروبار یا زندگی کا نقصان ہی کیوں نہ برداشت کرنا پڑے۔ انتہا پسند کی پوری زندگی Do or die کی عملی تعبیر ہوتی ہے۔

اس کے برعکس اعتدال پسند کو یہ سکھایا جاتا ہے کہ اپنی زندگی کے لئے دوسرے کو زندہ رہنے کا حق دیا جائے۔ اپنی آزادی کے لئے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہمیں دوسروں کی آزادی کا احترام کرنا چاہیے۔ خود کو نقصان سے بچانے کے لئے ہمیں دوسروں کو نقصان سے بچانا چاہیے۔ اپنی عزت کروانے کے لئے دوسرے کی عزت کرنی چاہیے۔ اعتدال پسند کی پوری زندگی 'جیو اور جینے دو' کے فلسفے کی عملی تعبیر ہوتی ہے۔ ان دونوں نقطہ ہائے نظر میں سے کون سا انسانیت کے لئے مفید ہے، یہ جاننے کے لئے بہت بڑا عالم یا مفکر ہونے کی ضرورت نہیں۔ دنیا کے تمام الہامی مذاہب اعتدال پسندی کی تعلیم دیتے ہیں۔

اس فیملی کے تمام لوگ نہایت عقیدت سے دعاؤں اور مناجات میں مشغول تھے۔ ان کے مرد تو معقول لباس پہنے ہوئے تھے لیکن خواتین کے لباس مناسب نہ تھے۔ حیا انسان کی فطرت کا حصہ ہے جس میں اس کا لباس انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ حیا ہی ہے جو انسان کو بدکاری سے بچاتی ہے۔ بے حیائی انسان کو بدکاری کی طرف لے جاتی ہے۔ اہل مغرب نے اس معاملے میں انسانی فطرت کو بری طرح مسخ کیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مقدس ترین مذہبی مقام پر مقدس ترین رسومات کی ادائیگی کے دوران بھی یہ لوگ باحیا لباس پہننے کو ضروری نہیں سمجھ رہے تھے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ان کے مذہبی راہنما بھی اس پر ان سے کچھ تعرض نہ کر رہے تھے۔

سیدنا یحیی علیہ الصلوۃ والسلام (John the Baptist)

مسیحی روایات کے مطابق دریائے اردن پر بپتسمہ دینے کی رسم سیدنا یحیی علیہ الصلوۃ والسلام سے شروع ہوئی۔ آپ نے یروشلم اور اس کے ارد گرد کے علاقے میں اللہ کے دین کی دعوت دیا کرتے تھے۔ آپ کی دعوت دراصل بنی اسرائیل کو ان کی طرف مبعوث کئے جانے والے آخری رسول سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی آمد کے لئے تیار کر دینے کی دعوت تھی۔ آپ نے اپنی دعوت کا مرکز بیت عنیاہ (Bethany) کو بنایا۔ یہ وہی مقام تھا جہاں اس وقت ہم موجود تھے۔ یہ جگہ وادی خرار میں واقع ہے۔

سیدنا یحیی علیہ الصلوۃ والسلام نہایت ہی سادہ زندگی بسر کرتے۔ آپ اونٹ کے بالوں کا لباس پہنتے، چمڑے کی ایک بیلٹ کمر سے باندھے رکھتے اور ٹڈیوں اور جنگلی شہد کو بطور خوراک استعمال کرتے۔ قرآن مجید نے آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

يَا يَحْيَى خُذْ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيّاً. وَحَنَاناً مِنْ لَدُنَّا وَزَكَاةً وَكَانَ تَقِيّاً. وَبَرّاً بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّاراً عَصِيّاً. وَسَلامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيّاً (مریم 19:12-15)

اے یحیی! کتاب الہی کو مضبوطی سے تھام لو۔ ہم نے انہیں بچپن ہی سے سمجھ بوجھ اور قوت فیصلہ سے نوازا تھا۔ اور اپنی طرف سے نرم دلی اور پاکیزگی عطا کی۔ وہ بڑے پرھیز گار اور والدین کے حق شناس تھے۔ وہ نہ تو جبر کرنے والے اور نہ ہی نافرمان۔ سلام ہو ان پر اس دن جب وہ پیدا ہوئے، جب فوت ہوئے اور جب زندہ اٹھائے جائیں گے۔

ارد گرد کے علاقوں سے بے شمار لوگ سیدنا یحیی علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس آئے اور آکر یہاں بپتسمہ لیا۔ یہ بپتسمہ دراصل ایک غسل تھا جس کے دوران یہ لوگ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے۔ پاکیزگی کے احساس کے ساتھ یہ اپنے گھروں کو جاتے اور نیکی کی زندگی بسر کرتے۔ انجیلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی دعوت اعلیٰ ترین اخلاقیات کی دعوت تھی۔ اس علاقے کے گورنر ہیرودوس نے اپنی محبوبہ جو کہ اس کی سوتیلی بیٹی تھی، کی فرمائش پر سیدنا یحیی علیہ الصلوۃ والسلام کو شہید کروا دیا تھا۔

آپ کی پوری زندگی اللہ تعالی کے لئے وقف تھی۔ ایک صاحب علم کے الفاظ میں سیدنا یحیی علیہ الصلوۃ والسلام نے جس سر کو چھپانے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے لئے چھت کے حصول کی کبھی کوشش نہ کی تھی، اسی سر کو اپنے رب کے لئے کٹوا کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کا بپتسمہ

انجیل یوحنا کے مطابق اسی مقام پر سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی ملاقات سیدنا یحیی علیہ الصلوۃ والسلام سے ہوئی۔ آپ نے بھی بپتسمہ لینے کی فرمائش کی۔ سیدنا یحیی نے اس سے منع فرمایا کیونکہ آپ نے کبھی کوئی گناہ نہ کیا تھا لیکن سیدنا مسیح کے اصرار پر انہیں بپتسمہ دیا۔ اسی موقع پر جبرائیل علیہ الصلوۃ والسلام نازل ہوئے اور آپ پر وحی کا آغاز ہوا۔

انجیل متی سے معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس نے سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کو ورغلانے کی کوشش کی اور آپ کو کہا کہ آپ اگر خدا کے پیارے ہیں تو پہاڑ سے کود کر دکھایئے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کو آزمانا نہیں چاہیے۔ اس نے آپ کو دنیا کی سلطنتیں دکھائیں اور کہا کہ اگر آپ مجھے سجدہ کر دیں تو میں آپ کو یہ سب کچھ دے دوں گا لیکن آپ نے فرمایا کہ خدا کا حکم یہی ہے کہ صرف اسی کو سجدہ کیا جائے۔

سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام چونکہ بنی اسرائیل کے لئے اللہ کی آخری برہان تھے اس لیے آپ کا وجود ہی سراپا معجزہ تھا۔ آپ کی پیدائش بغیر باپ کے بیت لحم میں ہوئی تھی جو کہ یروشلم کے جنوب میں واقع ہے۔ قرآن مجید اور اناجیل کے مطابق یہود نے آپ کی والدہ پر الزام عائد کیا تھا جس کی صفائی آپ نے شیر خوارگی کے عالم میں ماں کی گود میں دی تھی۔

بادشاہ آپ کے قتل کا درپے تھا جس کے شر سے محفوظ رکھنے کے لئے سیدہ مریم رضی اللہ عنہا آپ کو مصر لے گئیں۔ جب بادشاہ مر گیا تو انہوں نے واپس آکر ناصرہ میں رہائش رکھی جو کہ گلیل کی جھیل کے قریب واقع ہے۔ یہ وہی جھیل ہے جہاں سے دریائے اردن اپنا دوسرا سفر شروع کرتا ہے۔ سیدنا یحیی علیہ الصلوۃ والسلام کی گرفتاری کی خبر سن کر عیسی علیہ الصلوۃ والسلام واپس گلیل کے علاقے کی طرف چلے گئے۔

آپ نے کفرنحوم (Capernahum) نامی شہر میں رہائش رکھی جو کہ گلیل کے کنارے پر واقع ہے۔ آپ کی دعوت کے نتیجے میں جھیل کے چار مچھیرے پطرس، اندریاس، یعقوب اور یوحنا رضی اللہ عنہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کے سابقون الاولون میں شمار ہوئے۔ آپ نے اپنی دعوتی سرگرمیوں کو جھیل کے چاروں طرف کے شہروں میں پھیلا دیا۔ آپ عبادت گاہوں میں جا کر تبلیغ کرتے اور اللہ کے حکم سے مریضوں کو شفا دیتے۔ قرآن مجید کے بیان کے مطابق آپ کی دعا سے کئی مردے زندہ ہوئے، مریض شفایاب ہوئے، پیدائشی اندھوں کو آنکھیں ملیں اور کوڑھی تندرست ہوئے۔

سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو جو معجزات عطا ہوئے تھے ان میں یہ بھی تھا کہ آپ اللہ کے حکم سے پرندوں کی مورتیں بنا کر ان میں پھونک مارتے تو وہ زندہ ہو کر اڑ جاتے۔ اللہ تعالی کے بتانے پر آپ لوگوں کو یہ بتاتے کہ وہ کیا کھا کر آئے ہیں اور گھر میں کیا چھوڑ آئے ہیں۔

بائبل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل اس زمانے میں ظواہر پرستی کے مرض میں مبتلا ہو چکے تھے۔ ان کے ہاں شرعی احکام کی تو پوری باریک بینی سے پیروی کی جاتی لیکن دین کے بڑے بڑے اخلاقی احکام کو نظر انداز کر دیا جاتا۔ سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام نے اسے اس بات سے تعبیر کیا کہ مچھر تو چھانے جائیں لیکن اونٹ نگلے جائیں۔ تنکوں پر توجہ دی جائے لیکن شہتیر نظر انداز کر دیے جائیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپ نے اپنی پوری قوت اخلاقیات کی دعوت پر مرکوز کی اور بنی اسرائیل کو اعلیٰ اخلاقیات کی دعوت دی۔

پہاڑی کا وعظ

گلیل کی جھیل کے کنارے واقع ایک پہاڑی پر دیا جانے والا وعظ بہت مشہور ہوا اور بائبل کے مصنفین نے اسے بائبل کا حصہ بنا دیا۔ قرآن مجید نے اس اخلاقی تعلیم کو حکمت سے تعبیر کیا ہے۔ اگر اس وعظ میں دی گئی تعلیمات کا موازنہ قرآن کی اخلاقی تعلیمات کے ساتھ کیا جائے تو ان میں کوئی اختلاف نظر نہیں آتا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء کی دعوت ایک ہی تھی۔ پہاڑی کے اس وعظ کے چند اقتباسات یہاں نقل کیے جا رہے ہیں:

- مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب (نرم) ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہی ان کے لئے ہے۔ مبارک ہیں وہ جو غمگین ہیں کیونکہ وہ تسلی پائیں گے۔ مبارک ہیں وہ جو حلیم ہیں کیونکہ وہ زمین کے وارث ہوں گے۔ مبارک ہیں وہ جنہیں راستبازی کی بھوک و پیاس ہے کیونکہ وہ سیر اب ہوں گے۔ مبارک ہیں وہ جو رحمدل ہیں کیونکہ ان پر رحم کیا جائے گا۔ مبارک ہیں وہ جو پاک دل ہیں کیونکہ وہ خدا کو دیکھیں گے۔ مبارک ہیں وہ جو صلح کرواتے ہیں کیونکہ وہ خدا کے بیٹے (محبوب) کہلائیں گے۔ مبارک ہیں وہ جو راستبازی کے سبب ستائے جاتے ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہی (جنت) انہی کے لئے ہے۔
- چراغ جلا کر برتن کے نیچے نہیں بلکہ چراغدان پر رکھا جاتا ہے تاکہ وہ گھر کے سب لوگوں کو روشنی دے۔ اسی طرح تمہاری روشنی کو لوگوں کے سامنے چمکنا چاہیے تاکہ تمہارے نیک کاموں کو دیکھ کر وہ تمہارے آسمانی باپ (یعنی خدا) کی تمجید کریں۔ (یعنی تمہیں نیکی کی دعوت دینی چاہیے۔)
- جب تک تمہاری زندگی شریعت کے عالموں اور فریسیوں سے بہتر نہ ہوگی تم آسمان کی بادشاہی میں داخل نہ ہو گے۔ (اس میں یہود کے اہل علم کی بے عملیوں کی طرف اشارہ ہے۔)
- جو کوئی اپنے بھائی کو گالی دیتا ہے وہ عدالت عالیہ میں (خدا کے سامنے) جوابدہ ہو گا۔
- تم سن چکے ہو کہ زنا نہ کرنا، لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی کسی عورت پر بری نظر ڈالتا ہے وہ اپنے دل میں پہلے ہی اس کے ساتھ زنا کر چکا ہوتا ہے۔
- اپنے مذہبی فرائض محض لوگوں کو دکھانے کے لئے نہ کرو کیونکہ تمہارا آسمانی باپ اس پر تمہیں اجر نہ دے گا۔
- جب تم خیرات تو ڈھنڈورا پٹوا کر نہ دو۔ جب تم روزہ رکھو تو ریاکاروں کی طرح اپنا منہ اداس نہ بناؤ۔ ریاکاروں کی طرح عبادت خانوں اور بازاروں کے موڑ پر کھڑے ہو کر دعا مت کرو۔ دعا میں رٹے رٹائے جملے نہ دوہراؤ۔
- اگر تم لوگوں کے قصور معاف نہ کرو گے تو تمہارا خدا بھی تمہارے قصور معاف نہ کرے گا۔
- اپنے لئے زمین پر مال و زر جمع نہ کرو جہاں کیڑا اور زنگ لگ جاتا ہے اور چور نقب لگا کر چرا لیتے ہیں بلکہ اپنے لئے آسمان پر خزانہ جمع کرو جہاں کیڑا اور زنگ نہیں لگتا اور نہ چور نقب لگا کر چراتے ہیں۔ کیونکہ جہاں تمہارا مال ہو گا وہیں تمہارا دل ہو گا۔
- عیب جوئی نہ کرو تاکہ تمہاری عیب جوئی بھی نہ ہو۔
- پاک چیز کتوں کو نہ دو اور اپنے موتی سوروں کے آگے نہ ڈالو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ انہیں پاؤں سے روند کر پلٹیں اور تمہیں پھاڑ ڈالیں۔ (یعنی اچھی چیز کم ظرف لوگوں کو نہ دو ورنہ وہ تمہی کو نقصان پہنچائیں گے۔)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

- جھوٹے نبیوں سے خبر دار رہو۔ وہ تمہارے پاس بھیڑوں کے لباس میں آتے ہیں لیکن باطن میں پھاڑنے والے بھیڑیے ہیں۔ تم ان کے پھلوں (تعلیمات) سے انہیں پہچان لو گے۔ (اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹے نبیوں اور مذہبی راہنماؤں کا فتنہ بنی اسرائیل میں بھی تھا۔)

سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی دعوتی زندگی

سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی دعوت سن کر لوگ بہت حیران ہوئے کیونکہ ان کا انداز اس وقت کے علمائے شریعت سے مختلف تھا۔ ان کے علماء تو بس انہیں چند رسومات کی تلقین کرتے تھے لیکن ان کے اخلاقیات کو بہتر بنانے کی کوئی فکر انہیں نہ تھی۔ کفر نحوم میں رومی فوج کے ایک افسر نے بھی آپ کی دعوت سن کر ایمان قبول کیا۔ ایک عالم شریعت بھی آپ پر ایمان لائے۔ آپ گلیل کی جھیل میں کشتی پر جارہے تھے کہ ایک طوفان آیا جو آپ کی دعا سے ٹل گیا۔ آپ نے کئی مریضوں کو اللہ کے حکم سے شفا دی۔

اس دور میں بھی آج کی طرح کسٹم آفیسر ایک نہایت ہی بدنام طبقہ تھا۔ انجیل متی کے مصنف متی رضی اللہ عنہ بھی ایک ایسے ہی کسٹم آفیسر تھے جو آپ کی دعوت پر ایمان لائے۔ اس بات پر فریسی (یہود کا ایک شدت پسند فرقہ) علماء نے ناک بھوں چڑھائی کہ یہ کیسے نبی ہیں جو محصول لینے والوں اور گناہ گاروں کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو میری زیادہ ضرورت ہے۔

آپ نے اپنے پیروکاروں میں سے بارہ افراد کو منتخب کر کے انہیں اپنی دعوت پھیلانے کے لئے گرد و نواح کے علاقوں میں بھیجا۔ اسی واقعے کو قرآن نے "مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ۔ کون اللہ کی راہ میں میرا مددگار ہے۔ حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے (دین کے) مددگار ہیں۔" کے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ آپ نے ان حواریوں کو صرف بنی اسرائیل کے شہروں کی طرف جانے کی تلقین فرمائی۔ آپ نے انہیں غیر مخلص لوگوں سے خبردار رہنے کی نصیحت فرمائی اور انہیں بتایا کہ اس دعوت کے باعث ان پر ظلم و ستم کیا جائے گا اور آپ کی دعوت قبول کرنے والوں سے ان کے گھر والے قطع تعلق کر لیں گے۔

آپ نے اپنی دعوت سمجھانے کے لئے تمثیل کا اسلوب اختیار کیا اور مختلف مثالوں سے لوگوں کو دین سمجھاتے رہے۔ اس دوران آپ سیدنا یحیی علیہ الصلوۃ والسلام کی خبر بھی معلوم کرتے رہے جو بادشاہ کی قید میں تھے۔ اسی دوران بادشاہ نے انہیں شہید کر دیا۔ شہادت کی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ کے اپنی سوتیلی بیٹی سے ناجائز تعلقات تھے۔ سیدنا یحیی علیہ الصلوۃ والسلام نے اس پر تنقید کی تھی جس پر اس لڑکی نے بادشاہ سے آپ کے سر کی فرمائش کی۔

سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک مرتبہ پانچ ہزار اور دوسری مرتبہ چار ہزار افراد کو اللہ تعالی کی جانب سے بھیجا گیا کھانا کھلایا۔ تھوڑا سا کھانا بہت سے افراد کے لئے کافی ہو گیا۔ ایسا ہی واقعہ احادیث کی کتب میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ملتا ہے۔ جناب عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی دعوت کو دریائے اردن کے دونوں جانب کے علاقوں میں بہت پذیرائی حاصل ہوئی البتہ آپ کے اپنے شہر کے لوگوں میں سے زیادہ لوگ ایمان نہ لائے جس پر آپ نے فرمایا، "نبی کی بے قدری اپنے شہر اور رشتہ داروں میں ہوتی ہے اور کہیں نہیں۔"

آپ کی دعوتی سرگرمیوں کے نتیجے میں فریسی، صدوقی اور دوسرے فرقوں کے یہودی علماء آپ کے شدید مخالف ہو گئے۔ یہ لوگ نہایت ہی انتہا پسند لوگ تھے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ سابقہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی پیش گوئیوں کے باعث یہ مسیحا کی آمد کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

منتظر تھے۔ اس زمانے میں بنی اسرائیل رومیوں کی غلامی میں تھے۔ ان کی توقع یہ تھی کہ مسیحا ایک بڑے سیاسی لیڈر ہوں گے جو دیکھتے ہی دیکھتے ہمیں غلامی سے نجات دلا کر دنیا میں ہمیں سرفراز کر دیں گے۔ جب یہ مسیحا آئے تو انہوں نے بجائے سیاسی نعرے بازی کے قوم کے اخلاق و کردار کی تعمیر شروع کر دی۔ یہ بات اسرائیلی قوم پرستوں کو پسند نہ آئی چنانچہ انہوں نے آپ کا انکار کر دیا۔ یہ لوگ پچھلے دو ہزار برس سے آج تک مسیحا کے منتظر ہیں اور اس امید میں ہیں کہ مسیحا آکر انہیں محکومی کی ذلت سے نجات دلائیں گے۔ اگر اسرائیلی آپ کی بات مان کر اپنے اخلاق و کردار کو بہتر بنا لیتے تو انہیں دنیا میں سرفرازی نصیب ہو جاتی مگر افسوس انہوں نے ایسا نہ کیا۔

یہ لوگ مذہب کی چھوٹی چھوٹی چیزوں پر سیدنا مسیح علیہ الصلوۃ والسلام سے بحث کرتے لیکن خود بڑے بڑے احکام کی خلاف ورزی کرتے۔ ان لوگوں نے آپ سے ایسے سوالات بھی کئے جن کا مقصد یہ تھا کہ آپ رومی بادشاہ کے عتاب کا شکار ہوں۔ انہوں نے پوچھا، "ہم لوگ قیصر کو ٹیکس دیں یا نہ دیں؟" آپ نے بڑی خوبصورتی سے انہیں ٹال دیا اور سکے پر بنی قیصر کی تصویر دکھا کر فرمایا، "جو قیصر کا ہے اسے دو اور جو خدا کا ہے، وہ اسے دو۔"

یریحو میں خدا کا پیغام پہنچا کر آپ یروشلم میں داخل ہوئے۔ یہاں لوگ مسجد میں بیٹھے کاروبار کر رہے تھے۔ آپ نے انہیں نکال باہر کیا اور فرمایا، "(تورات میں) لکھا ہے کہ میرا گھر دعا کا گھر کہلائے گا لیکن تم نے اسے ڈاکوؤں کا اڈا بنا رکھا ہے۔" آپ نے مختلف مثالوں سے بنی اسرائیل کے علماء پر چوٹ کی کہ توبہ کرنے والے کسٹم آفیسر اور طوائفیں ان سے پہلے جنت میں جائیں گی کیونکہ انہوں نے یحیی علیہ الصلوۃ والسلام کے ہاتھ پر توبہ کی تھی۔

بنی اسرائیل کے مذہبی راہنماؤں کا کردار

اس وقت یہودی علماء مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے تھے اور ان کے ہاں مناظرے بازی عام تھی۔ ان علماء کا کردار نہایت ہی بھیانک اور دوغلا تھا۔ آپ نے لوگوں کے سامنے ان علماء کی حقیقت بیان کی اور انہیں ایسوں سے ہوشیار رہنے کے لئے کہا۔ آپ کے چند ارشادات یہاں درج کئے جا رہے ہیں۔ بریکٹس میں دیے گئے الفاظ میرے اپنے ہیں۔ ان کے آئینے میں ہم اپنے بہت سے علماء و مشائخ اور مذہبی رہنماؤں کا کردار دیکھ سکتے ہیں:

- شریعت کے عالم اور فریسی موسی (علیہ الصلوۃ والسلام) کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ لہذا جو کچھ یہ تمہیں سکھائیں اسے مانو اور اس پر عمل کرو۔ لیکن ان کے نمونے پر مت چلو کیونکہ وہ کہتے تو ہیں مگر کرتے نہیں۔
- وہ ایسے بھاری بوجھ جنہیں اٹھانا مشکل ہے، باندھ کر لوگوں کے کندھوں پر رکھتے ہیں اور خود انہیں انگلی بھی نہیں لگاتے۔ (یعنی اپنی فقہی موشگافیوں اور نکتہ رسی سے دین کو بہت مشکل بنا کر لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتے۔)
- وہ ضیافتوں میں صدر نشینی چاہتے ہیں اور عبادت خانوں میں اعلی درجے کی کرسیاں، اور چاہتے ہیں کہ بازاروں میں لوگ انہیں جھک جھک کر سلام کریں اور 'ربی' کہہ کر پکاریں۔ لیکن تم ربی نہ کہلاؤ کیونکہ تمہارا رب ایک ہی ہے اور تم سب بھائی بھائی ہو۔ (مساوات کی کیا شاندار تعلیم ہے۔)
- اے شریعت کے عالمو اور فریسیو! اے ریاکارو! تم پر افسوس، کیونکہ تم نے آسمان کی بادشاہی (جنت) کو لوگوں کے داخلے کے لئے بند کر رکھا ہے، کیونکہ نہ تو خود اس میں داخل ہوتے ہو اور نہ ہی ان کو داخل ہونے دیتے ہو جو اس میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

- اے شریعت کے عالمو اور فریسیو! اے ریاکارو! تم پر افسوس، تم بیواؤں کے گھروں پر قبضہ کر لیتے ہو اور دکھاوے کے لئے لمبی لمبی دعائیں کرتے ہو۔ تمہیں زیادہ سزا ملے گی۔ (زمینوں پر قبضہ کرنے کی روایت ہمارے مذہبی طبقے میں بھی عام ہوتی جارہی ہے۔)
- اے شریعت کے عالمو اور فریسیو! اے ریاکارو! تم پر افسوس، کیونکہ تم کسی کو اپنا مرید بنانے کے لئے تو تری اور خشکی کا سفر کر لیتے ہو اور جب بنا لیتے ہو تو اسے اپنے سے دوگنا جہنمی بنا دیتے ہو۔ (یعنی اپنے سے دوگنا بے عمل بنا دیتے ہو۔)
- اے شریعت کے عالمو اور فریسیو! اے ریاکارو! تم پر افسوس، کیونکہ تم پودینہ، سونف اور زیرہ کا دسواں حصہ (عشر) تو خدا کے نام پر تو دیتے ہو لیکن شریعت کی زیادہ وزنی باتوں یعنی انصاف، رحم دلی اور ایمان کو فراموش کر بیٹھے ہو۔ تمہیں لازم تھا کہ یہ بھی کرتے اور وہ بھی نہ چھوڑتے۔
- اے اندھے رہنماؤ! تم مچھر تو چھانتے ہو اور اونٹ نگل جاتے ہو۔ (یعنی معمولی باتوں پر تو مین میخ نکالتے ہو لیکن دین کے بڑے بڑے احکامات کو فراموش کئے بیٹھے ہو۔)
- اے شریعت کے عالمو اور فریسیو! اے ریاکارو! تم پر افسوس، کیونکہ تم پیالے اور رکابی کو باہر سے تو صاف کر لیتے مگر ان میں لوٹ اور ناراستی (یعنی رزق حرام) بھری پڑی ہے۔
- اے شریعت کے عالمو اور فریسیو! اے ریاکارو! تم پر افسوس، کیونکہ تم نبیوں کے مقبرے تو بناتے ہو اور راستبازوں کی قبریں آراستہ کرتے ہو ۔۔۔۔ میں تمہارے پاس نبیوں، داناؤں اور شریعت کے عالموں کو بھیج رہا ہوں۔ تم ان میں سے بعض کو قتل کر ڈالو گے، بعض کو صلیب پر لٹکا دو گے اور بعض کو اپنے عبادت خانوں میں کوڑوں سے مارو گے۔ (ان کی مردہ پرستی کا احوال زیر بحث ہے کہ زندہ نیک لوگوں سے ایسا سلوک اور مرنے کے بعد ان کے عالیشان مقبرے!!!)

اس کے بعد سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کوہ زیتون پر جا بیٹھے۔ اسی پہاڑ کا ذکر قرآن کی سورہ تین میں آیا ہے۔ اس علاقے میں انجیر کے باغات بکثرت تھے۔ یہاں آپ نے اپنے حواریوں کو قیامت کی نشانیاں بتائیں۔ آپ نے انہیں بنی اسرائیل پر آنے والے عذاب کے بارے میں بتایا اور فرمایا کہ یروشلم کی مسجد کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے گی۔ آپ نے لوگوں کو خبردار کیا کہ مستقبل میں میرے نام سے یعنی مسیح ہونے کا دعوی کر کے بہت سے لوگ دوسروں کو گمراہ کریں گے۔ آپ نے قیامت کی بہت سی نشانیاں بتائیں۔

یروشلم سے نکل کر سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام بیت عنیاہ کے مقام پر تشریف لائے اور اپنے حواری شمعون رضی اللہ عنہ کے گھر ٹھہرے۔ یہ وہی مقام تھا جہاں اس وقت ہم موجود تھے۔ آپ کے بارہ قریبی حواریوں میں سے ایک شخص یہوداہ اسکریوتی نے غداری کی۔ اس نے تھوڑی سی رقم کے عوض یہود کے مذہبی رہنماؤں کو آپ کا پتہ بتا دیا۔

سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے آخری ایام

اس واقعہ کے بعد بائبل اور قرآن مجید میں بیان کئے گئے واقعات میں اختلاف ہے۔ بائبل کے مطابق ان لوگوں نے آپ کو عدالت میں پیش کیا اور ایک جھوٹا مقدمہ چلایا۔ یہوداہ جس نے آپ سے غداری کی تھی، خودکشی کر کے مر گیا۔ اس دن عید کا دین تھا اور یہ دستور تھا کہ رومی حاکم پیلاطس ایک قیدی کو رہا کرتا تھا۔ اس نے آپ کو رہا کرنا چاہا لیکن علماء کے دباؤ کے باعث آپ کی بجائے برابا نامی ایک ڈاکو کو رہا کر دیا۔ آپ کے ساتھ نہایت ہی گستاخی کا سلوک کیا گیا اور صلیب پر چڑھا کر آپ کو شہید کر دیا گیا۔ آپ کے ایک شاگرد یوسف نے آپ کی میت کو حاصل کر کے دفن کیا۔ آپ کی وفات کے بارے میں چاروں انجیلوں کی روایات میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ دفن

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرنے کے بعد ہفتے کے دن آپ دوبارہ زندہ ہوئے اور اپنے گیارہ حواریوں سے ملے اور انہیں اپنی دعوت پوری دنیا میں پھیلانے کی تلقین کی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے آخری دنوں کے واقعات کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے:

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلاَّ اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِيناً. بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزاً حَكِيماً۔(النسا158-157 :4) اور ان کا قول کہ ہم نے مسیح، عیسی بن مریم رسول اللہ کو قتل کیا ہے۔ حالانکہ فی الواقع نہ تو انہوں نے انہیں قتل کیا اور نہ ہی صلیب پر چڑھایا بلکہ معاملہ ان کے لئے مشتبہ کر دیا گیا تھا۔ اور جن لوگوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے وہ بھی شک میں مبتلا ہیں۔ ان کے پاس اس معاملے میں کوئی علم نہیں ہے بلکہ وہ محض گمان کی پیروی کر رہے ہیں۔ انہوں نے مسیح کو یقین سے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا تھا۔ اللہ زبردست طاقت اور حکمت والا ہے۔

سیدنا مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کی سیرت پر سوچتے ہوئے اب ہم واپس جا رہے تھے۔ ایمن صاحب کہنے لگے کہ یہاں گاڑیاں وقت کی بہت پابندی کرتی ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ گاڑی ہمیں چھوڑ کر اگلے پھیرے کے لئے چلی جائے۔ ان کا خدشہ درست ثابت ہوا۔ جب ہم اسٹاپ پر پہنچے تو گاڑی موجود نہ تھی۔ ہم انتظار میں بنچ پر بیٹھ گئے۔ اگلے پھیرے میں گاڑی آئی تو ہم اس پر سوار ہو کر واپس پہنچے۔ ایمن صاحب اور نائب پادری صاحب سے الوداعی ملاقات کی اور اپنی گاڑی پر بیٹھ کر ڈیڈ سی کی جانب روانہ ہوئے۔ اب ہماری منزل عقبہ تھی۔

ایمن صاحب سے میں پہلے ہی راستے کے بارے میں مشورہ کر چکا تھا۔ ڈیڈ سی والی یہی روڈ سیدھی عقبہ جاتی تھی۔ دوسرا راستہ براستہ عمان تھا جو کہ اگرچہ ایک دورویہ ہائی وے پر مشتمل تھا لیکن وہ لمبا تھا۔ اب ہم دوبارہ ڈیڈ سی کے ساتھ ساتھ جنوب کی جانب چلے جا رہے تھے۔ یہ اردن کی سرحدی روڈ تھی۔ ہمارے ساتھ ساتھ اردن اور اسرائیل کی سرحد چل رہی تھی جو عقبہ تک جاتی تھی۔

ضغر یا غور صافی

پچاس کلومیٹر کے بعد ڈیڈ سی ختم ہو گیا اور ہم نمک والی جھیلوں کے کنارے سفر کرنے لگے۔ تھوڑی دور جا کر "غور حدیثہ" کا گاؤں آیا اور اس کے بعد "غور صافی" کا قصبہ۔ یہ علاقہ نہایت ہی سرسبز و شاداب تھا۔ بائبل میں اس علاقے کا "ضغر" آیا ہے۔ یہ سدوم کی سلطنت کا وہ علاقہ تھا جہاں سیدنا لوط علیہ الصلوۃ والسلام عذاب کے بعد آباد ہوئے تھے۔ اس علاقے میں پناہ لینے کی وجہ شاید یہ رہی ہو کہ سدوم کی قوم کے لوگوں میں سے یہ لوگ ان برائیوں سے پاک رہے ہوں گے جس میں پوری سدومی قوم مبتلا رہی ہے۔ قرآن مجید نے سدوم کی قوم کے علاقے کے سرسبز و شاداب ہونے کا ذکر کیا ہے جو کہ عذاب کے بعد بالکل ہی تباہ ہو گیا تھا۔ اس علاقے سے استثنا ضغر کے علاقے کو حاصل ہے جہاں سیدنا لوط علیہ الصلوۃ والسلام آباد ہوئے تھے۔

اب ہم سفید وادی سے گزر رہے تھے۔ یہاں "لوط کی غار" کا بورڈ نظر آیا۔ روایات میں ہے کہ اس غار میں سیدنا لوط علیہ الصلوۃ والسلام رہا کرتے تھے۔ انبیاء کرام کے کسی گستاخ نے بائبل میں سیدنا لوط علیہ الصلوۃ والسلام اور آپ کی غار سے متعلق ایسا گستاخانہ واقعہ داخل کر دیا ہے جس کے بارے میں سوچتے ہوئے انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایسا صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دلوں سے خدا کے رسول کی عظمت نکل چکی ہو۔ ایسا یقیناً بنی اسرائیل کے اخلاقی انحطاط کے زمانے میں ہوا ہو گا۔

نمک کی جھیلوں کے ساتھ ساتھ مختلف سالٹ کمپنیز کے بورڈ نظر آ رہے تھے۔ اردن کا دیہاتی علاقہ بھی ہمارے سندھ اور پنجاب کے دیہاتی علاقوں سے مشابہ تھا۔ ویسا ہی ماحول، ویسے ہی کھیت، ویسی ہی زرعی گاڑیاں، اور بچوں کی شکلوں کے ویسے ہی تاثرات۔ آبادی کے باعث ہم آہستہ آہستہ چل رہے تھے اور پہلے گھنٹے میں ہم بمشکل نوے کلو میٹر کا فاصلہ طے کر پائے تھے۔

وادی عرابہ

غور صافی کے بعد صحرا شروع ہو گیا جس کے نتیجے میں ہماری رفتار بڑھ گئی۔ دوسرے گھنٹے کے سفر میں ہم نے ڈیڑھ سو کلو میٹر کا فاصلہ طے کر لیا۔ اب ہم "بئر مذکور" نامی قصبے سے گزرے۔ یہ علاقہ "وادی عرابہ" کا علاقہ تھا۔

دور دور تک پہلے سنہرے رنگ کے صحرا، صحرا کے دونوں جانب چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں، ڈھلتا ہوا سورج اور زرد دھوپ مل کر فطرت کا نہایت ہی دلفریب منظر پیش کر رہی تھیں۔ وادی عرابہ کو اس وقت شہرت ملی جب امریکہ کے صدر بل کلنٹن نے یہاں اردن کے شاہ حسین، فلسطین کے یاسر عرفات اور اسرائیل کے وزیر اعظم اسحاق رابن کی ملاقات کروائی تھی۔

وادی عرابہ کے متوازی "وادی رم" ہے۔ یہ اس سڑک کے راستے پر واقع ہے جو عمان سے براستہ معان عقبہ تک پہنچتی ہے۔ یہ وادی اپنے فطری حسن کے باعث سیاحوں کے لئے بڑی کشش کا باعث ہے۔ اس وادی کے بعد فلسطین کے پہاڑ ہمارے کافی قریب آ چکے تھے۔ اب ہم عقبہ میں داخل ہوا چاہتے تھے۔

سیدنا لوط علیہ الصلوۃ والسلام کی غار (بشکریہ www.panoramio.com)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

غار کے قریب آثار

وادی عرابہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عقبہ

صحرائی وادیوں میں سفر کرتے ہوئے ہم عقبہ کے قریب جا پہنچے۔ عقبہ جس خطے میں واقع ہے، یہاں چار ممالک کے سرحدی شہر واقع ہیں۔ بحیرہ احمر کی مشرقی شاخ خلیج عقبہ یہاں آ کر ختم ہوتی ہے۔ سمندر کے مشرقی جانب سعودی عرب کا شہر "حقل" ہے جس سے بیس کلو میٹر کے فاصلے پر اردن کی واحد بندر گاہ "عقبہ" ہے۔ سمندر کے مغربی جانب عقبہ سے پانچ کلو میٹر کے فاصلے پر اسرائیل کی بندر گاہ "ایلہ" ہے جس سے پندرہ کلو میٹر کے فاصلے پر مصر کا شہر "طابہ" ہے۔

اب ہم ایک دوراہے پر جا پہنچے۔ ہمارے دائیں جانب سڑک ایلہ کی جانب جا رہی تھی اور بائیں جانب عقبہ کی طرف۔ ہم عقبہ کی جانب ہو لئے۔ شہر میں داخل ہوتے ہی ایک خوشگوار احساس ہوا۔ اتنا صاف ستھرا شہر اب تک میں نے اردن میں نہ دیکھا تھا۔ پورا شہر ہی عمدہ پلاننگ کا شاہکار تھا اور سعودی شہر "الخبر" سے مشابہت رکھتا تھا۔

شہر میں داخل ہو کر ایک مسجد کے پاس ہم جا رکے۔ یہ مسجد ایک پارک میں واقع تھی اور کراچی کی مسجد بیت المکرم کا نقشہ پیش کر رہی تھی۔ مسجد کے دروازوں کے باہر اردن کی "اخوان المسلمون" کے بہت سے اسٹکر لگے تھے۔ اخوان عالم عرب کی سب سے بڑی اسلامی تحریک ہے۔ اس کی تفصیلات انشاء اللہ میں مصر کے باب میں بیان کروں گا۔ عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد ہم لوگ ساحل کی جانب روانہ ہوئے۔

سمندر یا پہاڑی دریا

عقبہ کا سمندر ایسا نقشہ پیش کر رہا تھا جو میں نے اس سے قبل نہ دیکھا تھا۔ یہاں سمندر تنگ ہو کر ایک بہت بڑے پہاڑی دریا کا منظر پیش کر رہا تھا۔ سمندر کے ایک جانب عقبہ کی بندر گاہ تھی اور دوسری جانب ایلہ کی بندر گاہ۔ دونوں کناروں پر پہاڑ تھے اور درمیان میں ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر۔ اس دریا نما سمندر میں بہت سے بحری جہاز اور کشتیاں رواں دواں تھے۔ ان میں کچھ اردن اور کچھ اسرائیل کے جہاز تھے۔

سبت کی خلاف ورزی

عقبہ اور ایلہ میں زیادہ فاصلہ نہیں۔ ایلہ دراصل وہ مقام تھا جہاں کے رہنے والی بنی اسرائیل پر اللہ کا عذاب آیا تھا۔ یہ لوگ پیشے کے اعتبار سے مچھیرے تھے۔ اللہ تعالی نے ان کے لئے ہفتے کے دن کام کرنے کو ممنوع قرار دیا تھا۔ یہ لوگ اپنے لالچ کے باعث اس دن بھی مچھلی کا شکار کرتے۔ اس کے لئے انہوں نے جو حیلہ اختیار کیا وہ یہ تھا کہ یہ سمندر سے متصل گڑھے کھود لیتے۔ مچھلیاں تیر کر ان گڑھوں میں آتیں تو ہفتے کے دن یہ ان گڑھوں کا راستہ بند کر دیتے اور اتوار کے دن آ کر مچھلی کا شکار کر لیتے۔ اس حیلے کے باوجود ہفتے کو مچھلیوں کے انتظار میں بیٹھ کر اور ان کا راستہ بند کر کے یہ لوگ سبت کے دن کی حرمت کو توڑ رہے تھے۔ چونکہ بنی اسرائیل کا معاملہ یہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رہا ہے کہ انہیں اس دنیا ہی میں ان کے جرائم کی سزا دی گئی ہے تا کہ دوسری قوموں کو عبرت حاصل ہو اس لئے ان کی صورت مسخ کر کے انہیں بندر بنا دیا گیا۔

عقبہ میں غروب آفتاب۔ سبت کی خلاف ورزی کا مقام

ہم لوگ سورج غروب ہونے کا منظر دیکھتے رہے۔ سمندر کے اس پار پہاڑیوں میں سورج سرخ، نارنجی اور زرد رنگ کے مختلف شیڈ بکھیرتا ہوا غروب ہو گیا۔ اس وقت شام کے آٹھ بج رہے تھے۔ ہمارا ارادہ یہ تھا کہ بندر گاہ سے فیری کے بارے میں معلومات حاصل کر لی جائیں اور ٹکٹ بھی خرید لیا جائے تا کہ اگلے دن مشکل نہ ہو۔

اردنی معاشرے کے بارے میں ہمارے تاثرات

عرب ممالک میں عام رواج ہے کہ ہر پبلک مقام پر بادشاہ یا صدر کی تصویر آویزاں کی جاتی ہے۔ اردن میں یہ رواج نہایت ہی شدت سے موجود تھا۔ بندر گاہ، امیگریشن کاؤنٹر، سرکاری عمارات، چوک، دکانیں، ہوٹل ہر جگہ اردن کے بادشاہ عبداللہ کی تصاویر موجود تھیں۔ سلطان کہیں عربی لباس میں ملبوس ہیں تو کہیں سوٹ میں۔ کہیں آرمی کی یونیفارم پہنی ہوئی ہے تو کہیں ٹریفک پولیس کی۔ کہیں اپنے والد شاہ حسین کے ساتھ ہیں تو کہیں اپنی اہلیہ اور بچوں کے ہمراہ۔ معلوم ہوا کہ یہاں تمام سرکاری محکموں کا سربراہ سلطان ہی ہوتا ہے۔ ان کی ہر ممکن پوز میں لی گئی تصاویر اس قدر تھیں کہ اگر آپ دس منٹ اردن میں سفر کر لیں تو کم از کم بیس تصاویر دیکھنے کو ملیں گی۔

اردن کے لباس میں ایک نئی چیز دیکھنے کو ملی۔ دیگر عرب ممالک میں لوگ یا تو عربی لباس یعنی توپ پہنتے ہیں اور سر پر رومال اور گول چکر باندھتے ہیں جسے "قطرۃ" کہتے ہیں یا پھر پینٹ شرٹ وغیرہ پہنتے ہیں۔ اردن کے لوگوں نے ان دونوں لباسوں کو ملا کر ایک نیا لباس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایجاد کیا ہے۔ یہ لوگ نیچے تو پینٹ شرٹ اور ٹائی استعمال کرتے ہیں اور سر پر عربی رومال اور قطرۃ باندھتے ہیں۔

اردن میں ہمارا سفر

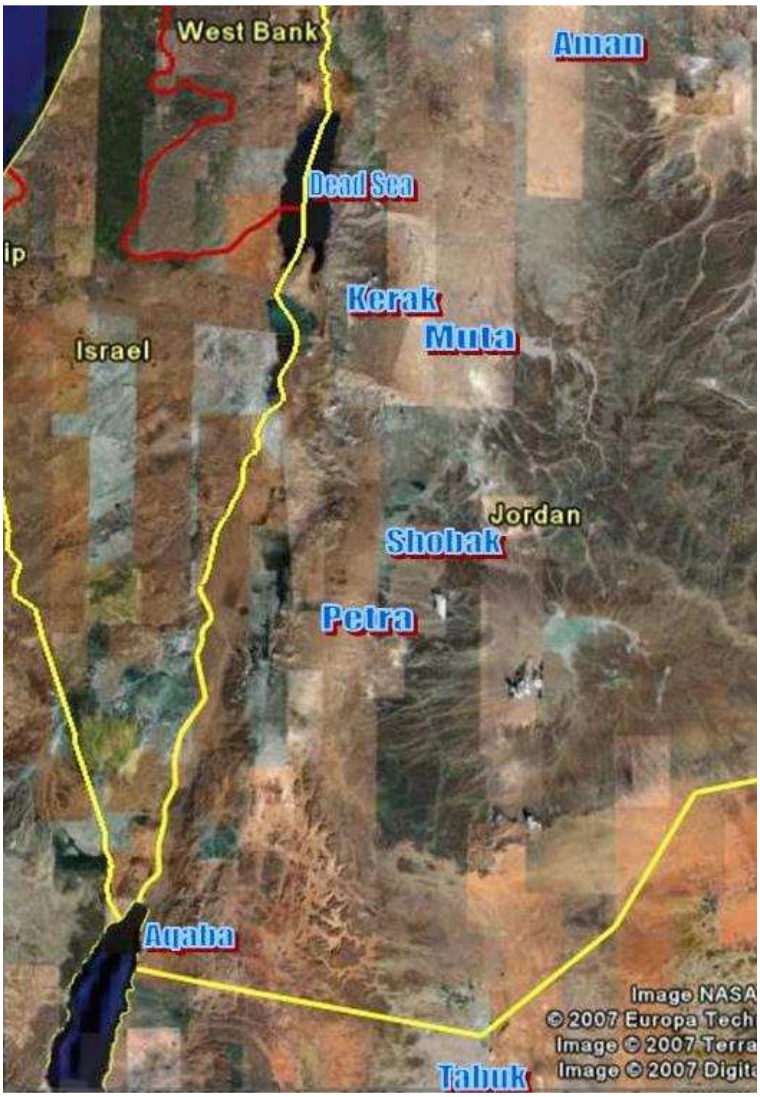

اردن کی معیشت پہلے کافی کمزور تھی۔ عرب ممالک میں یہ غریب ملک سمجھا جاتا تھا۔ عراق کی جنگ کے نتیجے میں بہت سے عراقی سرمایہ کاروں نے اردن میں پناہ لی۔ یہ لوگ اپنا سرمایہ بھی عراق سے اردن لے آئے جس کے باعث اردن میں صنعت کاری کے نئے دور کا آغاز ہوا۔ اب اردن کی معیشت تیزی سے ترقی کر رہی ہے۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ میں نے سعودی عرب میں اپنی کمپنی کے لئے بہت سے اردنی افراد کے انٹرویو کئے لیکن ان میں سے کوئی پر کشش تنخواہ اور مراعات پر بھی سعودی عرب آنے کو تیار نہ ہوا۔

کسی بھی ملک کی معاشی ترقی کا آغاز صرف اور صرف ایک چیز سے ہوتا ہے اور وہ ہے "بیرونی سرمایہ کاری (Foreign Direct Investment)"۔ سرمایہ کاری کے نتیجے میں ملک کے قدرتی اور انسانی وسائل بھرپور طریقے سے استعمال میں آتے ہیں۔ انفرااسٹرکچر بنتا ہے جس سے بہت سے لوگوں کو روزگار ملتا ہے۔ امیر طبقے کے پاس دولت کی کمی نہیں ہوتی لیکن افرادی قوت کی کمی ہوتی ہے۔ یہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

افرادی قوت تعلیم یافتہ مڈل کلاس سے حاصل ہوتی ہے۔ اس طرح امیر طبقے کی خوشحالی میں متوسط طبقہ بھی شریک ہو جاتا ہے۔

امیر طبقے سے متوسط طبقے میں دولت کا بہاؤ تیزی سے ہوتا ہے لیکن متوسط طبقے سے غریب طبقے میں دولت کا بہاؤ کافی سست ہوتا ہے۔ لوئر مڈل کلاس کے لوگوں کو جب دولت ملتی ہے تو وہ اسے زیادہ تر اپنی ناآسودہ خواہشات کی تکمیل کے لئے صرف کرتے ہیں اور مکان، گاڑی، فرنیچر وغیرہ پر رقم صرف کرتے ہیں۔ بعض لوگ جن کی خواتین بھی کام کرتی ہیں، انہیں گھریلو ملازموں کی ضرورت بھی پڑتی ہے۔ ان عوامل کے نتیجے میں غریب طبقے کے افراد کو روزگار ملتا ہے لیکن ان کی معاشی حالت میں اتنا تغیر واقع نہیں ہوتا جتنا کہ مڈل کلاس کی حالت میں واقع ہوا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چین اور بھارت کی معیشتوں نے حال ہی میں جو ترقی کی ہے، اس سے مڈل کلاس کی حالت تو بہت بدل گئی ہے لیکن ان کے ہاں غربت میں واضح کمی نظر نہیں آتی۔

معیشت کے خطوط کو منظم کرنے والوں کو اس بات کا احساس بھی ہونا چاہیے کہ ملک کی معاشی ترقی کے ثمرات جلد سے جلد معاشرے کے غریب طبقات تک پہنچ سکیں ورنہ جب وہ اپنے سے ملتے جلتے مڈل کلاس کے لوگوں کو بہتر ہوتا دیکھیں گے اور اپنی حالت میں انہیں کوئی فرق نظر نہ آئے گا تو یہ حسرت و مایوسی انہیں جرائم کا راستہ اپنانے پر مجبور کر دے گی۔

اہل اردن کے ساتھ گزارے گئے تین دن کا سفر اپنے اختتام کو پہنچا۔ ان تین دنوں میں اہل اردن کی محبت نے ہمارے دل جیت لئے۔ بحیثیت مجموعی اردنی قوم اخلاقی اعتبار سے بہت بہتر ہے۔ غیر ملکی مہمانوں کے ساتھ ان کا رویہ بہت اچھا ہوتا ہے۔ ان کے ٹورازم والے علاقوں میں بھی لالچ اور سیاحوں کو حیلے بہانے سے لوٹنے کا سلسلہ نہیں پایا جاتا۔ ان کے سرکاری اہل کاروں کو بھی اپنے کام میں ہم نے مستعد پایا۔ ان اچھی یادوں کے ساتھ اردن سے نکل کر ہم عازم مصر ہوئے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مصر کا بحری سفر

عقبہ کے حسین ساحل پر غروب آفتاب کا منظر دیکھنے کے بعد چند منٹ میں ہم بندر گاہ پر جا پہنچے۔ اب مغرب کی اذان ہو رہی تھی۔ میں نے بندر گاہ کے گیٹ پر محافظ سے مصر کی بندر گاہ "نویبع" جانے والی فیری کے بارے میں پوچھا۔ وہ صاحب مصر کے شہر منصورہ سے تعلق رکھنے والوں کے سے انداز میں گفتگو کرنے لگے۔ میں نے غلطی سے ان صاحب سے پوچھ لیا، "آپ کہیں منصورہ سے تعلق تو نہیں رکھتے؟" وہ ناراض ہو گئے اور مزاح کے سے انداز میں کہنے لگے، "آپ نے مجھے مصری کہا، اب آپ اندر نہیں جا سکتے۔"

انہوں نے بتایا کہ نو بجے ایک فیری نویبع کے لئے روانہ ہو رہی ہے۔ ہم نے سوچا کہ بجائے ہوٹل میں رات گزارنے کے کیوں نہ رات میں سمندر کی سیر کا لطف اٹھایا جائے۔ وہ صاحب کہنے لگے کہ ایک بار آپ اندر چلے گئے تو باہر نہ آ سکیں گے۔ ہم لوگ اندر داخل ہوئے۔ فیری کی روانگی میں ایک گھنٹے کا وقت تھا۔ جلدی جلدی نماز ادا کی۔ فیری کا ٹکٹ خریدا۔ یہاں ٹکٹ امریکی ڈالر میں فروخت ہوتے تھے۔ بالغ فرد کا ٹکٹ چالیس ڈالر، بچے کا تیس ڈالر اور گاڑی کا ٹکٹ سو ڈالر کا تھا۔ گاڑی کی ٹرپ ٹکٹ اور پاسپورٹوں پر مہر لگوائی۔ اردن والوں نے ملک سے جانے پر فی کس پانچ اردنی دینار ایگزٹ ٹیکس وصول کیا۔

اردن اور مصر زمینی راستے سے منسلک تو ہیں لیکن درمیان میں پندرہ بیس کلو میٹر کا علاقہ اسرائیل کے قبضے میں ہے۔ عقبہ سے نویبع کا فاصلہ سو کلو میٹر سے بھی کم ہے لیکن اسرائیلی علاقے کی وجہ سے تمام گاڑیوں کو یہ سفر فیری کے ذریعے کرنا پڑتا ہے۔ فیری چلانے والی اس کمپنی کا نام "عرب برج" رکھا گیا ہے یعنی عرب کا پل۔

عرب برج کی سروس کا معیار

ٹکٹ خریدنے اور امیگریشن وغیرہ کے مراحل سے گزرنے میں ہمیں ایک گھنٹہ لگ گیا۔ اب نو بج رہے تھے اور فیری کی روانگی کا وقت ہو رہا تھا۔ فیری پر سفر کرنے کا یہ ہمارا پہلا تجربہ تھا اس لئے ہم خاصے پر جوش ہو رہے تھے۔ نو بجے روانگی کا کوئی اعلان نہ ہوا۔ ساڑھے نو اور دس بھی بج گئے۔ میں نے معلومات کے کاؤنٹر سے پوچھا تو ان صاحب نے بے نیازی سے کندھے اچکائے اور بولے، "مافی معلوم"۔

ہمارے علاوہ اور بھی پچیس تیس گاڑیاں وہاں کھڑی تھیں۔ نمبر پلیٹوں سے معلوم ہوا کہ یہ سب سعودی عرب، کویت، قطر اور متحدہ عرب امارات سے آنے والے لوگ ہیں جو مصر جا رہے ہیں۔ ان میں زیادہ تر مصری فیملیاں تھیں جبکہ کچھ سعودی لوگ بھی تھے جو سیاحت کے لئے مصر جا رہے تھے۔

انتظار طویل ہوتا گیا۔ عرب لوگ بڑے اطمینان سے بیٹھے تھے۔ یہ لوگ شاید تجربہ کار تھے۔ ساڑھے بارہ بجے جا کر اعلان ہوا کہ پہلے گاڑیوں والے فیری پر آ جائیں۔ اب ہم لوگ چل پڑے۔ فیری ایک پلیٹ فارم سے لگی ہوئی تھی۔ اب ہمیں فیری کے سامنے لائنوں میں کھڑا کر دیا گیا اور ایک گھنٹہ مزید انتظار کروانے کے بعد اندر داخل ہونے کے لئے کہا گیا۔ یہاں گاڑیوں کے لئے دو منزلیں بنی ہوئی تھیں۔ ہمیں اوپر والی منزل کی جانب بھیج دیا گیا۔ یہ ایک وسیع و عریض پارکنگ تھی جس میں بلا مبالغہ سینکڑوں گاڑیاں کھڑی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہو سکتی تھیں۔

ضروری سامان لے کر ہم لوگ سیڑھیوں کے ذریعے اوپر جا پہنچے۔ استقبالیہ کاؤنٹر پر ہمارے پاسپورٹ لے لئے گئے۔ ہم لوگ عرشے پر جا پہنچے۔ یہاں کافی چہل پہل تھی۔ کچھ لوگ نیچے کیبن لے کر سو گئے تھے جبکہ ہماری طرح کچھ لوگ تازہ ہوا میں عرشے پر موجود تھے۔ فیری کے چلنے کا دور دور تک کوئی امکان نظر نہ آ رہا تھا۔

انتظار مزید طویل ہوتا گیا۔ میں نے نیچے جھانکا تو عجیب منظر تھا۔ خراب گاڑیوں کی ایک بڑی کھیپ مصر لے جائی جا رہی تھی۔ ایک صاحب خراب گاڑی میں بیٹھے تھے اور دوسرے درست گاڑی کے اگلے بمپر کو خراب گاڑی کے پچھلے بمپر سے جوڑے اسے دھکا لگاتے لا رہے تھے۔ اس طریقے سے انہوں نے خراب گاڑیاں فیری میں چڑھائیں۔ اس کے بعد بسوں کی باری آئی اور پندرہ بیس بسیں فیری میں سوار ہوئیں۔ آخری نمبر ٹرکوں کا تھا جو سامان سے لدے ہوئے فیری میں داخل ہو گئے۔ اس پورے عمل میں مزید تین گھنٹے نکل چکے تھے اور فیری اپنے اعلان کردہ وقت سے ساڑھے سات گھنٹے لیٹ ہو چکی تھی۔

صبح ساڑھے چار بجے جا کر فیری چلی۔ اس فیری سے مجھے اپنے بچپن کے زمانے میں جہلم اور گجرات کے درمیان چلنے والی بسیں یاد آ رہی تھیں۔ یہ بسیں جہلم سے "لاہور" کا بورڈ لگا کر روانہ ہوتیں اور ان کے کنڈکٹر لہور لہور کی آوازیں لگا کر سواریاں اکٹھی کرتے۔ لاہور کی بس سمجھ کر لاہور جانے والے ناواقف مسافر بھی ان میں چڑھ جاتے۔ راستے میں کسی بھی مقام پر کوئی بھی شخص اگر بس کو رکنے کا اشارہ کرتا تو بس رک جاتی اور لوگ اپنی بکریوں اور مرغیوں سمیت چڑھ آتے۔ کسی سواری کو چھوڑ دینا ان کے نزدیک کفران نعمت ہوتا۔ راستے میں سرائے عالمگیر، کھاریاں اور لالہ موسیٰ پر یہ بسیں دیر تک انتظار کرتیں اور پچھلی بس آنے پر آگے روانہ ہوتیں۔ جہلم سے گجرات تک پچاس کلومیٹر کا سفر یہ بسیں عموماً تین سے چار گھنٹے میں طے کیا کرتیں۔

گجرات پہنچ کر لاہور جانے والے غریب مسافروں کو یہ گوجرانوالہ جانے والی ایسی ہی بسوں میں منتقل کرتیں جو انہیں مزید تین گھنٹے میں پچاس کلومیٹر دور گوجرانوالہ پہنچاتیں۔ وہ بسیں ان مسافروں کو گوجرانوالہ سے لاہور جانے والی بس میں بٹھا دیتیں۔ اس طرح جہلم سے لاہور کا 170 کلومیٹر کا سفر آٹھ نو گھنٹے میں طے ہوتا۔ گجرات سے واپسی پر یہ بسیں "راولپنڈی" کا بورڈ لگا دیتیں اور یہی عمل دوہراتے ہوئے جہلم آ جاتیں اور پنڈی کے مسافروں کو گوجر خان کی بس پر منتقل کر دیا جاتا جو گوجر خان پہنچ کر مسافروں کو راولپنڈی کی بس پر بٹھا دیتیں۔ اس طرح جہلم سے راولپنڈی کا سو کلومیٹر کا سفر پانچ گھنٹے میں طے ہوتا۔

عرب برج انٹرنیشنل فیری سروس تھی تاہم اس کے مقابلے پر مجھے جہلم گجرات لوکل بس والوں کی سروس کافی بہتر معلوم ہو رہی تھی۔ اگر رات نو بجے سے حساب لگایا جائے تو عقبہ سے نویبع تک سو کلومیٹر کا سفر ہم لوگوں نے گیارہ گھنٹے میں طے کیا تھا۔ تمام مسافر شاید اس وقت اسرائیل اور فلسطین کے مسئلے کو کوس رہے تھے جس کے باعث ایک گھنٹے کا سفر گیارہ گھنٹے میں طے ہوا تھا۔ اگر بیچ میں یہ مسئلہ نہ ہوتا تو یہ سفر ایک گھنٹے سے بھی کم وقت میں طے ہو جاتا۔ یہ عرب برج والوں کی بدقسمتی تھی یا مسافروں کی خوش قسمتی کہ عقبہ اور نویبع کے درمیان کوئی اور بندرگاہ نہ تھی ورنہ یہ لوگ وہاں بھی رک کر کم از کم چھ آٹھ گھنٹے تو ضائع کر ہی دیتے۔

ہم لوگوں نے توبہ کی کہ آئندہ کبھی فیری پر سفر نہ کریں گے یا کم از کم کسی مسلم ملک میں فیری پر سفر نہ کریں گے۔ وقت ایسی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دولت ہے جسے کبھی بھی کیش کیا جا سکتا ہے۔ دنیا کی جو اقوام وقت کی قدر کرتی ہیں، وہی آج دنیا میں کامیاب ہیں اور جو وقت کو اس طرح ضائع کرتی ہیں، وہی زمانے کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتی ہیں۔ مشرق وسطی میں بالعموم یہ رواج ہے کہ لوگ وقت کی پابندی شاذ و نادر ہی کیا کرتے ہیں۔

خلیجی ممالک سے بہت سے مصری اسی راستے سے ہر سال چھٹیوں میں مصر جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مصر کے ہوائی جہاز کے کرائے بہت زیادہ ہیں۔ مثلاً اس زمانے میں جدہ سے کراچی کے 3000 کلومیٹر کا ریٹرن ٹکٹ 1700 ریال کا تھا جبکہ جدہ سے قاہرہ کے 1600 کلومیٹر سفر کا کرایہ 2500 ریال تھا۔ اگر کوئی صاحب اپنے پانچ فیملی ممبرز کے ساتھ بھی یہ سفر کریں تو ساڑھے بارہ ہزار ریال میں وہ صرف قاہرہ پہنچا کرتے تھے۔ قاہرہ سے آگے جانے کا کرایہ الگ۔ اس پر مستزاد یہ کہ ان کے پاس مصر پہنچ کر گاڑی کی سہولت بھی نہیں ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے مصری دو دن کی یہ خواری اٹھا کر بذریعہ فیری مصر جانے کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ ایک تو یہ سفر بہت سستا تھا اور دوسرے ان کے پاس مصر میں اپنی گاڑی بھی موجود ہوا کرتی تھی۔

سمندر میں چاندنی رات

اس منفی پہلو سے ہٹ کر اس سفر کا ایک مثبت پہلو بھی تھا اور وہ تھا سمندری سفر کا مزہ۔ ہمارا یہ سفر دو ملکوں کے درمیان سفر ہی نہ تھا بلکہ ہم ایشیا سے افریقہ کی طرف جا رہے تھے۔ ایشیا سے باہر نکلنے کا میرے لئے یہ پہلا موقع تھا۔ فیری چلنے کے بعد تازہ ہوا ہمارے چہروں سے ٹکرانے لگی۔ اس دن رجب کی پندرہویں رات تھی اور تقریباً پورا چاند نکلا ہوا تھا۔ چاندنی سمندر اور اس کے گرد و نواح میں پہاڑوں کو روشن کر رہی تھی۔ سمندر میں چاند کا جھلملاتا ہوا عکس منظر کو اور بھی دلفریب بنا رہا تھا۔ خاصا رومانٹک ماحول تھا۔

اگر ہم کسی مغربی ملک کی فیری میں سوار ہوتے تو دنیا و مافیہا سے بے خبر جوڑے سر عام رومانس میں مشغول ہو جاتے لیکن اس وقت فیری کے تمام کے تمام مسافر عرب ممالک سے تعلق رکھنے والے باحیا لوگ تھے چنانچہ کسی کے لئے رومانس کا کوئی موقع نہ تھا۔ اہل مغرب نے نجانے زندگی کے اس حسن کو سر عام انجام دے کر اتنا بدصورت کیوں بنا دیا ہے۔

سمندر میں رات کو میرا یہ پہلا سفر تھا۔ اتنا صاف آسمان اس سے پہلے میں نے شاید ہی کبھی دیکھا ہو۔ ستاروں کی بہت بڑی تعداد آسمان پر موجود تھی جس میں دب اکبر کے سات ستارے الگ سے نظر آ رہے تھے۔ قرآن مجید نے اس آسمان کو "آسمان دنیا" قرار دیا ہے جس کی وسعتوں کی پیمائش نوری سالوں میں کی جاتی ہے۔ ایسے ہی سات آسمان اور ہیں جو نجانے کتنے بڑے اور کتنے حسین ہوں گے۔ تَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ۔

میں رات کو جلدی سونے کا عادی ہوں۔ پوری رات جاگنے کے باعث اب نیند آنے لگی۔ ہم لوگوں عرشے پر ہی اپنے سلیپنگ بیگ بچھائے بیٹھے تھے۔ میں یہیں لیٹ کر سو گیا۔ ایک گھنٹے بعد اذان کی آواز سے آنکھ کھلی۔ یہ دراصل اذان کی بجائے اقامت کی آواز تھی۔ جلدی سے نیچے ٹائلٹ تک گیا۔ کثرت استعمال کے باعث یہ ٹائلٹ نہایت ہی گندا ہو چکا تھا۔ میں نے باہر سنک سے صرف وضو کرنے پر ہی اکتفا کیا۔ اوپر پہنچا تو جماعت ہو چکی تھی۔ خیر اپنی نماز ادا کی اور وہیں بیٹھ گیا۔ سمندر میں غروب آفتاب کے مناظر تو بہت مرتبہ دیکھے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھے لیکن طلوع آفتاب کا منظر دیکھنے کا یہ پہلا موقع تھا جس میں ابھی ایک گھنٹا باقی تھا۔

فیری، جس میں ہم نے سفر کیا

موبائل فون پر نظر پڑی تو یہاں سعودی موبائل سروس "الجوال" کے سگنلز آ رہے تھے۔ ان کی کوریج اتنی شاندار تھی کہ سعودی عرب کے دور دراز دیہات میں بھی سگنل آتے تھے اور اب سمندر میں بھی ان کی کوریج موجود تھی۔ اب تک تو ہم انٹرنیشنل رومنگ پر گھر بات کرتے آئے تھے جس کے باعث بیلنس ختم ہونے کے قریب تھا۔ جیسے ہی لوکل سگنلز ملے میں نے گھر کا نمبر ملایا۔ والدہ سے بات ہوئی۔ وہ فجر کی نماز کے لئے اٹھی ہوئی تھیں۔ خلیج عقبہ اور جدہ کے طلوع و غروب کے اوقات میں ایک گھنٹے کا فرق تھا۔ جدہ میں اس وقت سورج طلوع ہونے کے قریب تھا۔ نماز کے بعد انہوں نے کال کی اور ہم دیر تک باتیں کرتے رہے۔

سمندر میں طلوع آفتاب کا منظر

مشرق کی جانب شفق کی سرخی پہلے ہی نمودار ہو چکی تھی۔ تھوڑی دیر میں سورج طلوع ہونے لگا۔ سعودی عرب کی پہاڑیوں کے بیچ میں سے پہلے اس نے اپنا کنارہ نکالا۔ پھر نصف دائرے کی شکل اختیار کی اور آخر پورا ہو گیا۔ اس پورے عمل میں دو تین منٹ سے زیادہ وقت نہ لگا ہو گا۔ میں نے کیمرا آن کر کے اس پورے منظر کی ویڈیو بنالی تھی۔ اب سورج کا عکس نیلے پانی میں پڑ رہا تھا۔

اب ہم حقل اور طابہ کے بیچ میں سے گزر کر نویبع کے قریب ہو رہے تھے۔ اچانک عربی میں اعلان ہوا، "جہاز پر سوار پاکستانی مسافر کاؤنٹر سے رجوع کریں۔" اس اعلان کے ساتھ ہی ہم لوگ جہاز میں مشہور ہو گئے۔ ہر شخص حیرت سے ان سرپھرے پاکستانیوں کی جانب دیکھ رہا تھا جو اس راستے سے مصر جا رہے تھے۔ اپنا سامان سمیٹ کر ہم لوگ کاؤنٹر پر پہنچے۔ یہاں امیگریشن آفیسر بیٹھے تھے۔ عرب برج سروس کی واحد اچھی بات یہ تھی کہ امیگریشن کے مراحل فیری ہی میں طے کر لیے جاتے تھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میری پاکستانیت کے باعث یہ صاحب بھی مجھے کوئی نامی گرامی اسمگلر یا سکہ بند قسم کا دہشت گرد سمجھ رہے تھے لیکن فیملی کے باعث انہیں اپنی رائے تبدیل کرنا پڑی۔ پوچھنے لگے، "مصر میں آپ کہاں جائیں گے۔" میں نے کہا، "سینٹ کیتھرین، قاہرہ اور اسکندریہ۔" کہنے لگے، "کہاں رکیں گے۔ ہوٹل کا نام بتایئے" میں نے کہا، "وہاں پہنچ کر ہی ہوٹل دیکھیں گے۔ اگر آپ کوئی مخصوص ہوٹل چاہتے ہیں تو ہم وہاں رک جائیں گے۔" کہنے لگے، "خیر جہاں بھی جایئے، آپ کی مرضی۔ اگر آپ کا ارادہ سات دن سے زیادہ قیام کا ہو، تو قریبی پولیس اسٹیشن میں رپورٹ کر دیجیے گا۔" یہ کہہ کر انہوں نے پاسپورٹ میرے حوالے کئے، اپنا بریف کیس اٹھایا اور یہ جا وہ جا۔

نویبع پہنچے تو نیلے سمندر، براؤن پہاڑیوں اور نیلے آسمان نے ہمارا خیر مقدم کیا۔ یہاں سمندر کا پانی نہایت ہی صاف و شفاف تھا۔ جیسے ہی فیری اپنے پلیٹ فارم پر لگی، وقت ضائع کرنے کا عمل دوبارہ شروع ہوا۔ پہلے ٹرک نکلے، پھر بسیں اور آخر میں چھوٹی گاڑیاں۔ ہم لوگ چونکہ سب سے پہلے داخل ہوئے تھے اس لئے اب ہماری باری سب سے آخر میں آئی۔

نویبع کا ساحل

مصر کے سرکاری افسران

امیگریشن آفیسرز کے علاوہ مصر کے سرکاری آفیسرز اپنے رویے اور کرپشن کی عادات میں بالکل ویسے ہی تھے جیسا کہ ہمارے پاکستانی آفیسر ہوا کرتے ہیں۔ کسٹم والوں کو ہمارے سامان میں سوائے کپڑوں اور ایک لیپ ٹاپ کمپیوٹر کے اور کوئی چیز نہ ملی۔ کمپیوٹر بھی میں نے سفر نامے کے نوٹس اور تصاویر کے بیک اپ کے لئے ساتھ رکھ لیا تھا۔ انہیں ایک ہی اعتراض تھا کہ گاڑی میں آگ بجھانے والا آلہ نہیں ہے۔ ظاہر ہے گاڑی میں آگ لگے تو انسان اپنی جان بچانے کے لئے دور بھاگے گا یا پھر آلہ تلاش کر کے آگ بجھانے کی کوشش کرے گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان کی فرمائش پر سب لوگوں کو انہی کے سنٹر سے آگ بجھانے والا آلہ خریدنا پڑا۔ کسٹم کے بعد آخری مرحلہ ٹریفک پولیس کا تھا جو بہت ہی صبر آزما ثابت ہوا۔ اس موقع پر مجھے اپنے وہ ایجنٹ یاد آئے جو سرکاری دفاتر کے باہر موجود ہوتے ہیں اور معمولی سی رقم لے کر سارے کام کروادیتے ہیں۔ مصر میں ایسے ایجنٹ بھی نایاب تھے اور سرکاری اہل کار ہمارے اہل کاروں سے بڑھ کر بیوروکریٹ تھے۔

عرب برج والوں کی سروس نے ہمیں فیری پر سفر کرنے سے توبہ کرنے پر مجبور کیا تھا۔ ٹریفک پولیس والوں نے ہمیں آئندہ اپنی گاڑی پر خلیجی ممالک سے باہر سفر کرنے سے توبہ کرنے پر مجبور کر دیا۔ یہاں کے سرکاری اہل کاروں کی نسبت اردن کے سرکاری اہل کار نہایت ہی مستعد اور سعودی عرب کے سرکاری اہل کار تو فرشتہ صفت معلوم ہو رہے تھے۔

چار گھنٹے کی خواری کے بعد گاڑی کے کاغذات اور ٹوٹی پھوٹی مصری نمبر پلیٹیں ملیں۔ یہاں بہت سے مصری بچے نمبر پلیٹیں تبدیل کرنے پر بے تاب نظر آ رہے تھے۔ نمبر پلیٹیں تبدیل کروائیں اور بالآخر نویبع کی بندر گاہ سے ہم باہر نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ گزشتہ رات عقبہ کی بندر گاہ میں داخل ہونے سے لے کر نویبع کی بندر گاہ سے نکلنے تک ہمارے سولہ گھنٹے ضائع ہو چکے تھے۔ اچھی بات یہ تھی کہ اب ہم مصر میں کہیں بھی جانے کے لئے آزاد تھے۔

بندر گاہ پر طویل وقت صرف کرنے کے دوران ہمیں کئی مشاہدات ہوئے اور ہم نے اپنے مشاہدے کے دوران مصریوں کی چار اقسام دریافت کیں۔

مصریوں کی چار اقسام

پہلی قسم کے مصری بڑے بڑے جسم اور بڑے بڑے چہروں کے مالک ہوتے ہیں۔ ان کے چہرے اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ ہمارے ہاں کا بڑے سے بڑا چہرہ بھی ان کے چھوٹے سے چھوٹے چہرے سے چھوٹا ہوتا ہے۔ بڑے جسم کے ساتھ ساتھ بالعموم یہ موٹے دماغ کے لوگ ہوتے ہیں اور بات ذرا مشکل ہی سمجھتے ہیں۔

دوسری قسم کے مصری نہایت صاف رنگت کے ہوتے ہیں۔ انہوں نے خواہ کبھی اسکول کا منہ بھی نہ دیکھا ہو پھر بھی شکل سے نہایت ہی سوبر اور اعلیٰ تعلیم یافتہ نظر آتے ہیں۔ ان کی گفتگو کا انداز نہایت ہی مہذب ہوتا ہے۔

تیسری قسم کے مصریوں کو ہم نے "ایکٹر مصریوں" کا خطاب دیا۔ یہ عموماً گھنگریالے بالوں والی نسل ہے۔ یہ گفتگو کے ساتھ ساتھ پورا ڈرامہ رچاتے ہیں۔ ان کی بات سمجھنے کے لئے آپ کو عربی تو کیا بلکہ دنیا کی کوئی بھی زبان سیکھنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ لہجے کے اتار چڑھاؤ، چہرے کے تاثرات، جسم کی حرکات و سکنات اور اس کے علاوہ نان ورہل زبان (Non Verbal Language) کے جتنے بھی طریق ہائے کار دنیا میں دریافت ہو چکے ہیں، ان کا بھرپور استعمال کرتے ہیں۔ اگر یہ خوف کا شکار ہوں تو ایسا نقشہ کھینچیں گے کہ آپ لرز کر رہ جائیں۔ اگر حیرت کا اظہار کریں گے تو آپ کو بھی حیران کر کے ہی چھوڑیں گے اور اگر غصے میں ہوں گے تو آپ کو غصہ دلا کر رہیں گے۔

چوتھی قسم کے مصری یہاں کے دیہاتی بدو ہیں۔ دوسرے عرب ممالک کے بدوؤں کی طرح نہایت ہی کشادہ دل، پر خلوص اور مہمان نواز۔ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ اگر آپ ان کے علاقے میں چلے جائیں اور ان کی کسی بھیڑ یا مرغ وغیرہ کی طرف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پسندیدگی سے دیکھ لیں تو یہ اس جانور کو ذبح کر کے آپ کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں۔ جزیرہ نما سینا کے زیادہ تر حصوں میں بدو ہی آباد ہیں۔

زبان کا مسئلہ

سعودی عرب میں اپنے ڈیڑھ سالہ قیام کے دوران میں نے خاصی حد تک عربی زبان سیکھ لی تھی۔ اس زبان کے بل بوتے پر یمن سے لے کر اردن تک کے علاقے میں، میں باآسانی سفر کر چکا تھا جس کے باعث زبان کے بارے میں میری قوت خود اعتمادی میں کافی اضافہ ہو چکا تھا۔ میرا خیال تھا کہ مصریوں کے 'گ' کی جگہ 'ج' رکھ کر میں ان کی زبان بھی آسانی سے سمجھ لوں گا۔

جیسے ہی ہم نے مصر کی سرزمین پر قدم رکھا، مصریوں کی زبان سن کر میری ساری خود اعتمادی اڑنچھو ہو گئی اور کانفیڈنس کا تاج محل دھڑام سے زمین بوس ہو گیا۔ مصری تو میری بات کسی نہ کسی حد تک سمجھ رہے تھے لیکن ان کی زبان میں "اعزک، اقلک اور اش تعوذےےے؟؟؟" کے علاوہ کچھ پلے نہ پڑ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ مصریوں نے عربی میں متروک افریقی زبانوں کے جنتر منتر شامل کر کے ایک نئی زبان تخلیق کی ہے۔ میری حالت اس انگریز کی سی ہو رہی تھی جس نے آکسفورڈ کے کسی اعلیٰ تعلیم یافتہ پنجابی پروفیسر سے پنجابی زبان سیکھی اور اس کے بل پر جھنگ اور میانوالی کے دیہات کی سیاحت کے لئے نکل کھڑا ہوا جہاں کی زبان خود پنجابیوں کو سمجھ نہیں آتی۔

اردو کی بجائے پنجابی کی مثال دینے کی وجہ یہ ہے کہ اہل زبان کے علاوہ کیرالہ سے لے کر افغانستان تک اردو عام لوگوں کے رابطے کی زبان ہے۔ جس کسی کو بھی اردو آتی ہے، وہ ہر علاقے کے شخص کی بات آسانی سے سمجھ لیتا ہے۔ پنجابی کا معاملہ مختلف ہے۔ یہ ہر سو کلومیٹر پر تبدیل ہوتی ہے، ہر دو سو کلومیٹر پر اس میں کافی فرق واقع ہوتا ہے اور ہر پانچ سو کلومیٹر پر یہ اتنی بدل جاتی ہے کہ اسے سمجھنا کافی مشکل ہوتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جزیرہ نما سینا

جزیرہ نما سینا کا جغرافیہ

لگے ہاتھوں جزیرہ نما سینا کا ذکر بھی ہو تا چلے۔ ہم اس وقت سینا میں وارد ہوئے تھے۔ مصر کے دو حصے ہیں۔ ایک اس کی مرکزی زمین (Main Land) اور دوسری جزیرہ نما سینا۔ بحیرہ احمر شمال میں جا کر دو شاخوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ مشرقی شاخ خلیج عقبہ اور مغربی شاخ خلیج سویز کہلاتی ہے۔ ان دونوں کے درمیان کا علاقہ جزیرہ نما سینا کہلاتا ہے۔ سینا وہ واحد مقام ہے جہاں ایشیا اور افریقہ کے براعظم ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔

ہم اس وقت خلیج عقبہ سے گزر کر نویبع پہنچے تھے۔ اس کے مشرقی جانب سعودی عرب اور اردن اور مغربی جانب جزیرہ نما سینا واقع ہے۔ خلیج سویز کے مغربی جانب مصر کا مین لینڈ واقع ہے۔ شمال میں سینا، مشرق میں اسرائیل اور مغرب میں مصر کے مین لینڈ سے متصل ہے۔ اس کے شمال میں بحیرہ روم واقع ہے۔ سینا میں ہی کوہ طور واقع ہے جہاں سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ تعالی سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

طور عربی میں پہاڑ کو کہتے ہیں۔ "الطور" سے مراد وہ خاص پہاڑ ہے جہاں سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام پر تورات نازل ہوئی۔ عام روایت کے مطابق یہ پہاڑ سینا کے عین بیچ میں واقع ہے اور جبل موسی کہلاتا ہے۔ اس پہاڑ کے دامن میں تیسری صدی میں ایک کلیسا بھی تعمیر کیا گیا جو "سینٹ کیتھرین کا کلیسا" کہلاتا ہے۔ اسی مناسبت سے یہاں موجود قصبے کا نام بھی "سینٹ کیتھرین" ہے۔ کوہ طور کی اصل لوکیشن کے بارے میں بعض عیسائی اہل علم کا خیال یہ ہے کہ یہ سعودی عرب کے شمالی علاقے میں واقع ہے اور "جبل لوز" کہلاتا ہے۔ ان کے نقطہ نظر کے مطابق بنی اسرائیل کے لئے سمندر "نویبع" کے مقام پر شق ہوا تھا۔ اہل کتاب اور مسلمانوں کے مذہبی علماء اور ماہرین آثار قدیمہ کی اکثریت اس بات پر متفق ہے سینا میں واقع پہاڑ "جبل موسی" ہی اصل کوہ طور ہے۔

مصر کی سیاحت کا ہمارا ابتدائی منصوبہ یہ تھا کہ نویبع سے ہم لوگ سینٹ کیتھرین جا کر وہیں رات گزاریں گے۔ اگلے دن کوہ طور کو دیکھنے کے بعد ہمارا پروگرام جزیرہ نما سینا کی نوک پر واقع شہر "شرم الشیخ" جانے کا تھا جس کے بارے میں ہمیں بتایا گیا تھا کہ یہ سیاحت کے لئے نہایت ہی عمدہ اور خوبصورت مقام ہے۔ اس کے بعد ہم لوگ قاہرہ اور پھر اسکندریہ جاتے۔ وہاں سے واپسی پر ہمارا پروگرام جنوبی مصر کے فرعونی شہر "الاقصر (Luxor)" جانے کا تھا۔ الاقصر سے ہم لوگ مصر کے مین لینڈ کے سیاحتی مقام "الغردقہ (Hurghada)" جاتے جہاں سے ہمیں سعودی عرب کے شہر ضبا کے لئے فیری دستیاب ہو جاتی۔

سولہ گھنٹے کی خواری نے ہمیں اپنا پروگرام تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا۔ مسلسل سفر، تھکاوٹ اور نیند کے مارے ہمارا برا حال تھا۔ ہم نے سوچا کہ ابھی سیدھے شرم الشیخ چلتے ہیں اور وہاں ایک دو روز رک کر آرام کرتے ہیں۔ شرم الشیخ، نویبع کے جنوب میں 160 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع تھا جو ہمارے لئے ایک معمولی سا فاصلہ تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جزیرہ نما سینا میں ہمارا سفر

شرم الشیخ

سینا کے ساحل قدرتی حسن کی دولت سے مالا مال ہیں۔ اگر ساحل کے ساتھ ساتھ سڑک بنا دی جاتی تو یہ نہایت خوبصورت سفر ہوتا لیکن یہاں سڑک پہاڑوں کے درمیان بنائی گئی تھی۔ ڈیڑھ گھنٹے میں ہم لوگ شرم الشیخ جا پہنچے۔ چونکہ ہم لوگ اسرائیل کی جانب سے آ رہے تھے اس لئے راستے میں جگہ جگہ چیک پوسٹوں سے واسطہ پڑا۔ اردنی فوجیوں کی نسبت یہاں کے سپاہی کافی روکھے پھیکے لوگ تھے۔

شہر میں داخل ہوئے تو معلوم ہوا کہ یہ شہر اسم بامسمی کے بالکل متضاد کوئی چیز تھا۔ نہ تو یہاں شرم نظر آ رہی تھی اور نہ ہی کوئی شیخ یعنی بزرگ۔ ہمیں ایسا محسوس ہوا کہ ہم لوگ کسی مشرقی ملک کی بجائے، یورپ یا امریکہ کے بھی کسی انتہائی مادر پدر آزاد مقام پر آ گئے ہیں جہاں شرم و حیا نام کی کسی چیز کا کبھی گزر نہیں ہوا۔

شرم الشیخ، 1967ء سے پہلے مچھیروں کا ایک گاؤں تھا۔ 1967ء کی جنگ میں اسرائیل نے پورے جزیرہ نما سینا پر قبضہ کر لیا۔ 1978ء کے مصر اسرائیل سمجھوتے کے نتیجے میں مصر نے اسرائیل کو تسلیم کر لیا اور اسرائیل نے اس کے جواب میں مصر کو جزیرہ نما سینا واپس کر دیا۔ اس زمانے میں مصری حکومت نے اس مقام پر ایک ٹورازم سٹی کا منصوبہ بنایا کیونکہ یہاں کے ساحل نہایت ہی خوبصورتی کے حامل ہیں۔ مغربی سرمایہ کاروں نے یہاں بڑی بڑی رقوم انویسٹ کیں۔ بڑے بڑے ریزارٹس کے علاوہ بڑی تعداد میں نائٹ کلب، ڈسکو اور کیسینو بنائے گئے۔ اب یہ شہر مغربی سیاحوں کے لئے یورپ کے ساحلی مقامات کا ایک سستا متبادل تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شرم الشیخ کا ساحل بشکریہ www.panoramio.com

ہمیں انٹرنیٹ اور مصری دوستوں سے یہ تو معلوم ہو چکا تھا کہ یہاں مغربی سیاح کثیر تعداد میں آتے ہیں لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ اس مقام پر ان لوگوں کے لئے کوئی گنجائش موجود نہیں ہے جو شرم وحیا کی مشرقی اقدار پر تھوڑا سا یقین بھی رکھتے ہیں۔ اگر یہ معلوم ہوتا تو ہم یہاں سرے سے آتے ہی نہیں۔ اردن میں بھی مغربی سیاح کثیر تعداد میں آتے ہیں لیکن اردن نے اپنا اسلامی، مشرقی اور عرب تشخص بحال رکھا ہوا ہے اور وہاں جا کر یہ احساس نہیں ہوتا کہ ہم کسی مادر پدر آزاد معاشرے میں موجود ہیں۔ شراب، رقص اور جوئے کے اڈوں میں اور بہت سے لوگوں کے لئے تو بہت کشش تھی لیکن ہمارے لئے ایسے مقامات کی بجائے کچھ اور قسم کے مقامات میں کشش موجود تھی۔

مرد کی عفت و عصمت

اگر میں اکیلا بھی ہوتا تو ایسے مقامات کا رخ نہ کرتا لیکن اس وقت تو میری عفت و عصمت کا ایک خونخوار محافظ یعنی میری اہلیہ میرے ساتھ تھیں۔ نجانے ہمارے معاشرے میں عفت و عصمت کا تصور صرف اور صرف عورت کے ساتھ خاص کیوں کر دیا گیا ہے۔ مرد کے لئے بھی عفت و عصمت اتنی ہی اہم ہے جتنی کہ عورت کے لئے۔ ہمارے معاشرے میں مرد تو جو چاہے کرتا پھرے اس سے خاندان کی عزت پر کوئی حرف نہیں آتا لیکن اگر عورت ایسا کر بیٹھے تو یہ اس کے لئے ایک ناقابل معافی جرم ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے اس گناہ کے بارے میں مرد اور عورت میں کوئی تفریق نہیں کی۔ اس گناہ کے نتیجے میں عورت جتنی گناہ گار ہوتی ہے، مرد بھی اتنا ہی گناہ گار ہوتا ہے اور اگر مرد توبہ کے ذریعے پاک صاف ہو سکتا ہے تو ایسا عورت کے لئے بھی ممکن ہے۔

جس طرح قدیم دور میں عالمی فتنہ شرک تھا جس نے چین و ہندوستان سے لے کر افریقہ اور یورپ تک تمام اقوام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اسی طرح دور جدید کا سب سے بڑا فتنہ بے حیائی اور فحاشی ہے۔ اہل مغرب جب اپنے مذہب سے برگشتہ ہوئے تو انہوں نے دل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وجان کے ساتھ بے حیائی کو قبول کر لیا۔ جب ان کا قبضہ مسلم ممالک پر ہوا تو یہ بے حیائی یہاں بھی امپورٹ ہوئی۔

شروع شروع میں تو یہ صرف معاشرے کے ایک مخصوص طبقے تک ہی محدود رہی لیکن 1990ء کے عشرے میں ڈش، کیبل اور انٹرنیٹ کے فروغ کے بعد جس تیزی سے یہ مسلم معاشروں میں پھیل رہی ہے، اس سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اگلے پندرہ بیس برس میں اس معاملے میں مسلم اور مغربی معاشروں میں شاید ہی کوئی فرق رہ جائے۔ مسلم ممالک میں یہ منظر عام نظر آتا ہے کہ ماں اور بیٹی ساتھ ساتھ جا رہی ہیں۔ ماں نے تو برقع لے رکھا ہے جبکہ بیٹی نیم عریاں لباس پہنے ہوئے ہے۔ بے حیائی دور جدید کا فتنہ ہے جس کے استیصال کے لئے اہل مذہب کو ایک عظیم جہاد کی ضرورت ہے جس کا میدان جنگ انسانی ذہن ہو گا۔

میں ذاتی طور پر اہل مغرب کے بارے میں کسی تعصب کا شکار نہیں۔ جدید سائنسی ایجادات سے لے کر جمہوریت، انسانی حقوق، آزادی اظہار اور نظم وضبط جیسی بے شمار ایسی چیزیں ہیں جو مغرب نے تین چار سو سال کی محنت کے بعد انسانیت کو دیں۔ مجھے یہ اعتراف کرنے میں بھی کوئی چیز مانع نہیں کہ جدید دور میں ان تصورات کو اپنانے کے لئے اور اپنے معاشروں کو ماڈرنائز کرنے کے لئے ہمیں مغرب ہی سے بہت کچھ سیکھنے کی ضرورت ہے۔

اعتراض مجھے اس بات پر ہے کہ مسلم معاشرے اہل مغرب کی ان خوبیوں کو تو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں اور ان سے سیکھنے کے لئے جس چیز کا انتخاب کرتے ہیں وہ بے حیائی اور فحاشی ہے۔ شاید یہ وہ واحد معاملہ ہے جس میں اہل مشرق، اہل مغرب کی بجائے بہتر مقام پر کھڑے ہوئے تھے لیکن انہوں نے مغرب کی اچھی چیزوں کو لینے کی بجائے اس چیز کا انتخاب کیا جس میں اہل مغرب انسانیت کے درجے سے بھی گرے ہوئے ہیں۔ انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک تمام مسلم ممالک کو دیکھتے چلے جایئے، ہمیں مغرب کی انسان دوستی، انسانی حقوق، جمہوریت اور نظم وضبط تو شاید ہی کہیں نظر آئے لیکن ان کی عریانی وفحاشی ہر جگہ ہمیں نظر آئے گی۔

دور سے شرم الشیخ کے ساحل نہایت خوبصورت نظر آ رہے تھے۔ دور تک پھیلا ہوا پر سکون نیلگوں سمندر اور اس کے بیچ میں واقع سنہرے رنگ کا جزیرہ آنکھوں کو بہت بھلا لگ رہا تھا۔ ہم لوگوں نے ساحل کی طرف جانے سے احتراز کیا کیونکہ مین روڈ کے ماحول سے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ساحل بالکل ہی مادر پدر آزاد ہو گا۔ شہر میں گرمی بھی بے پناہ تھی۔ معلوم نہیں مغربی سیاحوں کو اس موسم میں کیا کشش محسوس ہو رہی تھی جو وہ کھلے عام ارنے بھینسوں کی طرح ادھر ادھر دھوپ میں گھوم رہے تھے۔

شرم الشیخ کو امن کا شہر بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں مشرق وسطی میں امن بحال کرنے کے لئے کانفرنسیں ہوتی رہتی ہیں۔ امن بحال کرنے کے لئے ایک ہی چیز انتہائی اہمیت کی حامل ہے اور اس کا نام ہے "کمپرومائز"۔ چھوٹے سے گھر سے لے کر دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے کمپرومائز ضروری ہے جس پر مشرق وسطی کی تمام متحارب قوتیں تیار نظر نہیں آتیں۔

ایک نسبتاً صاف مقام پر ایک اسٹور نظر آیا۔ ہم نے یہاں سے بسکٹ وغیرہ خریدے۔ میں نے انرجی ڈرنک "ریڈ بل" لے کر پیا۔ ہم نے یہی فیصلہ کیا کہ یہاں رکنے کی بجائے سینٹ کیتھرین کے بابرکت شہر میں ہی جا کر رکا جائے۔ سینٹ کیتھرین کے یہاں سے دو راستے تھے۔ ایک تو شرقی جانب سے خلیج عقبہ کے ساتھ ساتھ چلنے والا راستہ تھا جہاں سے ہم آئے تھے۔ دوسرا غربی جانب سے خلیج سویز کے ساتھ ساتھ جانے والا راستہ تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

راس محمد اور مجمع البحرین

ایک پولیس چیک پوسٹ پر میں نے رک کر پوچھا کہ کون سا راستہ بہتر ہے۔ کہنے لگے، "دونوں طرف سے راستہ برابر ہے، آپ جہاں سے چاہے چلے جایئے۔" ہم لوگ اب خلیج سویز والے راستے سے روانہ ہوئے۔ تھوڑی دیر میں ہم "راس محمد" جا پہنچے۔ یہ سینا کا انتہائی کونہ تھا جہاں خلیج سویز اور خلیج عقبہ آپس میں مل رہی تھیں۔ اس مقام کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہاں سیدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی ملاقات جناب خضر علیہ الصلوۃ والسلام سے ہوئی تھی۔ قرآن مجید نے یہ واقع کچھ اس طرح بیان کیا ہے:

یاد کرو وہ وقت جب موسیٰ نے اپنے خادم (یشوع بن نون) سے کہا، "میں اپنا سفر ختم نہ کروں گا جب تک کہ دونوں پانیوں کے سنگم تک نہ پہنچ جاؤں۔ ورنہ میں عرصہ دراز تک اپنا سفر جاری رکھوں گا۔ پس جب وہ ان کے سنگم پر پہنچے تو اپنی مچھلی کو بھول گئے اور وہ نکل کر پانی میں چلی گئی جیسے کہ کوئی سرنگ لگی ہو۔

آگے جا کر موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا، "لاؤ ہمارا ناشتہ، آج کے سفر میں تو ہم بری طرح تھک گئے ہیں۔" خادم نے کہا، "آپ نے دیکھا! یہ کیا ہوا؟ جب ہم اس چٹان پر اپنی رحمت سے نوازا تھا اور اپنی طرف سے ایک خاص علم دیا تھا۔

موسیٰ نے ان سے کہا، "کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں تاکہ آپ مجھے بھی اس دانش کی تعلیم دیں جو آپ کو عطا ہوئی ہے؟ انہوں نے جواب دیا، "آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے۔" موسیٰ نے کہا، "ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں کسی معاملے میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا۔" وہ بولے، "اچھا اگر آپ میرے ساتھ چلتے ہیں تو مجھ سے کوئی بات نہ پوچھیے گا جب تک کہ میں خود آپ سے ذکر نہ کروں۔"

اب وہ دونوں روانہ ہوئے، یہاں تک کہ ایک کشتی میں سوار ہو گئے تو ان صاحب نے کشتی میں شگاف ڈال دیا۔ موسیٰ نے کہا، "آپ نے اس میں شگاف پیدا کر دیا ہے تاکہ سب کشتی والوں کو ڈبو دیں؟ یہ تو آپ نے سخت حرکت کی۔" انہوں نے کہا، "میں نے آپ کو نہ کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔ موسیٰ بولے، "بھول چوک پر مجھے نہ پکڑیے۔ میرے معاملے میں سختی سے کام نہ لیجیے۔"

پھر وہ دونوں وہاں سے چلے، یہاں تک کہ ایک لڑکا انہیں ملا۔ ان صاحب نے اسے قتل کر دیا۔ موسیٰ نے کہا، "آپ نے ایک بے گناہ کی جان لے لی حالانکہ اس نے کسی کا خون نہ کیا تھا؟ یہ تو آپ نے بہت برا کیا۔" انہوں نے پھر کہا، "میں نے آپ کو نہ کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔" موسیٰ نے کہا، "اگر اب میں آپ سے کچھ پوچھوں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیے گا۔ لیجیے، اب تو میری طرف سے آپ کو عذر مل گیا۔"

پھر وہ آگے چلے یہاں تک کہ ایک بستی میں جا پہنچے اور وہاں کے لوگوں سے کھانا مانگا مگر انہوں نے ان دونوں کی ضیافت سے انکار کر دیا۔ وہاں انہوں نے ایک دیوار دیکھی جو کہ گرنے ہی والی تھی۔ ان صاحب نے اس دیوار کو درست کر دیا۔ موسیٰ کہنے لگے، "اگر آپ چاہتے تو اس کام کی اجرت بھی لے سکتے تھے۔" وہ بولے، "اب میرا اور آپ کا ساتھ ختم ہوا۔ اب میں آپ کو ان باتوں کی حقیقت بتاتا ہوں جن پر آپ صبر نہ کر سکے۔"

اس کشتی کا معاملہ یہ ہے کہ وہ چند غریب آدمیوں کی تھی جو دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے۔ میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں کیونکہ آگے ایک ایسے بادشاہ کا علاقہ تھا جو ہر کشتی کو چھین لیتا تھا۔ رہا وہ لڑکا، تو اس کے والدین مومن تھے۔ ہمیں اندیشہ ہوا کہ یہ لڑکا اپنی سرکشی اور کفر کے باعث انہیں تنگ کرے گا۔ اس لئے ہم نے یہ چاہا کہ ان کا رب، اس کے بدلے انہیں ایسی اولاد دے جو اخلاق میں اس سے بہتر ہو اور جس سے صلہ رحمی بھی زیادہ متوقع ہو۔ اور اس دیوار کا معاملہ یہ ہے کہ یہ اس شہر کے رہنے والے دو یتیم بھائیوں کی تھی اس دیوار کے نیچے ان بچوں کے لئے ایک خزانہ مدفون تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا۔ اس لئے آپ کے رب نے چاہا کہ یہ دونوں بچے بالغ ہوں اور اپنا خزانہ نکال لیں۔ یہ آپ کے رب کی رحمت کے باعث کیا گیا۔ میں نے کچھ بھی اپنے اختیار سے نہ کیا۔ یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر آپ صبر نہ کر سکے۔" (کہف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(18:60-82

سیدنا موسی و خضر علیہما الصلوۃ والسلام کے اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان اپنے محدود علم کے باعث اللہ تعالی کے بہت سے معاملات کو سمجھ نہیں پاتا اور اللہ تعالی کے کاموں پر اعتراض شروع کر دیتا ہے۔ جب ان کی حقیقت کسی طرح اس پر کھلے گی تو اسے معلوم ہو گا کہ اللہ تعالی کا فیصلہ بالکل درست تھا۔

وہ مقام جہاں سیدنا موسی و خضر علیہما الصلوۃ والسلام کی ملاقات ہوئی تھی، مجمع البحرین یعنی دو پانیوں کے ملنے کا مقام" تھا۔ بہت سے محققین کے نزدیک یہ سوڈان کے شہر خرطوم کا مقام ہے جہاں سیدنا موسی اور یشوع بن نون علیہما الصلوۃ والسلام دریائے نیل کے ساتھ ساتھ سفر کرتے گئے تھے۔ اس مقام پر دریائے نیل کی دو شاخیں بحر ابیض اور بحر ازرق آپس میں ملتی ہیں۔ اہل علم کے دوسرے گروہ کے نزدیک یہ مقام راس محمد کا مقام تھا جو کہ خلیج سویز اور خلیج عقبہ کا سنگم ہے۔ اگر آپ کا یہ سفر قیام مصر کے دوران ہوا تو پھر خرطوم والی بات درست ہے اور اگر یہ مصر سے خروج کے بعد ہوا تو پھر راس محمد والا قول درست معلوم ہوتا ہے۔

ذہنی غلامی

اس واقعے سے بعض مذہبی راہنماؤں نے ایک عجیب و غریب نتیجہ اخذ کیا۔ انہوں نے اپنے شاگردوں اور مریدین کو اپنا ذہنی غلام بنانے کے لئے یہ اخذ کیا انسان کو اپنے استاد یا مرشد سے کسی معاملے میں کوئی سوال نہیں کرنا چاہیے اور اس کے ہاتھ میں "مردہ بدست زندہ" بن کر رہنا چاہیے۔ موسی علیہ الصلوۃ والسلام اللہ کے رسول تھے۔ وہ اسی کے خاص حکم سے جناب خضر علیہ الصلوۃ والسلام سے ملاقات کے لئے گئے تھے۔ سیدنا خضر علیہ الصلوۃ والسلام اللہ تعالی کے فرشتے یا خاص امور سرانجام دینے والے کوئی بندے تھے جو اللہ تعالی سے براہ راست حاصل ہونے والے احکام کے مطابق عمل کرتے تھے جسے اصطلاح میں "تکوینی امور" کہا جاتا ہے۔

کیا ہمارے مذہبی راہنماؤں میں کوئی یہ دعوی کر سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالی سے براہ راست احکام حاصل کرتا ہے اور اس پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اللہ کے تمام بندے ختم نبوت کے بعد اب صرف اور صرف اس کے بندے ہی ہیں۔ ان سے سوال بھی کیا جا سکتا ہے اور ان سے اختلاف رائے بھی کیا جا سکتا ہے۔ اللہ کے نیک اور مخلص بندوں نے ہمیشہ ایسا ہی یہی رویہ اختیار کیا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جیسی نابغہ روزگار ہستی مسجد نبوی میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ انور کی طرف اشارہ کر کے کہتے، "اس ہستی کے علاوہ ہر شخص سے اختلاف رائے کیا جا سکتا ہے؟"

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ جیسی ہستی کا یہ عالم تھا کہ فرماتے، "اگر میں ٹھیک راستے پر چلوں تو میری اطاعت کرو اور اگر غلط راستے پر چلنے لگوں تو میری اصلاح کرو۔" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے عام دیہاتی لوگ بھی جواب طلبی کر سکتے تھے۔ چادر والا واقعہ تو اس معاملے میں بہت مشہور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی سچے اور مخلص نیک بندے اپنے شاگردوں اور مریدوں کی تعلیم و تربیت کے دوران نہ صرف ان کے سوالات کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں بلکہ انہیں استاد کے ذہن سے سوچنے کی بجائے ان کے اپنے ذہنوں سے سوچنے کی تربیت دیتے ہیں۔

اگر آپ کے استاد، شیخ یا تنظیمی قائد آپ کو کھلے ذہن سے سوچنے اور واقعات اور نقطہ ہائے نظر کو تنقیدی انداز میں جانچنے اور پرکھنے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی تربیت دیتے ہیں تو جان لیجیے کہ وہ آپ کے ساتھ مخلص ہیں۔ دوسری طرف اگر وہ آپ کو اپنا ذہنی غلام بنانا چاہتے ہیں تو اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ ان صاحب کا مقصد آپ کا جذباتی استحصال ہے اور آپ سے کچھ مالی یا کم از کم نفسیاتی فوائد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

افسوس کہ ہمارے معاشروں میں لوگوں کو ذہنی غلام بنانے کی عمل صدیوں سے جاری ہے۔ اس کے لئے کیا کیا ہتھکنڈے اختیار کیے جاتے ہیں، اس کی تفصیل آپ میری کتاب "مسلم دنیا میں ذہنی، فکری اور نفسیاتی غلامی" میں دیکھ سکتے ہیں۔

راس محمد کے قریب سمندر میں کورل ریف بشکریہ www.panoramio.com

سمندر میں ڈائیونگ اور کورل ریف

راس محمد کا علاقہ "کورل ریف" کے لئے مشہور ہے۔ اس علاقے میں سمندری مخلوقات کی بہت سی قسمیں پائی جاتی ہیں۔ یہاں کے سمندر میں کورل کی بہت سی کالونیاں موجود ہیں جنہیں دیکھنے کے لئے سیاح غوطہ خوری کا لباس پہن کر سمندر میں اترتے ہیں۔ میں ابھی تک اس تجربے سے محروم رہا تھا اور گھر سے یہ ارادہ کر کے چلا تھا کہ یہاں غوطہ خوری کا شوق پورا کروں گا لیکن ماحول کو مد نظر رکھتے ہوئے ایسا مناسب محسوس نہ ہوا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ غوطہ خوری کا شوق جدہ میں بھی پورا کیا جا سکتا ہے جہاں بہت سی ڈائیونگ کمپنیاں سیاحوں کو غوطہ خوری کی سہولیات مہیا کرتی ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طور سینا کا قصبہ

ایک گھنٹے کے سفر کے بعد ہم لوگ "طور سینا" نامی قصبے میں جا پہنچے۔ یہ خلیج سویز کے شرقی کنارے پر واقع بندر گاہ ہے اور اس کا نام کوہ طور کے نام پر رکھا گیا ہے۔ ہم لوگ شہر کے اندر چلے گئے۔ ایک بڑی سی مسجد میں نماز ادا کرنے کے بعد ایک ہوٹل سے تکے کھائے۔ عربوں کے تکے بھی مصالحوں سے پاک ہوتے ہیں جس کے باعث ہمارے جیسا تیز مصالحے کھانے والا انہیں مجبوراً ہی کھاتا ہے۔ ہمیں اب پاکستانی کھانے شدت سے یاد آ رہے تھے لیکن یہاں ان کا دور دور تک نام و نشان نہ تھا۔ انٹرنیٹ سے یہ معلوم ہوا تھا کہ قاہرہ میں چند انڈین ریسٹورنٹ ہیں۔ ہم نے سوچا کہ وہیں چل کر اپنی زبان کی اس خواہش کو پورا کریں گے۔

تھکن کے باعث ہمارا دل یہ چاہ رہا تھا کہ یہیں قیام کر لیا جائے اور لمبی تان کر نیند پوری کی جائے لیکن اس قصبے میں ایک دو ہوٹل ہی تھے جو فیملی کے ساتھ رکنے کے لئے مناسب معلوم نہ ہوئے۔ اب ہم یہاں سے آگے روانہ ہوئے۔ پچاس ساٹھ کلو میٹر کے بعد سینٹ کیتھرین کا ایگزٹ آ گیا۔ اب ہم اس سڑک پر ہو لئے۔ سینٹ کیتھرین یہاں سے سو کلو میٹر کے فاصلے پر تھا۔ یہ پہاڑی سڑک تھی جو زگ زیگ انداز میں اوپر نیچے جا رہی تھی۔ راستے میں بدوؤں کے چند گاؤں آئے اور ایک گھنٹے کے مزید سفر کے بعد ہم بالآخر سینٹ کیتھرین پہنچ گئے۔ یہاں کی چیک پوسٹ کے سپاہیوں کا رویہ بہت اچھا تھا۔ عجیب بات یہ تھی کہ مصر میں چیک پوسٹوں پر سفید وردی والے اہل کاروں کے ساتھ ساتھ سادہ لباس والے بھی موجود تھے جو کہ چیکنگ کر رہے تھے۔ یہ چیکنگ بالعموم جزیرہ نما سینا تک ہی محدود تھی کیونکہ آگے مصر کے مین لینڈ میں ہمیں کہیں بھی چیک پوسٹ پر روکا نہیں گیا۔

چیک پوسٹ سے تھوڑا آگے ہمیں ایک خوبصورت موٹل نظر آیا جس کا نام تھا "مورگن لینڈ موٹل"۔ نہایت ہی صاف ستھری جگہ تھی جس میں ایک دوسرے سے فاصلے پر عمارتیں بنی ہوئی تھیں اور گاڑی عمارت تک جا سکتی تھی۔ موٹل کا کرایہ بھی نہایت ہی مناسب تھا یعنی پچاس ڈالر روزانہ۔ اس رقم میں رات کا کھانا اور صبح کا ناشتہ بھی شامل تھا۔ ہم یہیں رک گئے۔

مغرب کے بعد کھانے کا وقت تھا جو کہ امریکی ڈشوں پر مبنی بوفے پر مشتمل تھا۔ اہل مغرب کے کھانے بھی ان کی طرح پھیکے ہی ہوتے ہیں۔ ان میں سے صرف ایک ڈش ہمیں پسند آئی جو کہ گوشت کے قتلوں اور شملہ مرچوں سے بنائی گئی تھی۔ کھانے کے ہال کو بہت سے تاریخی نوادرات سے سجایا گیا تھا۔

موٹل میں ایک چھوٹا سا بازار بھی تھا جہاں بدوؤں کے ہینڈی کرافٹس کی دکانیں تھیں۔ یہ ہینڈی کرافٹ بالکل ویسے ہی تھے جیسا کہ ہمارے ہاں سوات وغیرہ میں ملتے ہیں۔ یہاں بھی بدو خواتین گھروں میں یہ چیزیں بناتی تھیں جو کہ ان دکانوں پر غیر ملکیوں کو فروخت کئے جاتے تھے۔ ایک دکان عیسائی حضرات کے مذہب سے متعلق اشیاء کی بھی تھی جس میں صلیبوں سے لے کر سیدنا مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کی تصاویر بھی شامل تھیں۔ عشاء کے بعد ہم لمبی تان کر سو گئے کیونکہ پچھلی رات ہم نے فیری میں بہت کم نیند لی تھی۔ صبح اٹھ کر ڈٹ کر ناشتہ کرنے کے بعد ہم کوہ طور پر جانے کے لئے تیار ہو گئے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بنی اسرائیل کی تاریخ

یہ پورا علاقہ بنی اسرائیل کی تاریخ میں ایک خاص اہمیت کا حامل تھا۔ یہی تیہ کا وہ دشت تھا جہاں بنی اسرائیل کو چالیس سال قید رکھا گیا تھا۔ مناسب ہو گا اگر ہم آگے چلنے سے قبل بنی اسرائیل کی تاریخ کا کچھ جائزہ لے لیں۔

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالی نے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد کو اس دنیا میں آخرت کی جزا و سزا کا نمونہ بنا دیا تھا۔ آپ کے پوتے سیدنا یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام فلسطین کے علاقے میں آباد تھے اور اللہ کے دین کی دعوت دیا کرتے تھے۔ آپ کا لقب اسرائیل تھا جس کا معنی ہے عبد اللہ یعنی اللہ کا بندہ۔ آپ کے بارہ بیٹے تھے۔ ان میں سے دس بیٹوں کو سب سے چھوٹے بھائی یوسف علیہ الصلوۃ والسلام سے حسد ہوا اور انہوں نے آپ کو کنویں میں پھینک دیا۔ بنی اسماعیل کا ایک قافلہ وہاں سے گزرا تو انہوں نے یوسف کو نکالا۔ ان کے بھائیوں نے تھوڑی سی رقم کے عوض یوسف کو قافلے والوں کے ہاتھ بیچ دیا جنہوں نے آپ کو لے جا کر مصر میں فروخت کر دیا۔

بنی اسرائیل مصر میں

سیدنا یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے میں مصر کا دارالحکومت میمفس (Memphis) تھا جو موجودہ قاہرہ کے قریب دریائے نیل کے دوسری طرف آباد تھا۔ سورہ یوسف میں آپ کے تفصیلی حالات بیان ہوئے ہیں۔ آپ کی اعلی انتظامی صلاحیتوں کے باعث بادشاہ نے آپ کو مصر کے وزیر اعظم کا عہدہ دے دیا۔ سورہ یوسف کے مطابق مصر میں سات سال نہایت ہی اچھی فصل ہوئی جسے سیدنا یوسف علیہ الصلوۃ والسلام نے ذخیرہ کر لیا۔ اس دور میں بھی مصر کی زیادہ تر آبادی دریائے نیل کے دونوں کناروں پر آباد تھی۔ اس کے علاوہ ممفس سے شمال کی جانب دریائے نیل کی مختلف شاخوں کے نتیجے میں بننے والا ڈیلٹا کا علاقہ بہت زرخیز ہوا کرتا تھا۔ آج بھی مصر کی آبادی کا نوے فیصد حصہ انہی علاقوں میں آباد ہے۔

اگلے سات سال شدید قحط پڑا۔ ارد گرد کے علاقوں سے لوگ غلہ لینے مصر آئے جن میں فلسطین سے آنے والے بھائی بھی شامل تھے۔ سیدنا یوسف علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا اور اپنے والدین کو بھی یہیں بلا لیا۔ ان بارہ بھائیوں کو مصر میں خوب پذیرائی ملی اور یہ زرخیز ترین زمینوں پر آباد ہوئے اور کچھ ہی عرصے میں ان کی اولاد کثیر تعداد میں ہو گئی۔ ماہرین آثار قدیمہ اور بائبل کے علماء کی تحقیق کے مطابق یہ واقع 1900 قبل مسیح یعنی آج سے تقریباً چار ہزار سال قبل کا ہے۔ چار سو سال کے عرصے میں بنی اسرائیل کی تعداد ہزاروں بلکہ لاکھوں میں پہنچ گئی۔

بنی اسرائیل اس دور میں شرک اور دوسری برائیوں میں مبتلا ہو چکے تھے جس کی سزا انہیں بحیثیت قوم اسی دنیا میں دی۔ جب بنی اسرائیل مصر میں آباد ہوئے تو اس دور میں مصر میں ہکسوس (یعنی چرواہے یا اجنبی) بادشاہوں کی حکومت تھی۔ یہ غیر ملکی حکمران تھے اور عرب علاقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ کچھ عرصے بعد مصر کے مقامی باشندوں میں قوم پرستی کی ایک شدید لہر اٹھی جس کے تحت ہکسوس بادشاہوں کے خلاف ایک عظیم بغاوت ہوئی جس کے نتیجے میں مصر کی قومی حکومت قائم ہوئی۔ بنی اسرائیل جو غیر ملکی بادشاہوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے پسندیدہ لوگ تھے، اب معتوب ٹھہرے اور انہیں غلام بنالیا گیا۔

سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام

سیدنا یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کے چار سو سال کے بعد اللہ تعالی نے سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام کو بنی اسرائیل میں مبعوث فرمایا۔ آپ کی پیدائش سے قبل بنی اسرائیل پر ایسا وقت بھی آیا کہ فرعون نے ان کی قوت ختم کرنے کے لئے ان کے نوزائیدہ بچوں کو قتل کرنے اور بچیوں کو اپنی خدمت کے لئے زندہ رکھنے کا حکم دیا۔ سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام بھی شاید اسی حکم کی پاداش میں قتل کئے جاتے لیکن اللہ تعالی نے آپ کو بچا لیا اور ایسے حالات پیدا کئے کہ فرعون نے خود آپ کو گود لے کر آپ کی پرورش کی۔ اس زمانے میں مصر کا دارالحکومت میمفس سے تھیبس (Thebes) منتقل کر دیا گیا تھا۔ یہ وہی مقام ہے جہاں آج "الاقصر (Luxor)" کا تاریخی شہر ہے۔

جوانی میں سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام سے نادانستہ طور پر ایک مصری قتل ہو گیا جو کہ ایک اسرائیلی پر ظلم کر رہا تھا۔ خطرہ محسوس کر کے آپ مصر سے مدین تشریف لے گئے۔ یہ علاقہ موجودہ عقبہ کے قریب ہی واقع تھا۔ یہاں آپ کی ملاقات سیدنا شعیب علیہ الصلوۃ والسلام سے ہوئی۔ آپ نے ان کے ہاں ملازمت کر لی۔ کئی برس کے بعد سیدنا شعیب علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی بیٹی صفورا رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ سے کر دیا اور آپ مصر واپس آئے۔

راستے میں آپ کا گزر صحرائے سینا کے اس مقام سے ہوا جہاں ہم اس وقت موجود تھے، یہیں آپ کو جنگل میں ایک روشنی نظر آئی۔ آپ کی زوجہ اس وقت حمل سے تھیں جس کا وقت قریب ہی تھا۔ آپ سمجھے کہ شاید یہ آگ ہے۔ آپ اپنی زوجہ کے لئے آگ لینے جنگل میں گئے تو اللہ تعالی آپ سے ہم کلام ہوا اور آپ کو نبوت عطا ہوئی۔ آپ کو اللہ تعالی نے حکم دیا کہ آپ فرعون کے دربار میں جا کر اس کو اللہ کے دین کی دعوت دیں۔ آپ نے ایک مددگار طلب کیا جس پر آپ کا مددگار آپ کے بھائی سیدنا ہارون علیہ الصلوۃ والسلام کو مقرر کیا گیا۔

محققین کا خیال ہے کہ سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام کا واسطہ دو فراعین سے پڑا۔ ایک تو رعمسیس ثانی تھا جس نے آپ کی پرورش کی اور دوسرا اس کا بیٹا منفتاح تھا جس کو آپ نے اللہ کے دین کی دعوت پیش کی۔ آپ نے فرعون کو یہ بتایا کہ آپ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں اور وہ بنی اسرائیل کو ان کے ساتھ جانے کی اجازت دے دے۔ فرعون کے طلب کرنے پر آپ نے اللہ تعالی کی طرف سے دیے گئے معجزے یعنی اپنا عصا اور ید بیضا (چمکتا ہوا ہاتھ) اسے دکھائے۔ فرعون نے اسے جادوگری قرار دیا اور آپ کے مقابلے پر اپنے جادوگروں کو لے آیا۔

جادوگروں نے آپ کے سامنے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں ڈالیں تو یہ سانپ بن کر نظر آئیں۔ آپ نے اپنا عصا زمین پر ڈالا تو یہ اژدھا بن کر سب کو نگل گیا۔ جادوگر ماہرین فن تھے، وہ یہ جان گئے کہ یہ جادو نہیں ہو سکتا۔ یہ لوگ آپ پر ایمان لائے جس کی پاداش میں فرعون نے انہیں ہاتھ پاؤں کٹوا کر شہید کر دیا۔ فرعون نے سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام جو کہ ایک غلام قوم کے فرد تھے، کی دعوت کو اپنی سلطنت اور قوم کے لئے خطرہ قرار دیا۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ سیدنا موسی و ہارون علیہما الصلوۃ والسلام کی دعوتی سرگرمیوں کے نتیجے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں آپ کی پوری قوم آپ پر ایمان لا چکی تھی۔

فرعون نے اللہ کے اس رسول کے سامنے نہایت ہی سرکشی کا مظاہرہ کیا۔ اللہ تعالی نے اس کی پاداش میں اس کی قوم پر وقتاً فوقتاً چھوٹے عذاب نازل کئے جن میں قحط، ٹڈی دل، طوفان، جوئیں، مینڈک اور خون کے عذاب شامل ہیں۔ عذاب سے تنگ آ کر فرعون سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام سے عذاب ٹلنے کی درخواست کرتا اور بنی اسرائیل کو آزاد کر دینے کا آپ کا مطالبہ مان لیتا لیکن عذاب ٹلنے کے بعد حیلے بہانوں سے انکار کر دیتا۔

معاملہ آخر کار اس مرحلے کو پہنچ گیا جب رسول کی جانب سے اتمام حجت ہو چکا۔ اللہ کے رسول اپنی اقوام کو مختلف دلائل سے قائل کرنے کی کوشش کرتے تھے اور انہیں اللہ کی جانب سے دیے ہوئے معجزات دکھایا کرتے تھے۔ جب ان کی قوم کے پاس سوائے ضد، تعصب اور ہٹ دھرمی کے کوئی اور عذر رسول کا انکار کرنے کے لئے باقی نہ رہتا تو ان پر اللہ کی حجت پوری ہو جاتی تھی۔ اس کے بعد رسول کو مان لینے والوں کو الگ کر کے نہ ماننے والوں کو موت کی سزا دے دی جاتی تھی۔

بنی اسرائیل کا خروج (Exodus)

اللہ کے حکم سے سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام نے وادی نیل اور ڈیلٹا کے علاقے میں پھیلے ہوئے بنی اسرائیل کو اکٹھا کیا اور انہیں لے کر نکلے۔ بائبل کے بیان کے مطابق بنی اسرائیل کے مصر میں قیام کی کل مدت 430 برس تھی۔ فرعون نے اس معاملے میں کوئی رکاوٹ کھڑی نہ کی تھی کیونکہ اللہ تعالی نے اس کا دل نرم کر دیا تھا۔ جب سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر کے مین لینڈ سے باہر نکلے تو فرعون کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ اپنی فوج لے کر آپ کے تعاقب میں آیا۔

اب بنی اسرائیل کے سامنے بحیرہ احمر تھا اور پیچھے فرعون کی فوج تھی۔ اللہ تعالی کے حکم سے سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنا عصا پانی میں مارا جس کے نتیجے میں پانی دو ٹکڑے ہو گیا اور راتوں رات اللہ تعالی نے اسے خشک کر کے اس میں ایک راستہ بنا دیا۔ بنی اسرائیل اس راستے سے سمندر پار کر گئے۔ فرعون کی پوری فوج ان کے تعاقب میں سمندر میں داخل ہوئی تو اللہ تعالی نے پانی کو دوبارہ ملا دیا جس کے نتیجے میں فرعون اپنے لشکر سمیت سمندر میں غرق ہو گیا۔

محققین کے مطابق یہ واقعہ موجودہ سویز شہر اور نہر سویز کے عین بیچوں بیچ واقع کڑوی جھیلوں کے درمیان ہوا تھا۔ اس زمانے میں یہ کڑوی جھیلیں سمندر سے ملی ہوئی تھیں۔ بعد میں جغرافیائی تبدیلیوں کے نتیجے میں سمندر پیچھے ہٹ گیا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق یہ واقع "عیون موسی" نامی مقام کے قریب پیش آیا۔

اللہ تعالی کی جانب سے دلائل کے ذریعے اتمام حجت کا یہ معاملہ صرف رسول کے اولین مخاطبین کے ساتھ پیش آتا ہے۔ فرعون کو ہر طرح کے دلائل اور معجزات کے ذریعے قائل کرنے کی کوشش کی گئی۔ جب اس کے پاس ضد اور ہٹ دھرمی کے علاوہ کوئی عذر باقی نہ رہا تو اسے غرق کر دیا گیا۔ سمندر کے شق ہونے اور ہزاروں افراد کے اس میں ڈوب جانے کا یہ واقع ایسا نہ تھا جس سے دنیا بے خبر رہتی۔ اس عظیم واقعہ کی خبر دور دور تک پھیل گئی۔ چونکہ اب اللہ کی یہ برہان آ چکی تھی اس لئے ارد گرد کی تمام اقوام پر خود بخود اتمام حجت ہو چکا تھا اور اب شرک سے چمٹے رہنے اور سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام کی رسالت کو قبول نہ کرنے کے باعث ان پر عذاب آنا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھا۔

بنی اسرائیل اب آزاد ہو چکے تھے۔ یہ لوگ اب جزیرہ نما سینا میں سفر کر رہے تھے۔ سینا کے علاقے میں انہوں نے ایک قوم کو گائے کی پوجا کرتے دیکھا تو سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام سے فرمائش کی کہ وہ انہیں بھی ایسا ہی خدا بنا دیں۔ اس سے بنی اسرائیل پر غلامی کے اثرات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام نے اس پر انہیں سخت تنبیہ فرمائی۔

بنی اسرائیل پر اللہ تعالی کی نوازشوں اور رحمتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ اتنی بڑی تعداد کے لئے خوراک اور پانی کا انتظام آسان کام نہ تھا لیکن اللہ تعالی نے ان پر من وسلوی نازل کیا۔ من، گندم کی قسم کے دانے تھے جو روزانہ ان پر برستے تھے اور سلوی بٹیر کی طرح کا ایک پرندہ تھا جو کثرت سے ان کے خیموں کے گرد جمع ہو جاتے اور بنی اسرائیل ان کو پکڑ کر بھون لیتے۔ پانی کے لئے اللہ تعالی نے بارہ چشمے جاری فرما دیے جو بنی اسرائیل کے بارہ قبائل کے لئے کافی تھے۔

دس احکام (Ten Commandments)

اللہ تعالی کا منصوبہ یہ تھا کہ دنیا میں حق کے علمبرداروں کا ایک ایسا گروہ تیار کر دیا جائے جو اخلاقی اور تمدنی اعتبار سے دنیا سے ممتاز ہو۔ اس گروہ کو دنیا میں جزا و سزا کا نمونہ بنا دیا جائے۔ ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو اللہ تعالی کے احکام کے مطابق گزارنے کے لئے اللہ تعالی نے قانون دینے کا فیصلہ کیا۔ اس کے لئے سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام کو کوہ طور پر طلب کیا گیا۔ یہاں اللہ تعالی نے آپ کو تورات عطا فرمائی جو صدیوں سے بنی اسرائیل کے قانون کا ماخذ ہے۔ اس کے دس احکام (Ten Commandments) بہت مشہور ہیں:

1. میرے حضور تم غیر معبودوں کو نہ ماننا۔
2. تم کسی بھی چیز کی صورت کا خواہ وہ اوپر آسمانوں میں یا نیچے زمین پر یا پانیوں میں ہو، بت نہ بنانا۔
3. تم خداوند اپنے خدا کا نام بری نیت سے نہ لینا کیونکہ جو اس کا نام بری نیت سے لے گا، خدا اسے بے گناہ نہ ٹھہرائے گا۔
4. سبت (ہفتے) کے دن کو یاد سے پاک رکھنا۔ چھ دن تم محنت سے کام کرنا لیکن ساتواں دن خداوند تمہارے خدا کا سبت ہے۔ اس دن نہ تو تم کوئی کام کرنا اور نہ ہی تمہارا بیٹا یا بیٹی، نوکر یا نوکرانی، تمہارے چوپائے اور تمہارے پاس مقیم مسافر کوئی کام کریں۔
5. اپنے باپ اور ماں کی عزت کرنا تاکہ تمہاری عمر اس ملک میں جو خداوند تمہارا خدا تمہیں دیتا ہے، دراز ہو۔
6. تم (کسی کا) خون نہ کرنا۔
7. تم زنا نہ کرنا۔
8. تم چوری نہ کرنا۔
9. تم اپنے پڑوسی کے خلاف جھوٹی گواہی نہ دینا۔
10. تم اپنے پڑوسی کے گھر کا لالچ نہ کرنا۔ تم اپنے پڑوسی کی بیوی (کے حصول) کا لالچ نہ کرنا اور نہ ہی اس کے غلام یا کنیز کا، نہ اس کے بیل یا گدھے کا اور نہ ہی کسی اور چیز کا۔ (کتاب خروج 17-20:3)

قرآن مجید نے ان احکام کو میثاق سے تعبیر کیا ہے۔ غلامی کے ادارے کا خاتمہ کرنے کے لئے یہ قانون بنایا گیا کہ اگر بنی اسرائیل کوئی غلام یا کنیز خریدیں تو اس سے چھ سال خدمت لی جائے اور ساتویں سال وہ خود بخود آزاد ہو جائے۔ اگر کوئی اپنی کنیز کے حقوق ادا نہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرے تو وہ خود بخود آزاد ہو جائے گی۔

بنی اسرائیل کو تفصیلی فوجداری قوانین دیے گئے۔ ان کے کاروبار کے قوانین بنائے گئے۔ انہیں عدل و انصاف کی تلقین کی گئی۔ ان کی دولت کا بڑا حصہ جانوروں پر مشتمل تھا اس لئے ان کے ہاں قربانی کی عبادت کو خاص اہمیت دی گئی اور ہر معاملے میں جانوروں کی قربانی پیش کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ غریب لوگوں کی خوراک کا مستقل انتظام کیا جا سکے۔ ان کے ہاں زکوۃ کا مفصل قانون نازل کیا گیا۔ ان کے ہاں زرعی پیداوار پر زکوۃ کے وہی ریٹ مقرر کیے گئے جو ہماری شریعت میں مقرر کیے گئے ہیں۔

غریب لوگوں کی مدد کرنے اور ان سے عدل و انصاف کرنے کے خاص اہمیت دی گئی۔ رشوت لینے سے منع کیا گیا اور مسافروں اور دوسری اقوام کے لوگوں سے اچھا سلوک کرنے کی تلقین کی گئی۔ ان کے لئے تین عیدیں مقرر کی گئیں۔ ان میں سے ایک کو "عید فطیر" کہا گیا۔ اس دن بے خمیری روٹیاں پکانے اور قربانی دینے کا حکم دیا گیا۔ فصل اترنے کے موقع پر بھی عید منانے کا حکم دیا گیا اور زمین کے پھلوں میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا۔ بنی اسرائیل کو ایک اجتماعی عبادت گاہ بنانے کا حکم دیا گیا جو کہ "خیمہ اجتماع" کہلائی۔ اس کا پورا ڈیزائن کتاب خروج میں دیا گیا ہے۔

بچھڑے کی پوجا

سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ تعالی نے چالیس راتوں کے لئے کوہ طور پر بلایا۔ آپ کی عدم موجودگی میں بنی اسرائیل کے کچھ مفسدین نے سونے کا ایک بچھڑا بنایا اور لوگوں کو اس کی عبادت کی ترغیب دی۔ غلامانہ ذہنیت کے حامل بنی اسرائیل کی بڑی تعداد اس فتنے میں مبتلا ہو گئی۔ سیدنا ہارون علیہ الصلوۃ والسلام کی شدید کوشش کے باوجود بھی یہ لوگ اس سے باز نہ آئے۔ جب سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام واپس آئے تو آپ اس پر بہت ناراض ہوئے اور اللہ تعالی کے حکم سے ان مفسدین کو موت کی سزا دی گئی جنہوں نے بنی اسرائیل کو اس گمراہی کی طرف لگایا تھا۔

بائبل کی کتاب خروج (Exodus) ، احبار (Leviticus) اور استثنا (Deuteronomy) میں بنی اسرائیل کو دیے گئے قوانین کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ واضح طور پر نظر آتا ہے کہ ان کتب میں اللہ تعالی کے دیے گئے قانون کے علاوہ ان کے علماء کے اجتہادات، مفسرین کے تفاسیری نکات، تاریخی روایات، قانونی موشگافیاں اور یہاں تک کہ ان کے حکیموں کے طبی نسخے بھی درج کر دیے گئے ہیں۔ ہماری شریعت کی طرح ان کے ہاں بھی جسمانی اور اخلاقی و روحانی پاکیزگی کو بہت اہمیت دی گئی اور شرک سے سختی سے روکا گیا ہے۔

ازدواجی تعلقات سے متعلق ان کے قوانین بھی تقریباً ہماری شریعت سے ملتے جلتے ہیں۔ سگی و سوتیلی ماں، بہن، بیٹی، پوتی، نواسی، پھوپھی، خالہ، چچی، بہو، بھاوج، سوتیلی بیٹی سب سے ازدواجی تعلقات ممنوع قرار دیے گئے۔ ایک نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرنا منع کیا گیا۔ ہم جنس پرستی اور جانوروں سے جنسی تعلقات کو حرام قرار دیا گیا۔ مختلف جنسی جرائم پر سزائیں مقرر کی گئیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بنی اسرائیل کے لئے دنیا ہی میں جزا و سزا کا قانون

بنی اسرائیل کو یہ بتا دیا گیا کہ اللہ تعالی کی فرمانبرداری کا بدلہ انہیں اسی دنیا میں ملے گا اور اس کی نافرمانی کی سزا بھی انہیں اسی دنیا میں دی جائے گی۔ ایسا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ دنیا کی دوسری اقوام اس سے عبرت پکڑیں کہ یہی معاملہ نسل انسانی کے ہر ہر فرد کے ساتھ آخرت میں ہو گا۔ بنی اسرائیل کا یہ معاملہ تمام نسل انسانیت کے لئے اللہ کے وجود، آخرت کی زندگی اور اس کے رسولوں کے برحق ہونے کا بین ثبوت ہے۔ اب جس کی مرضی ہے وہ اسے مان کر جنت کا مستحق ہو اور جس کی مرضی وہ انکار کر کے جہنم کا سزاوار ٹھہرے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

(اے بنی اسرائیل!) اگر تم میری شریعت پر چلو گے اور میرے احکام کو ماننے میں محتاط رہو گے تو میں تمہارے لئے بروقت بارش برساؤں گا، زمین اپنی پیداوار دے گی اور میدان کے درخت اپنے پھل دیں گے۔۔۔۔ تم اپنے ملک میں حفاظت سے بسے رہو گے اور میں ملک میں امن بخشوں گا۔ تم سوؤ گے اور کوئی تمہیں پریشان نہ کرے گا۔ میں جنگلی درندوں کو تمہارے ملک سے بھگا دوں گا۔ تلوار تمہارے ملک میں نہ چلے گی۔ تم اپنے دشمنوں کا تعاقب کرو گے اور وہ تمہارے آگے تلوار سے مارے جائیں گے۔ تمہارے پانچ آدمی سو کو اکھاڑ پھینکیں گے اور تمہارے سو آدمی دس ہزار پر غالب آئیں گے۔۔۔۔۔

اگر تم میری نہ سنو گے۔۔۔ میرے عہد کی خلاف ورزی کرو گے تو میں ناگہانی دہشت، گھلا دینے والی بیماریوں اور بخار تم پر بھیجوں گا جو تمہاری بینائی سلب کر لیں گے اور تمہاری جان لے لیں گے۔ تم بیکار بیج بوؤ گے کیونکہ ان کا پھل تمہارے دشمن کھائیں گے۔ میں تمہارا مخالف ہو جاؤں گا اور تم اپنے دشمنوں سے شکست کھاؤ گے۔۔۔۔ میں تمہارے اوپر آسمان کو لوہے اور نیچے زمین کو کانسی کی بنا دوں گا (یعنی تمہیں ان سے فائدہ حاصل نہ ہو گا)۔ زمین تمہیں پیداوار نہ دے گی اور نہ ملک کے درخت تمہیں فائدہ دیں گے۔۔۔۔ میں تمہارے خلاف جنگلی درندوں کو بھیجوں گا، وہ تمہارے بچوں کو اٹھا لے جائیں گے اور تمہارے مویشیوں کو تباہ کر دیں گے۔۔۔۔۔ میں تمہارے شہروں کو کھنڈرات میں تبدیل کر دوں گا۔۔۔ تمہیں قوموں میں منتشر کر دوں گا۔۔۔۔ تم اپنے دشمنوں کے ملکوں میں رہو گے۔۔۔۔ جب تک وہ دشمنوں کے ملک میں رہیں گے، میں ان کو بالکل مسترد نہ کروں گا اور نہ ہی ان کے ساتھ ایسی نفرت کروں گا کہ ان کے ساتھ اپنے عہد کو توڑ کر انہیں فنا کر دوں۔ میں خداوند ان کا خدا ہوں۔ (کتاب احبار، باب 26)

بنی اسرائیل کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ ان کے ساتھ ایسا ہی ہوا۔ شریعت دینے کے بعد سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں فوج کی صورت میں منظم کیا اور ان کی مردم شماری کی۔ بائبل کی کتاب گنتی کے مطابق ان کی تعداد 603,550 تھی۔ ہر قبیلے کو مختلف ذمے داریاں تفویض ہوئیں۔ سیدنا ہارون علیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد بنی لاوی کو مذہبی ذمہ داریاں سونپی گئیں۔

بائبل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ارد گرد کی اقوام فرعون کے غرق کے واقعہ سے پوری طرح باخبر تھیں اور ان کے عوام میں سے بہت سے لوگ دل ہی دل میں سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام کی رسالت کو تسلیم کر چکے تھے۔ جب ان اقوام کو ان کی سرکشی اور شرک سے تعلق کے باعث سزا دینے کے لئے لشکر کشی کی گئی تو ان لوگوں نے بنی اسرائیل کے لشکروں کا ساتھ دیا۔ اللہ تعالی کے حکم سے سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام نے بنی اسرائیل کو ارد گرد کی اقوام پر لشکر کشی کا حکم دیا۔ آپ نے ذہین اور تیز افراد پر مشتمل ایک انٹیلی جنس یونٹ بھی قائم کیا جس نے ملک فلسطین، جو اس وقت کنعان کہلاتا تھا، کا جائزہ لے کر ایک تفصیلی رپورٹ آپ کی خدمت میں پیش کی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بنی اسرائیل ایک طویل عرصے سے غلامی زندگی بسر کر رہے تھے اور نہایت ہی بزدل ہو چکے تھے۔ کہنے لگے، "اے موسیٰ! تم اور تمہارا خدا ہی ان سے جا کر لڑو، ہم تو یہ بیٹھے ہیں۔" بائبل کے مطابق انہوں نے رونا پیٹنا شروع کر دیا اور کہا:

"کاش کہ ہم مصر ہی میں مر جاتے یا بیابان ہی میں ڈھیر ہو جاتے۔ خداوند ہمیں اس ملک میں کیوں لایا ہے؟ کیا صرف اس لئے کہ ہم تلواروں سے قتل کئے جائیں؟ ہماری بیویاں اور بچے لوٹ کا مال بن جائیں؟ کیا ہمارے لئے یہ بہتر نہ ہو گا ہم واپس مصر چلیں؟" (کتاب گنتی 14:3-4)

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو جزیرہ نما سینا کے صحرا میں قید کر دیا۔ ان لوگوں کو یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہ ملتا تھا۔ چالیس سال یہ یہیں قید رہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ السلام نے انہیں بتا دیا کہ سوائے یشوع بن نون اور کالب بن یفنہ (علیہما الصلوۃ السلام) کے ان میں سے کوئی اب فلسطین میں داخل نہ ہو سکے گا۔ یہ دونوں حضرات نہایت ہی اولو العزم اور ثابت قدم تھے۔ ان کی بنی اسرائیل میں وہی حیثیت ہے جو صحابہ کرام میں سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو حاصل ہے۔ اس چالیس سال کے دوران ان کی پرانی نسل کے افراد دنیا سے رخصت ہوئے اور نئی نسل صحرا کے کھلے اور آزاد ماحول میں پل کر جوان ہوئی۔ اس نسل کے افراد کی دینی، اخلاقی اور عسکری تربیت کا بھرپور انتظام کیا گیا۔ چالیس سال کے عرصے میں ایک نئی قوم تیار تھی جو اللہ کے دین سے پوری طرح وابستہ تھی۔

بنی اسرائیل کے اس لشکر نے موجودہ اردن اور فلسطین کے جنوبی حصوں پر حملہ کیا اور یہاں موجود قوموں جن میں عمالیقی اور ادومی شامل تھے، مفتوح کر لیا۔ ادومی سیدنا یعقوب علیہ الصلوۃ السلام کے بھائی عیسو علیہ الرحمۃ کی اولاد تھے۔ ابتدا میں بنی اسرائیل نے ان سے صرف گزرنے کا راستہ مانگا تھا لیکن انہوں نے راستہ دینے سے انکار کیا تھا۔ بنی اسرائیل کے بعض لوگوں نے سیدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ السلام کی نافرمانی کی اور آپ سے بغاوت پر آمادہ ہوئے جس پر اللہ تعالیٰ نے سانپ بھیجے جنہوں نے ان لوگوں کو کاٹ کر ہلاک کر دیا۔

آگے اموریوں کی حکومت تھی۔ ان سے بھی راستہ مانگا گیا لیکن وہ مقابلے پر اتر آئے۔ بنی اسرائیل اب اللہ تعالیٰ کے نہایت فرمانبردار بندے تھے۔ اموریوں اور پھر ان سے آگے موآبیوں کی افواج ان کے آگے نہ ٹک سکیں اور موجودہ اردن کا پورا علاقہ بنی اسرائیل کے زیر تسلط آ گیا۔ اس موقع پر دوبارہ بنی اسرائیل کی مردم شماری کی گئی۔ اب ان کی تعداد چھ لاکھ کے قریب تھی۔ اسی دوران سیدنا ہارون علیہ الصلوۃ السلام نے وفات پائی۔ اس واقعے کے تقریباً 1800 برس بعد بالکل یہی معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ ہوا جب اسی علاقے میں رومیوں کی افواج ان کے آگے ڈھیر ہوتی چلی گئیں۔

بنی اسرائیل اب یریحو شہر کے مقابل خیمہ زن ہوئے اور دریائے اردن پار کر کے فلسطین پر حملے کی تیاری کرنے لگے۔ بنی اسرائیل کو اعلیٰ اخلاق کی ہدایات دی گئیں۔ انہیں بتایا گیا کہ انہیں دوسری قوموں کے طور طریقوں سے دور رہنا ہے۔ انہیں شرک سے دور رہنے کی ہدایت کی گئی اور جنگ کے بارے میں تفصیلی ہدایات دی گئیں۔

سیدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات

سیدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ السلام نے اس موقع پر تمام شرعی احکام کو تفصیل سے لکھ کر بنی اسرائیل کو دیا۔ اس کے بعد آپ کوہ نیبو پر تشریف لے گئے جہاں آپ کو فلسطین کا پورا ملک دکھایا گیا۔ یہیں آپ نے وفات پائی۔ آپ کا زمانہ 1500-1400 قبل مسیح کا ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ السلام کی وفات کے بعد آپ کے خلیفہ اول یشوع بن نون علیہ الصلوۃ السلام کی حکومت آئی۔ جناب یشوع کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بنی اسرائیل میں وہی مقام حاصل ہے جو ہمارے ہاں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ حربی صلاحیتوں کے اعتبار سے آپ کا موازنہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کیا جا سکتا ہے۔ آپ کی جنگی صلاحیتوں کی بدولت بنی اسرائیل نے جلد ہی فلسطین کا بیشتر علاقہ فتح کر لیا اور اسے شرک کی غلاظت سے پاک کر دیا۔ ان جنگوں میں آپ نے فرزی، حتی، کنعانی، جرجاسی، حوی اور یبوسی اقوام سے مقابلہ کر کے انہیں فتح کیا۔

ان جنگوں میں دوسری اقوام کے ان لوگوں نے آپ کا ساتھ دیا جو فرعون کے غرق کے واقعے سے متاثر ہو کر ایمان قبول کر چکے تھے۔ ان جنگوں کے بعد شرک کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا گیا اور ان قوموں کے ان تمام لوگوں کو ہلاک کر دیا گیا جو ایمان نہ لائے تھے۔ ایسا اس وجہ سے ہوا تھا کہ فرعون کے غرق کے بعد ان پر اللہ کی حجت تمام ہو چکی تھی اور اب شرک پر قائم رہنے کے لئے ان کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہا تھا۔ بنی اسرائیل کے مختلف قبائل کو مختلف علاقوں میں آباد کیا گیا اور بڑی تعداد میں مساجد اور قربان گاہیں تعمیر کی گئیں۔ بنی اسرائیل اور نئے ایمان لانے والوں کو تاکید کی گئی کہ وہ شرک کبھی اختیار نہ کریں اور اللہ کی دی ہوئی شریعت کی پیروی کریں۔

سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام کے مانند ایک اور رسول

بائبل میں اللہ تعالی کا یہ فرمان درج ہے۔

> (اے موسی!) میں ان کے لئے انہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک رسول برپا کروں گا اور میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور وہ انہیں وہ سب کچھ بتائے گا جس کا میں اسے حکم دوں گا۔ اگر کوئی شخص میرا کلام جسے وہ میرے نام سے کہے گا، نہ سنے گا تو میں خود اس سے حساب لوں گا۔
> (کتاب استثنا 18:18-19)

بنی اسرائیل کے بھائی دو قبائل ہی ہو سکتے تھے۔ ایک بنی اسماعیل اور دوسرے سیدنا اسحاق علیہ الصلوۃ السلام کے بیٹے عیسو رضی اللہ عنہ کی اولاد جو کہ ادومی کہلاتے ہیں۔ بائبل اس بات کی خود گواہ ہے کہ ادومیوں کے ہاں کوئی رسول مبعوث نہیں ہوا۔ دوسری طرف بنی اسماعیل میں سوائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی اور رسول مبعوث نہیں ہوا۔ تاریخ میں نبوت و رسالت کا دعوی کرنے والوں میں سوائے سیدنا محمد علیہ الصلوۃ السلام کے کوئی ایسی شخصیت نہیں جس کے بارے میں یہ کہا جا سکے کہ اس کی نبوت و رسالت میں سیدنا موسی علیہ الصلوۃ السلام سے مشابہت پائی جاتی ہے۔

انبیاء کرام علیہم الصلوۃ السلام کی پوری تاریخ میں صرف سیدنا موسی و محمد علیہما الصلوۃ السلام ہی ایسی دو ہستیاں ہیں جن کی اقوام کے باشندوں نے کثیر تعداد میں ایمان قبول کیا۔ اس سے پہلے جن رسولوں کے ذریعے اللہ تعالی نے آسمانی عدالت زمین پر قائم کی تھی ان پر ایمان لانے والوں کی تعداد بہت کم تھی جس کے باعث ان اقوام پر اللہ کا عذاب قدرتی آفات کی صورت میں آیا اور انہیں زلزلے یا آگ کی بارش کی ذریعے تباہ کر دیا گیا۔

سیدنا موسی علیہ الصلوۃ السلام پر لاکھوں کی تعداد میں بنی اسرائیل ایمان لائے۔ فرعون کے غرق ہونے کے عظیم واقعہ کے بعد ارد گرد کی اقوام پر اللہ کی جو حجت پوری ہوئی تھی، اس کے نتیجے میں ان اقوام پر حملہ کیا گیا اور ان کے جن افراد نے ایمان قبول نہیں کیا اور شرک سے چمٹے رہے، انہیں ہلاک کر دیا گیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بعینہ یہی معاملہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں پیش آیا۔ آپ کی قوم یعنی بنی اسماعیل کے بڑے حصے نے شرک کو چھوڑ کر آپ کی دعوت پر لبیک کہا۔ جو لوگ ایمان نہ لائے تھے، سورہ توبہ میں دی گئی ہدایات کے مطابق انہیں موت کی سزا دی گئی۔ مکہ فتح ہونے سے لے کر پورے عرب کا مفتوح ہونا ایسا واقعہ تھا جو اردگرد کی اقوام کے لئے اللہ کی طرف سے آخری حجت تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اردگرد کی اقوام کے سربراہوں کو خط لکھ کر الٹی میٹم دے دیا تھا۔ ان میں سوائے نجاشی، جو کہ اہل کتاب میں سے تھے، کے کوئی ایمان نہ لایا تھا۔ جس طرح سیدنا موسی کے خلفاء یوشع اور کالب علیہما الصلوۃ والسلام نے اس اتمام حجت کے نتیجے میں اردگرد کی مشرک حکومتوں پر اللہ کا عذاب نازل کیا تھا بالکل اسی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے اردگرد کی حکومتوں پر اللہ کا عذاب نازل کیا جس کے نتیجے میں روم اور ایران کی دو سپر پاورز مفتوح ہوئیں۔ اس کے علاوہ ان کے باجگزار علاقے مصر اور شمالی افریقہ فتح ہوئے۔ فرق صرف یہ تھا کہ سیدنا یوشع و کالب کے دور میں کی جانے والی کاروائیوں کے نتیجے میں ایمان نہ لانے کی سزا موت دی گئی تھی جبکہ سیدنا ابو بکر و عمر کے دور میں کی جانے والی کاروائی میں مغلوبیت کی سزا مقرر کی گئی تھی۔

شرک کے خلاف کی جانے والی ان دو عالمگیر کاروائیوں کے نتیجے میں متمدن دنیا سے بالآخر شرک کا ایک غالب قوت کے طور پر خاتمہ ہو گیا۔ آج دنیا کی کئی اقوام شرک میں مبتلا ضرور ہیں لیکن ان میں سے کوئی شرک کا علم بردار بن کر کھڑا نہیں ہوتا۔ بہت سے مشرکانہ مذاہب بھی مختلف تاویلوں کے ذریعے خود کو اہل توحید ہی کہتے ہیں۔

سیدنا موسی علیہ الصلوۃ السلام نے اپنی وفات سے قبل بنی اسرائیل کے سامنے جو آخری خطبہ دیا اس میں آپ نے فرمایا:

"خداوند سیناسے آیا اور شعیر سے ان پر ظاہر ہوا اور کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا۔ وہ جنوب سے اپنی پہاڑی ڈھلانوں میں سے 10,000 مقدسوں کے ساتھ آیا اور اس کے دائیں ہاتھ میں نورانی شریعت تھی۔" (کتاب استثنا 33:2-3)

آپ کے اس ارشاد میں اللہ تعالی کی اس مدد کا ذکر کیا گیا ہے جو بنی اسرائیل کو وقتاً فوقتاً نصیب ہوئی۔ اس میں آپ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس لشکر کا ذکر بھی کیا ہے جو دس ہزار کی تعداد میں مدینہ کی پہاڑی ڈھلانوں میں سے نکلا اور اس نے مقدسوں کے شہر مکہ مکرمہ کو فتح کر کے اللہ کی شریعت کو دنیا پر نافذ کر دیا۔

بنی اسرائیل کا پہلا عروج

سیدنا یشوع علیہ الصلوۃ السلام کی وفات کے بعد موجودہ فلسطین اور لبنان کے علاقے فتح ہوئے۔ آپ کے بعد سیدنا کالب بن یفنہ علیہ الصلوۃ السلام کو خلیفہ مقرر کیا گیا۔ ان کا موازنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کیا جا سکتا ہے۔

اس کے بعد کی تاریخ اللہ تعالی کی طرف سے جزا و سزا کی تاریخ ہے۔ جب جب بنی اسرائیل توحید اور نیکی سے وابستہ رہے، امن سے رہے اور انہیں خوشحالی نصیب ہوئی۔ اور جب کبھی انہوں نے بدی کی راہ اختیار کی، انہیں اس کی سزا اس طرح ملی کہ اردگرد کی اقوام ان پر حملہ آور ہوتی رہیں اور انہیں غلام بناتی رہیں۔ سزا پا کر ان کے ہاں اصلاحی تحریکیں شروع ہوتیں اور یہ لوگ اللہ کی طرف رجوع کرتے جس کے نتیجے میں اللہ تعالی پھر انہیں غلبہ اور سرفرازی عطا فرما دیتا۔ بائبل کی کتاب قضاۃ (Judges) تین چار سو سال

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے اسی دور کی تاریخ پر مبنی ہے۔ اس دور میں دشمن اقوام نے بنی اسرائیل پر حملہ کر کے ان سے وہ تابوت بھی چھین لیا تھا جس میں سیدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ السلام کے تبرکات اور تورات کے اصل نسخے کی تختیاں تھیں۔

بادشاہت کا دور

بنی اسرائیل کی حکومت قاضیوں (Judges) کے ہاتھ میں آئی۔ یہ ایک جمہوری نظام تھا جس میں اجتماعی طریقے سے حکومت کی جاتی۔ اسی عرصے میں ان میں سیدنا سموئیل علیہ الصلوۃ السلام مبعوث ہوئے۔ آپ کے دور میں بنی اسرائیل نے یہ مطالبہ کیا کہ ان میں ایک بادشاہ مقرر کیا جائے تاکہ ہم اس کی قیادت میں اللہ کی راہ میں جہاد کر سکیں۔

سیدنا سموئیل علیہ الصلوۃ السلام نے انہیں خبردار کیا کہ تم بادشاہت کے طالب ہو۔ بادشاہ تمہارے ساتھ ظلم کریں گے، تمہارے بیٹوں سے خدمت لیں گے اور بیٹیوں کو اپنا غلام بنائیں گے لیکن انہوں نے اپنا اصرار جاری رکھا جس پر طالوت (ساؤل) رضی اللہ عنہ کو ان کا بادشاہ مقرر کیا گیا۔ بنی اسرائیل نے اعتراض کیا کہ ایک غریب آدمی ان کا بادشاہ کیسے بن گیا۔ اس پر سیدنا سموئیل علیہ الصلوۃ السلام نے انہیں بتایا کہ طالوت جسمانی اور علمی اعتبار سے ان میں سب سے بہتر ہیں اور ٹھیک ٹھیک میرٹ پر پورا اترتے ہیں۔

طالوت نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ فلستی قوم کا ایک نامور پہلوان جالوت (Goliath) تھا جس کے مقابلے کی کسی کو ہمت نہ ہو رہی تھی۔ بنی اسرائیل کے لشکر کے ایک عام سپاہی داؤد علیہ الصلوۃ السلام نے جالوت کا مقابلہ کر کے اسے ہلاک کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد طالوت نے آپ کی شادی اپنی بیٹی سے کر دی اور طالوت کے بعد آپ ان کے بادشاہ مقرر ہوئے۔

بائبل کی تاریخی کتب سموئیل 1 اور 2 میں جناب طالوت اور سیدنا داؤد علیہ الصلوۃ السلام کے بارے میں کئی گستاخیاں درج کی گئی ہیں جن پر انبیاء کرام علیہم الصلوۃ السلام پر سچا ایمان رکھنے والا کوئی شخص یقین نہیں کر سکتا۔

سیدنا داؤد علیہ الصلوۃ السلام کے دور میں یروشلم فتح ہوا اور آپ نے اسے اپنا دارالحکومت بنایا۔ آپ کی حکومت موجودہ شام، فلسطین اور اردن کے تمام علاقوں میں پھیل گئی۔ آپ پر اللہ کی کتاب زبور نازل ہوئی جس میں نہایت ہی دلنشیں شاعری موجود تھی۔ یہ شاعری انسان کو خدا کے قریب کرتی تھی اور اس کا تزکیہ نفس کرتی تھی۔ آج بھی یہودی و مسیحی عبادات میں زبور کی نظموں کو ذوق و شوق سے پڑھا جاتا ہے۔

سیدنا داؤد علیہ الصلوۃ السلام کے بعد آپ کے بیٹے سیدنا سلیمان علیہ الصلوۃ السلام آپ کے جانشین ہوئے جن کے دور میں بنی اسرائیل کی حکومت اپنے عروج پر پہنچ گئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسی وعدے کا ایفا تھا جو نیکی سے وابستگی پر بنی اسرائیل سے کیا گیا تھا۔ جناب طالوت، داؤد اور سلیمان کا زمانہ 1030 سے 926 قبل مسیح کا زمانہ ہے۔ سیدنا سلیمان علیہ الصلوۃ السلام کے زمانے میں بیت المقدس کی عظیم مسجد کی تعمیر ہوئی جو یہود کی تاریخ میں ہیکل سلیمانی کہلاتی ہے۔

سیدنا سلیمان علیہ الصلوۃ السلام پر بھی بنی اسرائیل نے شرک کا الزام لگایا۔ قرآن مجید نے اس الزام کی تردید کرتے ہوئے بتایا کہ سلیمان علیہ الصلوۃ السلام اللہ تعالیٰ کی توحید سے پوری طرح وابستہ تھے اور ہر طرح کے شرک سے پاک تھے۔ اس سے ان لوگوں کے اخلاقی انحطاط کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اللہ کے نبیوں پر الزام تراشی سے بھی اجتناب نہ کیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بنی اسرائیل کا پہلا فساد

سیدنا سلیمان علیہ الصلوۃ السلام کے بعد بنی اسرائیل پر پھر دنیا پرستی کا غلبہ ہوا۔ سیدنا سلیمان علیہ الصلوۃ السلام کی اولاد گمراہی کا شکار ہو گئی۔ انہوں نے آپس میں لڑ کر دو سلطنتیں قائم کر لیں۔ شمال کی سلطنت کا نام "اسرائیل(Israel)" تھا جس کا پایہ تخت "سامریہ" تھا۔ یہ سلطنت موجودہ لبنان کے بیشتر علاقوں پر قائم تھی۔ جنوبی سلطنت کا نام "یہودیہ (Judea)" تھا جس کا دارالحکومت یروشلم تھا۔ شمالی سلطنت کچھ ہی عرصے میں ہمسایہ قوموں کے مشرکانہ عقائد اور اخلاقی فساد سے متاثر ہوئی۔

بائبل کی کتاب سلاطین کے مطابق اسرائیل کے فرمانروا اخی اب نے مشرک شہزادی ایزبل سے شادی کر لی اور بعل دیوتا کی پوجا کرنے لگا۔ ایزبل نے دین شرک کو پھیلانے کے لئے خدا کے نیک بندوں جن میں انبیاء بھی شامل تھے، قتل کروانا شروع کر دیا۔ سیدنا الیاس اور ان کے خلیفہ الیسع علیہما الصلوۃ السلام نے اس اخلاقی زوال کو روکنے کی پوری کوشش کی لیکن بنی اسرائیل نے ان کی دعوت قبول نہ کی۔ سیدنا الیسع علیہ الصلوۃ السلام نے نیک لوگوں کی ایک فوج تیار کی جس کا سربراہ یاہو کو بنایا۔

اسرائیل کی سلطنت پر اللہ نے قحط اور شام کے باشندوں اشوریوں کے حملوں کی صورت میں چھوٹے چھوٹے عذاب نازل کئے لیکن یہ لوگ باز نہ آئے۔ یاہو نے لشکر کشی کر کے اخی اب کے پورے گھرانے کو قتل کیا اور اس کی بیوی ایزبل خواجہ سراؤں کے ہاتھوں قتل ہوئی۔ اس کے بعد انہوں نے بعل کے ان پجاریوں کا قتل عام کر دیا جو اہل توحید کو زبردستی بعل کی پوجا پر مجبور کرتے تھے۔ اخی اب کے بعد یاہو کی حکومت قائم ہوئی جو آگے چل کر پھر گمراہی میں مبتلا ہو گئی۔

اسرائیل کی سلطنت پر بہت سے بادشاہوں نے حکومت کی۔ آخری بادشاہ ہوسیع تھا جسے عراق کے اشوریوں نے ہلاک کر دیا اور بنی اسرائیل کو ان کے گناہوں کے باعث جلاوطنی اور غلامی کی سزا ملی۔ یہ واقعہ لگ بھگ 700 قبل مسیح کا ہے۔

دوسری طرف یہودیہ کی جنوبی سلطنت تھی جس کا اخلاقی زوال اسرائیل کی نسبت سست تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے انہیں زیادہ مہلت دی۔ اس پر بھی اشوریوں کے حملے ہوئے لیکن یہ مکمل ختم نہ ہو سکی بلکہ ان کی باج گزار بن گئی۔ اللہ نے ان کی طرف پے در پے نبی بھیجے جن میں حزقیاہ، عاموس، یسعیاہ، یرمیاہ، یوایل اور بہت سے دیگر انبیاء علیہم الصلوۃ السلام شامل ہیں۔ ان انبیاء کی دعوت پرانے عہد نامے کے آخر میں دیے گئے صحائف سے واضح ہے۔ خاص طور پر سیدنا یسعیاہ علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے صحیفے میں جس طرح بنی اسرائیل کے کردار کا نوحہ کیا ہے، وہ پڑھنے کے لائق ہے۔ بنی اسرائیل نے ان نبیوں کی دعوت کے سامنے سرکشی کا رویہ اختیار کیا جس کے نتیجے میں 598 قبل مسیح میں بابل کے بادشاہ نبوکد نضر نے یروشلم پر حملہ کیا اور سلطنت یہودیہ کو تباہ کر دیا۔

ہمارے آج کے مسلمانوں کی طرح، اس دور کے یہودیوں نے بھی اپنے اعمال کو درست کرنے کی بجائے بغاوت کے ذریعے اپنا کھویا ہوا وقار بحال کرنے کی کوشش کی جس کے نتیجے میں 587 قبل مسیح نبوکد نضر نے یروشلم پر دوبارہ حملہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ آخری یہودی بادشاہ صدقیاہ کے بیٹوں کو اس کے سامنے قتل کیا گیا اور اس کی آنکھیں نکال لی گئیں۔ بیت المقدس کو تباہ کر دیا گیا۔ اس فساد میں تورات کے نسخوں کو جلا دیا گیا اور بنی اسرائیل کی تاریخ میں تورات مکمل طور پر غائب ہو گئی۔ اس دور میں بنی اسرائیل پر ظلم کی تفصیلات بائبل کی کتاب حزقی ایل (Ezeikiel) میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہود کی تاریخ میں اس عذاب کو پہلی جلاوطنی (First Diaspora) کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید نے اسے ان کے پہلے فساد عظیم سے تعبیر کیا ہے۔

بنی اسرائیل کا دوسرا عروج

بنی اسرائیل کا ایک گروہ اس دور میں بھی نیکی پر قائم رہا اور اپنی قوم کی اعتقادی اور اخلاقی اصلاح کی کوشش کرتا رہا۔ یہی وہ لوگ تھے جو انبیاء کرام کے ساتھی بنتے رہے۔ انہوں نے اپنی قوم کو توبہ کی دعوت دی جو کامیاب رہی۔ اس توبہ کے نتیجے میں اللہ تعالی نے ان کی مدد کی۔ بابل کی حکومت کو زوال آیا اور 535 قبل مسیح میں ایران کے بادشاہ سائرس نے بابل فتح کر لیا۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ سائرس ہی قرآن میں مذکور ذوالقرنین ہیں۔ سائرس نے یہود کو دوبارہ فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت دی۔ یہ لوگ واپس آئے اور انہوں نے بالآخر یہودیہ کی سلطنت دوبارہ قائم کی۔

458 قبل مسیح میں یہود کے ہاں سیدنا عزیر (عزرا) علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت ہوئی۔ بعض اہل علم کے نزدیک آپ نبی ہیں اور بعض کے نزدیک آپ شریعت موسوی کے بہت بڑے عالم تھے اور بنی اسرائیل کی تاریخ کے سب سے بڑے مجدد۔ شاہ ایران دارا نے آپ کی بھرپور مدد کی۔ آپ نے ہر طرف سے یہود کے اہل خیر کو اکٹھا کیا اور ان میں تجدید و احیائے دین کا کام شروع کیا۔ آپ نے تورات کی پہلی پانچ کتب دوبارہ تصنیف کیں، تاریخ بنی اسرائیل کو دوبارہ مرتب کیا، دینی تعلیم کا اہتمام کیا اور ان اعتقادی و اخلاقی برائیوں کو ختم کرنے کی جدوجہد کی جو غیر اقوام سے بنی اسرائیل میں در آئی تھیں۔

سیدنا عزیر علیہ الصلوۃ السلام نے اجتماعی توبہ کروائی جس میں بنی اسرائیل نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا۔ یہ دعا اور توبہ نامہ بائبل کی کتاب عزرا میں درج ہے۔ بنی اسرائیل کی گمراہی میں بڑا ہاتھ غیر اقوام کی ان مشرک عورتوں کا تھا جن سے بنی اسرائیل کے مردوں نے شادی کر لی تھی۔ سیدنا عزیر علیہ الصلوۃ السلام نے انہیں حکم دیا کہ وہ ان مشرک عورتوں سے علیحدگی اختیار کر لیں۔

سیدنا عزیر علیہ الصلوۃ السلام کے زمانے ہی میں بنی اسرائیل کی سیاسی قیادت **سیدنا نحمیاہ** (Nehemiah) علیہ الصلوۃ السلام کے ہاتھ میں آئی۔ ایران کے بادشاہ ارتخششتا نے آپ کو یروشلم کا حاکم مقرر کیا۔ آپ نے 445 قبل مسیح کے لگ بھگ یروشلم کی از سر نو تعمیر کی۔ اس طرح بنی اسرائیل کے دوسرے دور عروج کا آغاز ہوا۔ **سیدنا نحمیاہ** علیہ الصلوۃ السلام نے تورات کی تعلیم عام کی اور شریعت کے ان احکام کو دوبارہ نافذ کیا جنہیں بنی اسرائیل ایک عرصے سے بھلا چکے تھے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اس وقت اللہ کی کتاب سے کتنی دوری اختیار کر چکے تھے۔

چونکہ اس زمانے میں بنی اسرائیل اللہ تعالی کی طرف رجوع کر چکے تھے اس لئے اللہ تعالی نے ان کی مدد کی۔ بائبل کی کتاب آستر (Esther) میں ہامان کی سازش کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ یہ شخص شاہ ایران کا ساتھی اور مشیر خاص تھا۔ اس نے یہود کے قتل عام کی کوشش کی۔ اللہ تعالی نے اس کی سازش کو ایران کی ملکہ آستر کے ذریعے ناکام بنا دیا۔ یہ ہامان اس ہامان سے مختلف ہے جو فرعون کا وزیر تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسی زمانے میں بنی اسرائیل کے ہاں سیدنا ایوب علیہ الصلوۃ السلام کی بعثت ہوئی۔ آپ نہایت ہی مالدار تھے لیکن اللہ تعالی نے آپ کی آزمائش کے لئے آپ کا مال و اسباب تباہ کر دیا اور آپ کو شدید بیماری میں مبتلا کر دیا۔ آپ نے صبر کا وہ نمونہ پیش کیا جس کے بعد آپ کا نام صبر کے لئے ضرب المثل بن گیا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی نے آپ کے صبر کی بہت تعریف کی ہے۔ بائبل میں کتاب ایوب عبرانی شاعری کا شاہکار ہے جس میں آپ کی دعائیں اور مناجات شامل ہیں۔

اسی دور میں بائبل کی کتب عزرا، نحمیاہ، ایوب اور امثال لکھی گئیں۔ امثال (Proverbs) نہایت ہی عمدہ اقوال پر مشتمل ہے۔ ان کتب میں اخلاقیات کو خاص اہمیت دی گئی۔ ان کتب کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کے ہاں نیکی اور اخلاص اپنے عروج پر تھا۔ کچھ عرصے بعد ان کے ہاں صوفیانہ خیالات بھی پیدا ہوئے اور انہیں ترک دنیا اور رہبانیت کی تعلیم دی گئی۔ بائبل کی کتاب واعظ (Ecclesiastes) اس دور سے متعلق ہے۔

یہود کے اس دور عروج میں لبنانی علاقے کے رہنے والے اسرائیلی اپنی تہذیب سے دور ہوتے چلے گئے اور دوسری اقوام میں جذب ہو گئے۔ دو تین سو سال تک بنی اسرائیل کو عروج حاصل رہا۔ آہستہ آہستہ یہ لوگ پھر دین سے دور ہونے لگے۔

300 قبل مسیح کے قریب اسکندر اعظم کی فتوحات اور بنی اسرائیل کی حامی ایرانی حکومت کے زوال کے بعد بنی اسرائیل کو شدید دھچکا لگا۔ یہودی قوم کا ایک بڑا حصہ یونانیوں کا آلہ کار بن کر یونانی تہذیب کو اپنے ہاں فروغ دینے لگا۔ 175 قبل مسیح میں یونانی حکمران انیٹوکس نے جابرانہ قوت سے یہودی مذہب کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ اللہ کے لئے قربانی بند اور دیوتاؤں کے لئے قربانی شروع کروائی اور تورات رکھنے یا شریعت پر عمل کرنے کی سزا موت مقرر کی۔

مکابی تحریک

اس جبر کے خلاف یہودیوں میں ایک زبردست تحریک اٹھی جو مکابی بغاوت کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ایک خالص دینداری کی تحریک تھی۔ اس جنگ میں یونانیت پرست یہودیوں نے اہل یونان کا ساتھ دیا جبکہ عام یہودیوں نے مکابیوں کا ساتھ دیا۔ اللہ تعالی نے پھر بنی اسرائیل پر کرم کیا۔ اس تحریک کے زیر اثر یہودیوں نے یونان سے آزادی حاصل کر کے پھر ریاست قائم کر لی جو یہودیہ اور اسرائیل کے علاقوں پر مشتمل تھی۔ یہ ریاست 67 قبل مسیح تک قائم رہی۔

بنی اسرائیل کا دوسرا فساد

مکابی تحریک کی دینداری آہستہ آہستہ ختم ہونے لگی اور یہود ظواہر پرستی کے مرض میں مبتلا ہو گئے۔ ان کے ہاں چھوٹے چھوٹے احکام پر تو سختی سے عمل کیا جاتا لیکن دین کے بڑے بڑے احکام جیسے رحم دلی، خدا سے تعلق نظر انداز ہونے لگے۔ اس کی سزا انہیں پھر غلامی کی صورت میں ملی اور مشہور رومی فاتح پومپی نے 63 قبل مسیح میں یہودی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ رومیوں نے فلسطین کے علاقے میں ایک یہودی ہیرود کو یہاں کا حکمران بنا دیا جو کہ ہیرود اعظم کے نام سے مشہور ہے۔ یہ یہودی پوری طرح رومی و یونانی تہذیب میں غرق تھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بنی اسرائیل کا عروج وزوال

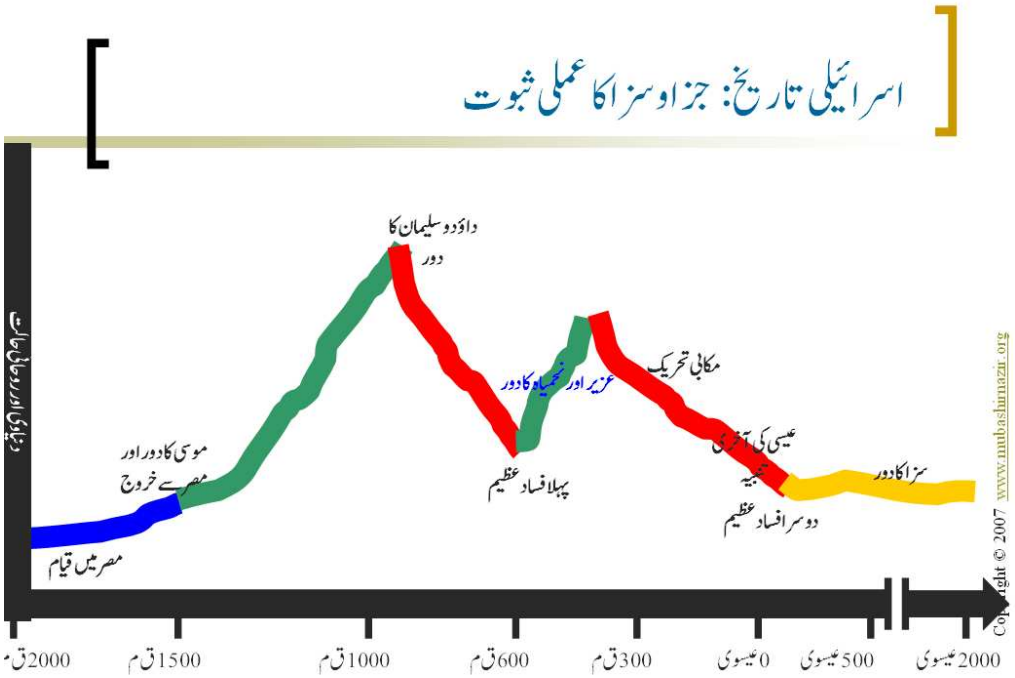

اس زمانے میں سیدنا یحیی علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت ہوئی۔ یہود کے اخلاقی انحطاط کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہیرود کے بیٹے نے ہیرود اینٹی پاس نے اپنی سوتیلی بیٹی کے رقص سے متاثر ہو کر اس کی فرمائش پر سیدنا یحیی علیہ الصلوۃ والسلام کو شہید کروادیا۔ واضح رہے کہ سیدنا یحیی علیہ الصلوۃ والسلام کو خود بنی اسرائیل میں ایک نہایت ہی معزز اور نیک شخص سمجھا جاتا تھا۔

بنی اسرائیل کی طرف بھیجے جانے والے آخری رسول سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام تھے۔ یہود نے آپ کا انکار کیا اور آپ کو اپنے تئیں شہید کرنے کی کوشش کی۔ یہ تفصیل ہم اردن کے سفر نامے میں بیان کر چکے ہیں کہ کس طرح یہودی علماء نے سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی جگہ برابا نامی ڈاکو کو رہا کروادیا تھا۔

سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام اللہ کی برہان تھے جس کے بعد بنی اسرائیل کے عروج کا باب ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا۔ یہود نے 60ء کے لگ بھگ رومی سلطنت سے بغاوت کی۔ 70ء میں رومی بادشاہ ٹائٹس کی صورت میں بنی اسرائیل پر اللہ کا عذاب آیا۔ اسرائیلیوں کے 133,000 افراد قتل کئے گئے اور 67,000 افراد کو غلام بنالیا گیا۔ ان کی لڑکیوں کو فاتحین کی عیاشی کے لئے رکھ لیا گیا۔ اس دور میں بنی اسرائیل کو پوری دنیا میں جلاوطن کر دیا گیا۔ یہود کی تاریخ میں اسے بنی اسرائیل کی دوسری جلاوطنی (Second Diaspora) کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اسے ان کا دوسرا فساد قرار دیا گیا ہے۔

چھٹی صدی عیسوی میں اللہ نے اپنے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بھیجا۔ یہ بنی اسرائیل کے لئے آخری موقع تھا کہ وہ اللہ کے آخری رسول کو مان کر آپ کی پیروی کریں۔ اگر وہ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے تو آج پھر دنیا میں سرفراز ہوتے۔ انہوں نے آپ کے خلاف بھی سرکشی کا رویہ اختیار کیا جس کے نتیجے میں ان پر ذلت ومسکنت کا عذاب جاری رکھا گیا۔

قرآن مجید نے بنی اسرائیل کی اس تاریخ کو مختصراً یوں بیان کیا ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَقَضَيْنَا إِلَى بَنِي إِسْرائِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوّاً كَبِيراً. فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَاداً لَنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلالَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْداً مَفْعُولاً. ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمْ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيراً. إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لأَنفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الآخِرَةِ لِيَسُوءُوا وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيراً. عَسَى رَبُّكُمْ أَنْ يَرْحَمَكُمْ وَإِنْ عُدْتُمْ عُدْنَا وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيراً.

ہم نے اپنی کتاب میں بنی اسرائیل کو اس بات پر متنبہ کیا تھا کہ تم دو مرتبہ زمین پر فساد عظیم برپا اور بڑی سرکشی دکھاؤ گے۔ آخر کار جب ان میں سے پہلی سرکشی کا موقع پیش آیا۔ تو اے بنی اسرائیل! ہم نے تمہارے مقابلے میں اپنے ایسے بندے اٹھائے جو نہایت ہی زور آور تھے اور وہ تمہارے ملک میں گھس کر ہر طرف پھیل گئے۔ یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہو کر رہنا تھا۔ اس کے بعد ہم نے تمہیں ان پر غلبے کا موقع دیا اور تمہیں مال و اولاد سے مدد دی اور تمہاری تعداد پہلے سے بڑھا دی۔ دیکھو! جو بھلائی تم نے کی، وہ تمہارے اپنے لئے ہی بھلائی تھی اور جو برائی کی، وہ بھی اپنے لئے ہی تھی۔

پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے دوسرے دشمنوں کو تم پر مسلط کیا تا کہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور مسجد (بیت المقدس) میں اسی طرح گھس جائیں جس طرح پہلے دشمن گھسے تھے اور جس چیز پر ان کا ہاتھ پڑ جائے اسے تباہ کر دیں۔

ہو سکتا ہے کہ تمہارا رب تم پر اب رحم کرے، لیکن اگر تم نے پھر اپنی سابقہ روش کا اعادہ کیا تو ہم بھی پھر اپنی سزا کا اعادہ کریں گے اور کفران نعمت کرنے والوں کے لئے ؟

بنی اسرائیل کا مقام ان کے بھائیوں یعنی بنی اسماعیل کو دیا گیا۔ اس قوم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار کر لیا جس کے نتیجے میں موجودہ افغانستان اور پاکستان سے لے کر سپین تک کی حکومت انہیں عطا ہوئی۔ جب انہوں نے اللہ تعالی کے مقابلے پر سرکشی اختیار کی تو پھر ان پر اللہ کا عذاب آپس کی جنگوں، تاتاریوں، صلیبیوں اور بالآخر مغربی اقوام کی صورت میں نازل ہوا اور ان کے ساتھ وہی سلوک کیا گیا جو بنی اسرائیل کے ساتھ کیا گیا تھا۔

قرآن مجید نے سورہ آل عمران میں یہ بیان کیا ہے کہ دوسرے فساد کے بعد بنی اسرائیل کو یہ سزا دی گئی کہ وہ قیامت تک سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کے پیروکاروں یعنی مسلمانوں اور عیسائیوں کے ماتحت رہیں گے۔ عیسائیوں نے بنی اسرائیل کو اپنے علاقوں میں شدید سزائیں دیں جبکہ مسلمانوں نے بالعموم ان سے اچھا سلوک کیا۔ سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کے 1900 سال بعد، آپ کے پیروکاروں کی مدد سے یہودیوں کو فلسطین کے علاقے میں دوبارہ آنا نصیب ہوا ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ ان کی اس علاقے میں بقا کا دارومدار سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کے پیروکاروں یعنی امریکہ، یورپ اور روس پر رہا ہے۔

بنی اسرائیل اگر اس دنیا میں دوبارہ سرفرازی حاصل کرنا چاہیں تو اس کے لئے انہیں اللہ کے دو آخری رسولوں عیسی و محمد علیہما الصلوۃ والسلام پر ایمان لانا ہو گا اور اللہ تعالی کے دین سے وابستہ ہونا ہو گا۔ یہ وہی دین ہے جو تمام انبیاء کرام کی وساطت سے انسانوں کو دیا گیا۔ اس کا آخری ورژن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے دنیا کو دیا گیا۔ اس کے برعکس ان لوگوں نے اس سرفرازی کو اپنا نسلی حق سمجھا اور اس وقت دنیا کے لئے خطرہ بنے ہوئے ہیں۔

بنی اسماعیل بھی اگر اس دنیا میں دوبارہ سرفرازی حاصل کرنا چاہیں تو انہیں اللہ کے دین سے درست انداز میں وابستہ ہونا ہو گا جس پر وہ پہلے ہی ایمان رکھتے ہیں۔ اس کے برعکس انہوں نے اور ان کے دیگر ساتھیوں (یعنی امت مسلمہ) نے بھی اس سرفرازی کو محض محمد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسلی یا قومی وابستگی کے باعث اپنا حق سمجھا اور آج یہ بھی دنیا کے لئے خطرہ بنے ہوئے ہیں۔

دیگر تمام انسانوں کے لئے اولاد ابراہیم کی ان دو شاخوں کی داستان اس بات کا بین ثبوت ہے کہ خدا واقعتاً ہے۔ اس دنیا کے اعمال کی جزا و سزا وہ انسان کو آخرت میں دے گا جیسا کہ اس نے اولاد ابراہیم کو دنیا میں دی۔ ابراہیم، موسی، عیسی اور محمد علیہم الصلوۃ والسلام اسی خدا کے سچے اور برحق رسول ہیں جن پر ایمان لا کر ہی اس دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔

بنی اسرائیل و بنی اسماعیل کی تاریخ کو یاد کر کے مجھے قرآن مجید کی سورۃ تین یاد آ رہی تھی۔ ارشاد ربانی ہے:

وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ. وَطُورِ سِينِينَ. وَهَذَا الْبَلَدِ الأَمِينِ. لَقَدْ خَلَقْنَا الإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ. ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ. إِلاَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ. فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّينِ. أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ.

انجیر و زیتون، طور سینا اور یہ امن والا شہر (مکہ) گواہ ہیں کہ ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے۔ پھر اسے الٹ پھیر کر ہم نے سب نیچوں سے نیچا کر دیا۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے۔ تو ان کے لئے کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔ تو کیا اس کے بعد بھی تم روز جزا کو جھٹلاؤ گے۔ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے؟

تین و زیتون سے مراد اکثر مفسرین نے گلیل و یروشلم کے وہ علاقے لئے ہیں جنہیں سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی دعوت کا مرکز بنایا تھا۔ زیتون نامی پہاڑ آج بھی یروشلم میں واقع ہے جہاں سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام قیام پذیر ہوا کرتے تھے۔ طور سینا، یہی پہاڑ تھا جہاں سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام کو تورات عطا ہوئی۔ امن والا شہر مکہ مکرمہ، سیدنا اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام نے آباد فرمایا۔ یہ تینوں شہر تین امتوں کا نقطہ آغاز تھے یعنی عیسی، موسی اور اسماعیل علیہم الصلوۃ والسلام کی امتیں۔ اپنے آغاز میں یہ نہایت ہی نیک افراد پر مشتمل امتیں تھیں جو بعد میں بگڑ کر اپنے ایمان و اخلاق کو تباہ کر بیٹھیں۔ ان امتوں کی یہ تاریخ گواہ ہے کہ اللہ سب سے بڑا حاکم ہے اور وہ روز جزا کو ہر انسان سے اس کے اعمال کا حساب لے گا۔

کوہ طور کا علاقہ

موٹل سے نکل کر ہم لوگ سڑک پر آئے۔ اب ہم ان میدانوں سے گزر رہے تھے جہاں بنی اسرائیل نے سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام کی معیت میں کبھی قیام کیا تھا۔ کچھ دیر ہی میں ہم ایک راؤنڈ اباؤٹ پر پہنچے جہاں سے ایک سڑک سیدھی سینٹ کیتھرین کے قصبے اور دوسری کوہ طور کی طرف جا رہی تھی۔

ہمارے بائیں جانب پہاڑی کے دامن میں ایک جگہ تھی جہاں "مقام نبی ہارون" کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ اس جگہ کے بارے میں مشہور ہے کہ جب بنی اسرائیل نے بچھڑے کی پوجا شروع کی اور سیدنا ہارون علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں اس سے روکا تو یہ باز نہ آئے۔ اس وقت سیدنا ہارون علیہ الصلوۃ والسلام انہیں چھوڑ کر اس مقام پر آ بیٹھے تھے۔ کچھ آگے چل کر بچھڑے کا مقام تھا۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام کی آمد کے بعد بچھڑے کے بت کو جلا کر راکھ کیا گیا تھا۔ بچھڑے کی پوجا پھیلانے والوں کو سزا بھی یہیں دی گئی ہو گی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھوڑی دور جا کر سینٹ کیتھرین کے گرجا کا گیٹ آ گیا۔ یہاں بہت سی دکانیں بنی ہوئی تھیں اور مغربی سیاح کثرت سے اندر جا رہے تھے۔ دکانوں والے بدو نہایت ہی شستہ انگریزی میں مغربی سیاحوں کو تلقین کر رہے تھے کہ یہ مقدس مقام ہے، اس لئے انہیں یہاں معقول لباس میں جانا چاہیے۔ بہت سے مرد و خواتین ان کی تبلیغ سے متاثر ہو کر انہی سے چادریں خرید کر اپنی نیکروں کے اوپر دھوتیاں باندھ رہے تھے۔

پاسپورٹ وغیرہ دکھا کر ہم پیدل اندر چل پڑے۔ موسم اگرچہ ٹھنڈا تھا لیکن دھوپ بھی کافی تیز تھی۔ میں نے ایک انگریز سے کوہ طور کی تفصیلات پوچھیں تو ان صاحب نے بڑی خندہ پیشانی سے آگے کی تفصیلات بتا دیں۔ ایک بدو پولیس آفیسر اپنی گاڑی میں ہمارے پاس سے گزرے تو بچی کو دیکھتے ہوئے انہوں نے ہمیں اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ نصف کلو میٹر کے بعد سینٹ کیتھرین کا گرجا آ گیا جس سے آگے جانے کا راستہ صرف پیدل کا تھا۔

سینٹ کیتھرین کا گرجا اور خانقاہ

سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام کی یاد میں یہ گرجا چوتھی صدی میں تعمیر کیا گیا۔ پتھر کے تراشیدہ بلاکس سے بنی ہوئی چرچ کی عمارت بہت اچھی حالت میں تھی۔

یہ پورا علاقہ ساتویں صدی میں سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی فتوحات کے نتیجے میں مسلمانوں کے پاس آ گیا تھا۔ اس وقت سے اب تک مسلمانوں نے اپنی روایتی رواداری کے باعث اس چرچ کی حفاظت اپنی عبادت گاہوں کی طرح کی تھی۔ یہ ہماری تاریخ کا ایسا روشن باب ہے جس پر ہم بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔ ہمیں اس روایت کو قائم رکھنا چاہیے کیونکہ یہی ہمارے اور دوسری قوموں کے درمیان اچھے تعلقات کی بنیاد ہے۔

چرچ کے اندر کا آرکی ٹیکچر بھی خوبصورت تھا۔ محرابوں کی صورت میں دروازے بنے ہوئے تھے۔ بیرونی دیوار کسی قلعے سے مشابہ تھی۔ چرچ کے دروازے پر بدو مغربی سیاحوں کو باندھنے کے لئے کپڑے دے رہے تھے جس کے باعث ماحول کافی باپردہ ہو گیا تھا۔ سنا ہے کہ یہاں اسرائیلی سیاح بھی بڑی تعداد میں کوہ طور کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔

ہم چرچ سے نکل کر اس کی دیوار کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ ہمارے سامنے بالکل سیاہ رنگ کا پہاڑ تھا۔ اس کا نام جبل مناجاۃ معلوم ہوا۔ عین ممکن ہے یہ وہی پہاڑ ہو جس پر اللہ تعالی نے سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام کی فرمائش پر اپنی تجلی ظاہر کی تھی جس کے نتیجے میں یہ جل کر راکھ ہو گیا تھا اور سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام بے ہوش ہو گئے تھے۔

گرجا سے آگے دو راستے نکل رہے تھے۔ ایک راستہ کوہ طور اور جبل موسی کی جانب جا رہا تھا۔ یہاں یا تو پیدل جایا جا سکتا تھا یا پھر اونٹوں پر۔ کوہ طور پر جانے کے لئے پتھر کی سیڑھیاں تراشی گئی تھیں۔ ہمارے ساتھ چونکہ بچی تھی اور اسے لے کر کوہ طور پر چڑھنا کافی مشکل کام تھا اس لئے ہم اوپر نہ جا سکے۔ کوہ طور کے دامن میں ایک اور گرجا اور ایک مسجد پہلو بہ پہلو موجود تھے۔ یہاں کے چرچ کا ڈیزائن بالکل مساجد جیسا تھا۔ قرآن مجید نے بھی یہود و نصاری کی عبادت گاہوں کو مسجد ہی قرار دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کا دین ایک ہی ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام نے توحید کے مرکز کے طور پر مساجد ہی تعمیر کی تھیں۔ بعد میں لوگوں نے توحید کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انہی مراکز میں تصاویر اور مجسموں کو داخل کرنا شروع کر دیا۔ امت مسلمہ اس فتنہ سے تو اب تک محفوظ ہے مگر ہمارے ہاں بھی شرکیہ مضامین پر مشتمل اشعار اور نعرے مساجد میں لکھے جانے لگے ہیں۔

مقام ہارون علیہ الصلوۃ والسلام

کوہ طور کے علاقے کا نقشہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بچھڑے کی پوجا کا مقام

رہبانیت کا دور

یہ گرجے عیسائیت کے اس دور کی یادگار ہیں جب ان کے ہاں رہبانیت نے فروغ پایا۔ عیسائیت کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں میں ترک دنیا کی زبردست تحریک پیدا ہوئی جسے رہبانیت (Monasticism) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں بڑی تعداد میں نوجوان دنیا کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ ان لوگوں نے خود پر دنیا کی لذتوں کو حرام کر لیا اور عبادت کرنے کے نت نئے طریقے ایجاد کئے۔ ترک دنیا میں یہ لوگ اپنی انتہا کو پہنچ گئے۔ رہبانیت کی یہ تحریک مصر میں بہت زیادہ مقبول ہوئی۔ اس کی کچھ تفصیل History of the Christian Church میں اس طرح بیان ہوئی ہے۔

سینٹ انتھونی کتنے عظیم انسان تھے جنہوں نے اپنی بچپن سے لے کر بڑھاپے تک اپنی زندگی کو رہبانیت میں بسر کر دیا۔ انہوں نے کبھی اچھی خوراک کی خواہش نہ کی، نہ ہی لباس پہنا اور نہ ہی کبھی اپنے پاؤں دھوئے۔ سینٹ ہیلاریس جو کہ سینٹ انتھونی کے شاگرد اور مشرک والدین کی اولاد تھے، نے ترکے میں ملنے والی رقم کو اپنے بھائیوں اور غرباء میں تقسیم کر دیا اور دن کے روزے اور رات کی عبادت سے اپنے جسم کو گھلانے کی کوشش شروع کر دی۔ صرف بیس برس کی عمر میں ان کا جسم ایک ڈھانچے کی مانند تھا۔ انہوں نے کبھی سورج غروب ہونے سے قبل کھانا نہ کھایا۔ ان کی کٹیا صرف پانچ فٹ اونچی تھی جو ان کے اپنے قد سے بھی نیچی تھی۔ وہ ہمیشہ زمین پر سوتے اور سال میں صرف ایک بار بال کٹواتے۔ ----

---

سینٹ پاؤلا نے اپنے ماں کے جذبات کو کچلتے ہوئے اپنی بیٹی اور نومولود بیٹے کو چھوڑ کر فلسطین اور مصر کا سفر اختیار کیا۔ انہوں نے مقدس زمین میں رہائش اختیار کی جہاں انہوں نے ایک خانقاہ قائم کی۔ انہوں نے ہمیشہ شراب اور گوشت سے پرہیز کیا۔ بیماری کی حالت میں بھی وہ ننگے فرش پر سوتیں اور بالوں کا لباس پہنتیں۔ -------

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سینٹ سائمن اپنی ابتدائی زندگی میں شام کے ملک میں رہنے والے ایک چرواہے تھے۔ انہوں نے چرچ میں گائے جانے والے چند گیت سنے اور اس کے نتیجے میں ایک خانقاہ کی طرف چل دیے۔ یہاں وہ کئی دن بغیر کچھ کھائے پیئے دہلیز پر پڑے رہے اور خود کو اس خانقاہ کا حقیر ترین خادم بنا لینے کی فریاد کرتے رہے۔ انہوں نے خود کو ہفتے میں صرف ایک دن اتوار کو کھانا کھانے کا عادی بنالیا۔ اپنے چلّے کے دوران انہوں نے چالیس دن گرم ترین علاقے میں بغیر کسی خوراک کے بسر کئے۔ اس کوشش کے نتیجے میں وہ موت سے ہمکنار ہوتے ہوتے بچے لیکن انہوں نے (خدا سے کئے ہوئے) اپنے وعدے کی پاسداری کی۔

جب تھیوڈورس ان سے ملنے آیا تو وہ بغیر خوراک کے 26 چلّے لگا کر (اپنے تئیں) موسیٰ، الیاس اور عیسیٰ (علیہم الصلوۃ والسلام) سے بھی آگے بڑھ چکے تھے جنہوں نے اپنی زندگیوں میں صرف ایک ایک مرتبہ چالیس دن کا روزہ رکھا۔ ان کی ایک اور غیر معمولی کوشش یہ تھی کہ انہوں نے اپنے جسم کو اتنی سختی سے رسیوں سے باندھ لیا تھا کہ وہ ہڈیوں میں چبھتی تھیں اور شدید تکلیف پہنچائے بغیر انہیں کاٹا بھی نہ جاسکتا تھا۔ بعد ازاں انہیں خانقاہ سے نکال دیا گیا۔ اس کے بعد وہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر چلے گئے جہاں انہوں نے اپنے پاؤں کو ایک وزنی لوہے کی زنجیر سے باندھ لیا۔

جب انہیں اس سے بھی اطمینان حاصل نہ ہوا تو وہ انطاکیہ کے مشرق میں دو دن مسافت کے مقام پر موجود ایک چالیس ہاتھ اونچے تنگ سے ستون پر چڑھ گئے۔ یہاں وہ اپنی وفات تک موجود رہے۔ اس جگہ وہ نہ تو لیٹ سکتے تھے اور نہ ہی بیٹھ سکتے تھے بلکہ بڑی مشکل سے صرف جھک سکتے تھے چنانچہ انہوں نے خدا کے سامنے جھکنا شروع کر دیا۔ کسی نے خدا کے سامنے ان کے رکوع کرنے کو گننا شروع کیا تو صرف ایک دن میں ان کے 1244 رکوع شمار ہوئے۔ انہوں نے جانوروں کی کھالیں پہن رکھی تھیں اور ان کی گردن کے گرد ایک موٹی زنجیر تھی۔ یہاں سینٹ سائمن ہفتوں، مہینوں بلکہ سالوں تک کڑکتی دھوپ، طوفانی بارشوں اور شدید برفباری میں کھڑے رہے اور روزانہ زندگی و موت کی کشمکش میں مبتلا رہے۔

History of Christian Church, www.ccel.org/s/schaff/history

سینٹ کیتھرین کا چرچ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سینٹ کیتھرین خانقاہ کی بیرونی دیوار اور جبل مناجاۃ

جبل موسیٰ علیہ السلام (کوہ طور) کی سیڑھیاں (بشکریہ www.st-katherine.net)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کوہ طور (بشکریہ www.st-katherine.net)

کوہ طور سے دیگر پہاڑوں کا نظارہ (بشکریہ www.st-katherine.net)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سینٹ کیتھرین کے قریب ایک اور مسجد نما چرچ

رہبانیت کا یہ سلسلہ اتنی شدت اختیار کر گیا کہ ہر طرح کے جنسی تعلقات کو ممنوع قرار دیا گیا۔ جو شادی شدہ شخص راہب بنتا اس کے لئے لازم ہوتا کہ وہ اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر آئے۔ ہنسنے اور مسکرانے کو بھی حرام سمجھا جاتا۔ راہب کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ اپنے تمام رشتے داروں کی محبت دل سے نکال دے۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں :

ایک راہب ایواگریس سالہا سال سے صحرا میں ریاضتیں کر رہا تھا۔ ایک روز یکایک اس کے پاس اس کی ماں اور اس کے باپ کے خطوط پہنچے جو برسوں سے اس کی جدائی میں تڑپ رہے تھے۔ اسے اندیشہ ہوا کہ کہیں ان خطوں کو پڑھ کر اس کے دل میں انسانی محبت کے جذبات نہ جاگ اٹھیں۔ اس نے ان کو کھولے بغیر فوراً آگ میں جھونک دیا۔

سینٹ تھیوڈورس کی ماں اور بہن بہت سے پادریوں کے سفارشی خطوط لے کر اس خانقاہ میں پہنچیں جس میں وہ مقیم تھا اور خواہش کی کہ وہ ایک نظر اپنے بیٹے اور بھائی کو دیکھ لیں۔ مگر اس نے ان کے سامنے آنے تک سے انکار کر دیا۔ سینٹ مارکس کی ماں اس سے ملنے کے لئے اس کی خانقاہ میں گئی اور خانقاہ کے شیخ (Abott) کی خوشامدیں کر کے اس کو راضی کیا کہ وہ بیٹے کو ماں کے سامنے آنے کا حکم دے۔ مگر بیٹا کسی طرح ماں سے نہ ملنا چاہتا تھا۔ آخر کار اس نے شیخ کے حکم کی تعمیل اس طرح کی کہ بھیس بدل کر ماں کے سامنے گیا اور انکھیں بند کر لیں۔ اس طرح نہ ماں نے بیٹے کو پہچانا، نہ ہی بیٹے نے ماں کی شکل دیکھی۔

ایک اور ولی سینٹ پوئمن اور اس کے 6 بھائی مصر کی ایک صحرائی خانقاہ میں رہتے تھے۔ برسوں بعد ان کی بوڑھی ماں کو ان کا پتہ معلوم ہوا اور وہ ان سے ملنے کے لئے وہاں پہنچی۔ بیٹے ماں کو دور سے دیکھتے ہی بھاگ کر اپنے حجرے میں چلے گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ ماں باہر بیٹھ کر رونے لگی اور اس نے چیخ چیخ کر کہا میں اس بڑھاپے میں اتنی دور سے چل کر صرف تمہیں دیکھنے آئی ہوں، تمہارا کیا نقصان ہو گا اگر میں تمہاری شکلیں دیکھ لوں۔ کیا میں تمہاری ماں نہیں ہوں؟ مگر ان ولیوں نے دروازہ نہ کھولا اور ماں سے کہہ دیا کہ ہم تجھ سے خدا کے ہاں ملیں گے۔

اس سے بھی دردناک قصہ سینٹ سائمن اسٹائلائیٹس کا ہے جو ماں باپ کو چھوڑ کر 27 سال غائب رہا۔ باپ اس کے غم میں مر گیا۔ ماں زندہ تھی۔ بیٹے کی ولایت کے چرچے جب دور و نزدیک پھیل گئے تو اس کو پتہ چلا کہ وہ کہاں ہے۔ بے چاری اس سے ملنے کے لئے اس کی خانقاہ پر پہنچی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مگر وہاں کسی عورت کو داخلے کی اجازت نہ تھی۔ اس نے لاکھ منت سماجت کی کہ بیٹا یا تو اسے اندر بلالے یا باہر نکل کر اسے اپنی صورت دکھادے۔ مگر اس ولی اللہ نے صاف انکار کر دیا۔ تین رات اور تین دن وہ خانقاہ کے دروازے پر پڑی رہی اور آخر کار وہیں لیٹ کر اس نے جان دے دی۔ تب ولی صاحب نکل کر آئے۔ ماں کی لاش پر آنسو بہائے اور اس کی مغفرت کی دعا کی۔-------

اپنے قریب ترین رشتے داروں کے ساتھ بے رحمی، سنگدلی اور قساوت برتنے کی جو مشق یہ لوگ کیا کرتے تھے، اس کی وجہ سے ان کے انسانی جذبات مر جاتے تھے اور اسی کا نتیجہ تھا کہ جن لوگوں کے ساتھ انہیں مذہبی اختلاف ہوتا تھا ان کے مقابلے میں یہ ظلم و ستم کی انتہا کر دیتے تھے۔ چوتھی صدی تک پہنچتے پہنچتے مسیحیت میں 90-80 فرقے پیدا ہو چکے تھے۔ -------- یہ فرقے ایک دوسرے کے خلاف سخت نفرت رکھتے تھے۔-------

پہلے ایرئن فرقے کے بشپ نے اتھاناسیوس کی پارٹی پر حملہ کیا، اس کی خانقاہوں سے کنواری راہبات پکڑ پکڑ کر نکالی گئیں، ان کو ننگا کر کے خاردار شاخوں سے پیٹا گیا اور ان کے جسم پر داغ لگائے گئے تاکہ وہ اپنے عقیدے سے توبہ کریں۔ ------- اسی اسکندریہ میں ایک مرتبہ سینٹ سائرل کے مرید راہبوں نے ہنگامہ عظیم برپا کیا، یہاں تک کہ مخالف فرقے کی ایک راہبہ کو پکڑ کر اپنے کلیسا میں لے گئے، اسے قتل کیا، اس کی لاش کی بوٹی بوٹی نوچ ڈالی اور پھر اسے آگ میں جھونک دیا۔ (تفہیم القرآن، سورۃ الحدید)

اللہ تعالیٰ نے ان کی اس رہبانیت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا: وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلاَّ ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا۔ (الحدید 57:27) "رہبانیت تو انہوں نے خود ہی ایجاد کر لی تھی۔ ہم نے ان پر اسے واجب نہ کیا تھا۔ انہوں نے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے (اسے ایجاد تو کر لیا) مگر اس کی رعایت نہ رکھ سکے۔" اس رہبانیت کی ایجاد کی وجہ یہ تھی کہ جب انسان دین کی طرف مائل ہوتا ہے تو اس کی نظر میں دنیا کی وقعت کچھ نہیں رہتی۔

اسی بنا پر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی رہبانیت اختیار کرنے کی کوشش کی اور یہ ارادہ کیا کہ وہ رات بھر نمازیں پڑھا کریں گے، ہمیشہ روزہ رکھیں گے اور ہمیشہ اپنی بیویوں سے دور رہیں گے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: "خدا کی قسم! میں تم سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہوں اور اس کے حدود کا پاس رکھنے والا ہوں، لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور شادی بیاہ بھی کرتا ہوں۔ جس نے میرے طریقے سے انحراف کیا، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔" (بخاری، کتاب النکاح)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے "دین کے معاملے میں خود پر سختی نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ بھی تم پر سختی کرے۔ ایک گروہ نے اپنے اوپر سختی کی تو اللہ نے بھی ان پر سختی کی۔ یہ انہی کی باقیات ہیں جنہیں تم گرجوں اور خانقاہوں میں دیکھتے ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت رہبانیت تلاوت فرمائی۔" (ابوداؤد، کتاب الادب)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنْ الرِّزْقِ۔ (الاعراف 7:32) آپ کہہ دیجئے کہ کس نے اللہ کی عطا کی ہوئی زینت اور رزق کی پاکیزہ چیزوں کو حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ. وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمْ اللَّهُ حَلالاً طَيِّباً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ۔ (المائدہ 5:87-88) اے ایمان والو! اللہ نے جو پاک چیزیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تمہارے لئے حلال کی ہیں انہیں حرام نہ کرو۔ حد سے نہ بڑھو کیونکہ بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اللہ نے جو حلال اور پاکیزہ چیزیں تمہیں دی ہیں، ان میں سے کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

موجودہ دور میں بھی بہت سے ایسے لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے دین پر چلنے کی توفیق دی ہے، دنیا کو بالکل نظر انداز کئے ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر میرے کئی جاننے والوں نے اپنی تعلیم کو اس لئے خیرباد کہا کہ وہ اپنا وقت تعلیم کی بجائے اپنی دینی جماعت کی سرگرمیوں میں لگانا چاہتے تھے۔ کچھ عرصے کے بعد انہیں اپنی جماعت سے نظریاتی اختلافات پیدا ہو گئے جس کے نتیجے میں انہیں اس سے علیحدہ ہونا پڑا۔ اب وہ صورتحال سامنے آئی کہ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم، نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے۔

اسی طرح میں کچھ ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو دین کی تبلیغ کے لئے اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر کئی کئی ماہ کے لئے چلے جاتے ہیں اور ان کے خاندان کا خرچ ان کے رشتہ داروں کو بادل نخواستہ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ وہ رشتہ دار ان کا خرچ اٹھانے پر جس طرح کی طعن و تشنیع کرتے ہیں اور اس سے ان کی بیوی اور بچوں کی عزت نفس جس بری طرح سے مجروح ہوتی ہے اس کا حال وہی جانتے ہیں یا پھر خدا جانتا ہے۔ یہ لوگ یقیناً اللہ تعالیٰ کے ایک حکم پر تو عمل کر رہے ہیں لیکن دوسرے حکم کی خلاف ورزی کر رہے ہیں اور اسی کا نام انتہا پسندی ہے۔

رہبانیت اور دنیا پرستی کی انتہائیں

اس کے بالکل برعکس ہمارے معاشرے کا عمومی رجحان دنیا پرستی کا ہے جو کہ انتہا پسندی کی دوسری شکل ہے۔ اپنی چند سالہ دنیا کو خوبصورت بنانے کے لئے ہم آخرت کو مکمل طور پر نظر انداز کئے ہوئے ہیں۔ کاروبار یا ملازمت میں ترقی کے لئے ہم اپنا خون پسینہ ایک کر دیتے ہیں۔ دفاتر میں خود کو زیادہ محنتی ثابت کرنے لئے آٹھ گھنٹے کی بجائے سولہ سولہ گھنٹے کام کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں نمازیں بے شک قضا ہوں، اولاد کی تربیت سے جتنی چاہے غفلت ہو جائے، دین کے تقاضے جتنا چاہے نظر انداز ہو جائیں، ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی حتیٰ کہ ہمیں اپنی روحانی صحت کے علاوہ جسمانی صحت کا بھی خیال نہیں رہتا اور ہم اپنی جسمانی صحت کو بہتر بنانے کا وقت نکالنے کی پوزیشن میں بھی نہیں ہوتے۔

یہ درست ہے کہ غیر منصفانہ معاشرتی و معاشی نظام کی وجہ سے اکثر مالکان اپنے ملازمین کا خون چوستے ہیں اور انہیں کم سے کم تنخواہ دے کر ان سے زیادہ سے زیادہ وقت کام کروانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ایسے ملازمین کی بھی کمی نہیں جو محض اپنے شوق میں دن رات کام میں مشغول رہتے ہیں۔ اسی طرح بہت سے کاروباری حضرات اپنے بزنس میں اس طرح مگن ہوتے ہیں کہ انہیں دین و دنیا کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔ یہ بھی انتہا پسندی ہی کی ایک شکل ہے۔

عیسائی حضرات کے تصوف اور رہبانیت کی اس تحریک نے مسلمانوں کو بھی متاثر کیا۔ ابتدا میں مسلمانوں کے ہاں صوفی تحریک خالصتاً تزکیہ نفس کی تحریک تھی جس کا مقصد دنیا پرستی کے غلبے سے مسلمانوں کو بچانا تھا۔ بعد کے بہت سے صوفی یہودی، عیسائی، مجوسی اور ہندو تصوف سے بہت متاثر ہوئے اور ترک دنیا کی تحریک ان میں عام ہو گئی۔ خانقاہیں بننے لگیں اور لوگ دنیا کو ترک کر کے جنگلوں میں نکلنے لگے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

موجودہ دور میں دنیا پرستی کو جو غلبہ حاصل ہوا ہے اس کے نتیجے میں ترک دنیا کی یہ تحریک کم از کم مسلمانوں میں دم توڑ چکی ہے اور خانقاہوں پر تارک الدنیا صوفیا کے جانشین بیٹھے ہیں جو اپنے بزرگوں کے برعکس دنیا پرستی میں کسی طور بھی عام لوگوں سے کم نہیں ہیں۔ دنیا کی رنگینیوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے انہوں نے یہ حل نکالا ہے کہ "دنیا کی محبت اگر دل میں نہ ہو تو اس کی چیزوں کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔"

دین اسلام ان دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال کا راستہ پیش کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ دین اور دنیا میں توازن قائم کرتے ہوئے دونوں کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔ رہبانیت ہو یا دنیا پرستی، دونوں سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

خلیج سویز

اب ہم یہاں سے واپس ہوئے۔ سینٹ کیتھرین کے گیٹ سے نکل کر گاڑی میں بیٹھے اور قاہرہ کی طرف اپنا رخ کر لیا۔ ایک گھنٹے میں ہم واپس اسی مقام پر پہنچ چکے تھے جہاں سے ایک دن پہلے ہم سینٹ کیتھرین کے لئے مڑے تھے۔ اب ہم خلیج سویز کے ساتھ ساتھ سفر کر رہے تھے جس کا نیلا پانی دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ خلیج سویز کے مناظر خوبصورت تھے لیکن ان کی نسبت سینا کے دوسری جانب خلیج عقبہ کے مناظر زیادہ خوبصورت تھے۔

عمارتوں کی شکل میں تراشی ہوئی چٹانیں

کچھ ہی دیر میں ہم ایسے پہاڑوں کے قریب سے گزرے جنہیں باقاعدہ عمارتوں کی شکل میں تراشا گیا تھا۔ تاریخی روایات کے مطابق یہاں چاند دیوی کے ماننے والوں کی آبادی تھی۔ غالباً یہیں سے گزرتے ہوئے بنی اسرائیل نے مشرک اقوام کے معبودوں کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دیکھتے ہوئے سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام سے درخواست کی تھی کہ وہ بھی انہیں ایسا ہی معبود بنا دیں۔

آگے ایک چھوٹا سا قصبہ "ابو ردیس" آیا۔ میں نے یہاں رک کر کوک اور ایک پیپسی خریدا۔ قصبے کی دکانیں اور بازار ہمارے بٹ گرام اور بٹ خیلہ کا منظر پیش کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر میں ہم "حمام فرعون" کے مقام پر جا نکلے۔ اس جگہ کے بارے میں مشہور ہے کہ فرعون منفتاح، جو کہ سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام کے مقابلے پر آ کر غرق ہوا تھا، کی لاش یہاں تیرتی ہوئی ملی تھی۔ مصریوں نے اپنے بادشاہ کی لاش دیکھ کر اسے حنوط کر کے محفوظ کر لیا۔ کچھ آگے جا کر ہم "عیون موسی" کے مقام پر پہنچ گئے۔ اس جگہ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ بنی اسرائیل نے اس مقام سے سمندر کو پار کیا تھا اور فرعون اپنی فوج سمیت سمندر میں غرق ہو گیا تھا۔

مصر اسرائیل جنگ

اس مقام پر 1973ء کی جنگ کی یادگار بنی ہوئی تھی۔ یہاں مصری سپاہیوں کے مجسمے بھی تھے جن کی مدد ایک فرشتے کو کرتے دکھایا گیا تھا۔ غالباً مصر میں اس طرح کی کہانیاں عام ہوں گی جیسا کہ ہماری 1965ء کی جنگ کے بارے میں مشہور کر دی گئی ہیں کہ بھارتی جہازوں کے دریائے راوی کے پل پر پھینکے ہوئے بم کو کوئی بزرگ دریائے راوی سے نکل کر کیچ کر لیتے تھے اور دریا میں غوطہ لگا جاتے تھے۔

مصر اسرائیل جنگ کی یادگار

مصری افواج نے سینا کا کچھ حصہ اسرائیلی افواج سے چھڑا لیا تھا جس پر مصر کو فخر حاصل ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اسرائیلی افواج نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کے بدلے میں مصر کے مین لینڈ کے اتنے ہی حصے پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس وقت مصر کے صدر انور سادات تھے جو جمال عبد الناصر کی نسبت کافی معقول اور حقیقت پسند تھے۔ انہوں نے اس جنگ سے یہ سبق حاصل کیا کہ وہ اسرائیل سے تو لڑ سکتے ہیں مگر امریکہ سے نہیں۔ امریکہ کے ایماء پر انہوں نے اسرائیل سے صلح کر کے اسے تسلیم کر لیا جس کے بدلے اسرائیل نے مصر کو جزیرہ نما سینا واپس کر دیا۔

نہر سویز

دوپہر تک ہم نہر سویز کے قریب پہنچ چکے تھے۔ سمندر اب ختم ہو چکا تھا۔ جزیرہ نما سینا اور مصر کے مین لینڈ کی سرحد نہر سویز ہے۔ اس نہر کا آئیڈیا تو بہت پرانا ہے لیکن دفاعی نقطہ نظر سے اس نہر کو کبھی تعمیر نہ کیا گیا۔

انیسویں صدی میں جب مصر انگریزوں کے قبضے میں آیا تو انہوں نے 1869ء میں نہر سویز کھود ڈالی۔ اس دور کے انگریز ذرائع نقل و حمل کو ترقی دینے کے لئے مشہور تھے۔ یہ وہی دور ہے جب انگریز برصغیر میں ریل بچھا رہے تھے۔ یہ نہر، جہاز رانی کی دنیا میں ایک بڑا بریک تھرو تھی جس کے نتیجے میں ایشیا سے یورپ جانے والے بحری جہازوں کا فاصلہ کئی ہزار کلومیٹر کم ہو گیا تھا۔

نہر سویز، سویز کی بندرگاہ سے شروع ہو کر پورٹ سعید تک جاتی ہے۔ نہر کی کل لمبائی 170 کلومیٹر ہے۔ اس کی چوڑائی عام طور پر تین سو میٹر ہے اور بڑے سے بڑا بحری جہاز اس میں سے با آسانی گزر سکتا ہے۔ مصر کی معیشت کا بڑی حد تک انحصار نہر سویز کی آمدنی پر ہے۔ اسرائیل کا ارادہ بھی ہے کہ وہ خلیج عقبہ کو ایک نہر کے ذریعے ڈیڈ سی سے اور پھر ڈیڈ سی کو ایک اور نہر کے ذریعے بحیرہ روم سے ملا دے۔ اگر یہ نہر بن گئی تو مصر کی آمدنی کو بڑا دھچکا پہنچنے کا خطرہ ہے۔

نہر سویز کو پار کرنے کے لئے پل کی بجائے سرنگ بنائی گئی تھی۔ دو مصری پاؤنڈ ٹول ٹیکس ادا کر کے ہم سرنگ میں داخل ہوئے۔ یہ پتلی سی سرنگ تھی جس میں ٹریک اتنا تنگ تھا کہ اوور ٹیک کرنا ممکن ہی نہ تھا۔ اسے دیکھ کر مجھے مکۃ المکرمۃ کی سرنگیں یاد آئیں جو کہ نہایت ہی کشادہ ہیں۔ نصف کلو میٹر لمبی سرنگ سے نکلتے ہی ایک ریسٹ ایریا آ گیا۔ یہاں رک کر ہم نے نماز ادا کی۔ یہاں بیٹھے کچھ مصریوں سے میں نے پوچھا کہ کہیں کوئی ایسا مقام ہے جہاں سے ہم نہر سویز کو دیکھ سکیں۔ وہ کہنے لگے، "نہر سویز پوری کی پوری فوج کی تحویل میں ہے اور اس تک جانے کے تمام راستے بند ہیں۔"

اب میری گاڑی کے پہیوں سے عجیب سی آواز نکل رہی تھی۔ قریب ہی ایک صاحب اپنی گاڑی کا بونٹ اٹھائے کھڑے تھے۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ وہ میری گاڑی بھی دیکھ لیں۔ دیکھ کر انہوں نے کہا، "گھبرانے کی کوئی بات نہیں، پاور اسٹیرنگ آئل ذرا کم ہو گیا ہے، وہ ڈال لیں تو آواز ٹھیک ہو جائے گی۔" میں نے ایسا ہی کیا جس کے نتیجے میں آواز ختم ہو گئی۔ مصر میں میں نے یہ پہلے صاحب دیکھے جنہوں نے داڑھی رکھی ہوئی تھی۔ بڑے خوش مزاج تھے۔ سعودی عرب کے شہر دمام میں کام کرتے تھے اور ہماری طرح وہاں سے اپنی گاڑی پر مصر جا رہے تھے۔

مصری بالعموم داڑھی نہیں رکھتے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ان کے فقہا کے نزدیک داڑھی رکھنا "واجب" نہیں بلکہ "مستحب" ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مصری حکومت داڑھی والوں کو اخوان المسلمون کا نمائندہ سمجھتی ہے اور ان سے تفتیش کا سلسلہ شروع کر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب میں رہنے والے بہت سے مصری داڑھی رکھ لیتے ہیں لیکن جب سالانہ چھٹیوں پر یہ لوگ مصر جاتے ہیں تو داڑھی منڈوا دیتے ہیں اور واپسی پر پھر رکھ لیتے ہیں۔ مجھے مصری کولیگز نے بتایا تھا کہ آپ بے فکر ہو مصر جا سکتے ہیں کیونکہ غیر ملکی داڑھی والوں کو کچھ نہیں کہا جاتا۔

سویز شہر

ہم نے سوچا کہ ذرا سویز شہر بھی دیکھ لیا جائے۔ شہر یہاں سے دس کلو میٹر کے فاصلے پر تھا۔ شہر میں داخل ہوئے تو ریلوے پھاٹک نے ہمارا استقبال کیا۔ جس زمانے میں انگریزوں نے ہمارے ہاں ریلوے لائن بچھائی تھی، اسی زمانے میں انہوں نے مصر میں بھی ریلوے لائن بچھا ڈالی تھی۔ مصر کی ریلوے لائن کو دیکھتے ہوئے لگ رہا تھا کہ ہم نے اپنی ریل کو کافی اپ گریڈ کر لیا ہے کیونکہ یہاں ابھی تک تنگ گیج کی لائن بچھی ہوئی تھی۔ سویز شہر کے جس علاقے میں ہم داخل ہوئے وہ لاہور کی چڑہ منڈی، سلطان پورہ اور تیزاب احاطے کی طرز کا علاقہ تھا۔ ویسی ہی ریلوے لائن، ویسے ہی مکانات اور ویسا ہی ٹریفک۔ ہم یہاں سے واپس ہوئے۔

بحیرات مرۃ یا کڑوی جھیلیں (Bitter Lakes)

نہر سویز کے بیچوں بیچ دو جھیلیں ہیں جو "بحیرات مرۃ" یعنی کڑوی جھیلیں کہلاتی ہیں۔ یہ جھیلیں اسماعیلیہ شہر کے قریب واقع ہیں اور سمندر کے مدوجزر کو جذب کر کے نہر میں پانی کی سطح بلند نہیں ہونے دیتیں۔ گوگل ارتھ سے یہ کافی خوبصورت نظر آ رہی تھیں۔ میرا ارادہ تھا کہ یہ جھیلیں دیکھی جائیں۔ ایک دکاندار سے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ یہ جھیلیں بھی فوج کے قبضے میں ہیں اور یہاں جانا ممکن نہیں۔ پوری نہر سویز مصری فوج کے زیر کنٹرول ہے۔ اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ نہر سے گزرنے والے جہازوں پر دہشت گرد، نہر کے کنارے سے راکٹ فائر کر کے حملہ کر سکتے ہیں۔

اسماعیلیہ شہر سے مجھے حسن البناء یاد آ گئے جنہوں نے اس شہر میں اخوان المسلمون کی بنیاد رکھی تھی۔ اخوان مسلم اور بالخصوص عرب دنیا میں سب سے منظم اسلامی تحریک سمجھی جاتی ہے اس لئے بہتر ہے کہ لگے ہاتھوں اس کا تعارف بھی پیش کر دیا جائے۔

اخوان المسلمون

اخوان المسلمون کی بنیاد 1928ء میں اسماعیلیہ کے قصبے میں پڑی۔ اس کے بانی حسن البناء تھے۔ ابتدا میں اس تحریک نے سماجی اور فلاحی نوعیت کے کاموں پر اپنی توجہ رکھی لیکن جلد ہی یہ تحریک سیاسی میدان میں آ گئی۔ اس تحریک نے معاشرے کی اصلاح کے لئے ٹاپ ڈاؤن ماڈل کو اختیار کیا۔ ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ حکومت تبدیل کر کے اسلام کا نظام خلافت رائج کیا جائے اور اس کی مدد سے معاشرے کی اصلاح کی جائے۔

مصر پر اس وقت شاہ فاروق کی حکومت تھی جو مصری معاشرے کو مغربی رنگ میں رنگنا چاہتے تھے۔ اخوان المسلمون کی تحریک ان کی راہ میں بڑی رکاوٹ تھی۔ اخوان کی حکمت عملی بالعموم عدم تشدد کی تھی لیکن ان کے مخالفین کے بیان کے مطابق ان کا ایک خفیہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عسکری ونگ کام کر رہا تھا۔ 1948ء کی عرب اسرائیل جنگ میں اخوان نے اپنے ممبرز کو اسرائیل کے خلاف جنگ کرنے کے لئے بھیجا۔ دسمبر 1948ء میں پولیس نے اخوان کے خفیہ ونگ کے خلاف ایک آپریشن میں بم اور دیگر اسلحہ پکڑ لیا۔

اس زمانے میں اخوان مصری معاشرے میں مضبوط پوزیشن حاصل کر چکے تھے۔ ان کے اپنے ہسپتال، فیکٹریاں اور اسکول کام کر رہے تھے۔ مصری حکومت نے اس خفیہ ونگ کو انقلابی تحریک سمجھتے ہوئے اخوان کے خلاف کریک ڈاؤن کیا۔ اسی دوران ایک اخوانی نے مصر کے وزیر اعظم محمود فہمی النقریشی کو قتل کر دیا۔ حسن البناء نے ان تمام متشددانہ کاروائیوں کی مخالفت کی اور خود کو اس سے بری الذمہ قرار دیا۔ فروری 1949ء میں ایک نامعلوم شخص نے حسن البناء کو قتل کر دیا۔

اخوان کی یہ تحریک مغربی کلچر کے اثر و نفوذ، سیکولر نیشنلزم کے خطرے اور مغربی امپیریل ازم کی موجودگی کے خلاف رد عمل کے طور پر وجود میں آئی۔ اخوان نے اسلام کی نظریاتی خود کفالت پر زور دیا۔ یہ مغرب کی شدید مخالف جماعت تھی۔ انہوں نے مغرب اور مشرق کے کیپٹلزم اور سوشلزم کو مسلم دنیا کے لئے ماڈل ماننے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے مسلم معاشروں کی ویسٹرنازیشن اور سیکولر ائزیشن، نیشنلزم کی تقسیم امہ، کیپٹلزم کے معاشی تفاوت اور مارکسزم کی مادیت پرستی اور خدا کے انکار کو یکسر مسترد کرتے ہوئے مسلمانوں کو بتایا کہ وہ یاد رکھیں کہ ان سب سے ہٹ کر ان کے پاس اسلام موجود ہے جو غیر ملکی ماڈلز اور سسٹمز کا بہترین متبادل ہے۔

1952ء میں ایک فوجی انقلاب کے نتیجے میں جمال عبد الناصر نے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ اس بغاوت میں اخوان نے ناصر کا ساتھ دیا۔ اقتدار کے بعد ناصر نے اخوان سے سرد مہری کا رویہ اختیار کیا۔ انہوں نے اسلام کو اپنا رول ماڈل ماننے کی بجائے عرب سوشلزم کو فروغ دیا۔ صنعتوں کو قومی تحویل میں لے لیا گیا اور عرب قومیت کو فروغ دیا گیا۔ اس دوران اخوان کے آپس میں تنظیمی اختلافات بڑھتے گئے۔ 1954ء میں اخوان نے ناصر پر قاتلانہ حملہ کیا جس کے بعد ناصر نے اخوان پر مکمل پابندی عائد کر کے اس کے ہزاروں ممبرز کو جیل بھجوا دیا۔ ان افراد کو سالوں جیل میں رکھا گیا جس کے نتیجے میں اخوان میں انتہا پسندی نے فروغ پایا۔

1960ء کے عشرے میں سید قطب اخوان کے سب سے بڑے مفکر اور لیڈر بن کر ابھرے۔ 1966ء میں ناصر نے سید قطب کو بھی پھانسی دے دی جس کے بعد اخوان میں شدت پسندی بڑھتی چلی گئی اور وہ طاقت کے زور پر موجودہ حکومت کو ختم کر کے اسلامی حکومت کے قیام کے لئے سرگرم عمل ہو گئے۔ 1967ء میں عرب اسرائیل جنگ میں مصر کی شکست کے نتیجے میں جزیرہ نما سینا اسرائیل کے قبضے میں چلا گیا۔ یہ جنگ عرب قومیت کے جذبے کے تحت لڑی گئی تھی۔ اس جنگ کے نتیجے میں عرب سوشلزم اور ناصر کی مقبولیت کم ہونے لگی۔ 1970ء میں ناصر اچانک فوت ہو گئے۔

ناصر کے بعد انور سادات کی حکومت آئی جنہوں نے اخوان سے اچھا سلوک کیا اور حکومت کو اسلامی بنانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ انہوں نے بہت سے اخوان کو رہا کر دیا۔ 1978ء میں سادات نے اسرائیل سے صلح کر لی جس کے نتیجے میں اخوان سادات کے خلاف ہو گئے۔ اس دوران ان کے بہت سے شدت پسند گروپ ان سے الگ ہو گئے۔ اخوان نے ان گروہوں سے لاتعلقی کا اعلان کیا۔ ایسے ہی ایک گروپ الجہاد کے ایک کارکن لیفٹیننٹ خالد اسلامبولی نے 1981ء سادات کو میں قتل کر دیا۔

سادات کے بعد حسنی مبارک مصر کے صدر بنے۔ انہوں نے اپنے ابتدائی ایام میں اخوان کو کسی حد تک برداشت کیا لیکن انتہا پسند

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گروپوں کے خلاف کریک ڈاؤن جاری رکھا۔ مذہبی انتہا پسندوں کو سائیڈ لائن کرنے کی کوششوں کے نتیجے میں ان کے غیض وغضب میں اضافہ ہوا اور انہوں نے عیسائی گرجوں اور ان کی دکانوں پر حملہ کرنا شروع کر دیا۔ بڑے شہروں میں نائٹ کلبوں، باروں، سینماؤں، ویڈیو سنٹروں اور جو بھی چیز مغربی اثر و نفوذ کو ظاہر کرتی تھی، کو آگ لگا دی گئی یا بم سے اڑا دیا گیا۔ اسلامی قانون کے نفاذ کے لئے مظاہرے کئے گئے۔ ان گروپوں کی باقیات اب ڈاکٹر ایمن الظواہری کی قیادت میں القاعدہ میں شامل ہو چکی ہیں۔

اخوان المسلمون نے اپنی حکمت عملی مکمل طور پر تبدیل کر دی۔ اب انہوں نے تشدد کا سہارا لینے کی بجائے معاشرے میں اصلاح کے عمل کا آغاز کیا۔ اس دوران انہوں نے محدود تعداد میں پارلیمنٹ کے الیکشن میں حصہ بھی لیا اور خاطر خواہ کامیابی حاصل کی۔ اس کامیابی کو مغربی مفکر جان ایل ایسپوزیٹو اس طرح بیان کرتے ہیں:

> 1990 کا عشرہ مصر میں ایک نئی تبدیلی لے کر آیا۔ اسلام جو پہلے غریبوں یا لوئر مڈل کلاس تک ہی محدود تھا، اب مڈل اور اپر کلاس میں بھی مقبولیت حاصل کرنے لگا۔ تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ، کسان اور پروفیشنلز، بوڑھے اور جوان اور مرد و عورت سب قرآن کے مطالعے کے گروپس میں آنے لگے۔ اب اسلامی شناخت کا اظہار محض مذہبی رسوم و رواج ہی سے نہیں بلکہ سماجی سرگرمیوں میں بھی ہونے لگا۔ اس کی مثال منشیات کے علاج کے سنٹر، میڈیکل کیمپ، قانونی مدد فراہم کرنے والی سوسائیٹیز اور ایسی تنظیموں ہیں جو سستے مکانات اور خوراک فراہم کرتی ہیں۔ علماء اور مساجد کا کردار بھی معاشرے کی تعمیر میں بڑھنے لگا۔
>
> مذہبی رہنما جیسے شیخ محمد مطاولی الشراوی اور شیخ عبد الحمید مقبول ترین میڈیا سٹار بن گئے۔ ان کی تقاریر باقاعدگی سے ٹی وی پر نشر کی جانے لگیں اور ان کی کتب مذہبی اداروں سے ہٹ کر عام دکانوں پر بھی بکنے لگیں۔ اب مذہبی تقاریر صرف مساجد تک ہی محدود نہ رہیں بلکہ یہ ٹیکسیوں، بسوں، گھروں، دکانوں اور بازاروں میں بھی آڈیو کیسٹوں کی شکل میں پھیل گئیں۔ رسالوں اور میگزینوں میں سیاست دانوں اور فلمی اداکاروں کے علاوہ اب علماء کو بھی کوریج دی جانے لگی۔ ان تمام چیزوں کے نتیجے میں انقلابیوں کی اہمیت معاشرے میں کم سے کم ہوتی جا رہی ہے۔ (John L. Esposito, The Islamic Threat: Myth or Reality)

مصری حکومت کی جانب سے اخوان کے خلاف کریک ڈاؤن کا سلسلہ کسی حد تک اب تک جاری ہے۔ یہ اب بھی مصر کا سب سے مضبوط اپوزیشن گروپ ہے۔ اخوان کی شاخیں تمام عرب ممالک کے علاوہ مغربی ممالک میں بھی موجود ہیں۔

اخوان کی ویب سائٹ سے حاصل کردہ معلومات کے مطابق ان کا تنظیمی ڈھانچہ متعدد درجوں پر مشتمل ہے۔ تنظیم کا سب سے نچلا یونٹ "اسرۃ" یعنی خاندان کہلاتا ہے۔ نئے آنے والے افراد کو اسرہ کا ممبر بنایا جاتا ہے۔ تنظیم کی آئیڈیالوجی کے مطابق ان کی تربیت کی جاتی ہے۔ یہ یونٹ "اسرۃ التکوین" کہلاتا ہے۔ اس تربیت کے نتیجے میں منتخب افراد کو "اسرۃ العمل" میں بھیج دیا جاتا ہے۔ یہ افراد دراصل اخوان کے سب سے زیادہ متحرک رکن ہوتے ہیں۔ انہی افراد کو ان کی مزید تربیت اور خدمات کے نتیجے میں درجہ بدرجہ سینئر لیول تک لے جایا جاتا ہے۔

تربیت پانے کے مختلف درجے ہیں۔ ابتدائی درجہ "ناصر" ہے جس کا معنی ہے مددگار۔ اس کے بعد منفذ (نفاذ کرنے والا)، عامل (عمل کرنے والا) اور مجاہد (جہاد کرنے والا) کے درجے آتے ہیں۔ سب سے سینئر درجہ نقیب کا ہے۔ اخوان کے ایکٹو ممبرز کا اصل ٹارگٹ تعلیمی ادارے ہوتے ہیں جہاں سے نئے افراد کو تنظیمی ماحول کا حصہ بنایا جاتا ہے۔

اخوان معاشرے میں تبدیلی کا ایک ہمہ جہتی وژن رکھتی ہے۔ ان کے مطابق معاشرے میں تعلیمی، معاشی، سیاسی اور معاشرتی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پہلوؤں سے اصلاح کا عمل جاری رہنا چاہیے۔ اخوان خواتین کے حقوق پر یقین رکھتے ہیں البتہ انہیں باپردہ رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ وہ اہل مغرب کے خلاف مسلح مزاحمت کی حمایت کرتے ہیں۔

اپنے ابتدائی پچاس سالوں میں اخوان جو کامیابی حاصل نہ کر سکی، اس نے آخری بیس سالوں میں اس سے کہیں بڑی کامیابی حاصل کر لی۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اخوان نے حکومت حاصل کرنے کو اپنا مقصد حیات بنا کر تشدد کا راستہ اپنانے کی بجائے مثبت انداز میں دعوتی کام پر اپنی توجہ مرکوز کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج مصری معاشرے میں تمام تر مغرب زدگی کے باوجود اسلام کی حقیقی تعلیم تیزی سے پھیل رہی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قاہرہ

مصر بھی پاکستان کی طرح ایک آرمی سٹیٹ ہے۔ شرم الشیخ سے لے کر قاہرہ تک ہر شہر میں جگہ جگہ یہاں کے صدر حسنی مبارک کی تصاویر نظر آئیں جو کہ ائر فورس کے چیف تھے۔ چونکہ ہم اردن میں سلطان کی لاتعداد تصاویر دیکھ کر آ رہے تھے اس لئے یہ تصاویر ہمیں کافی کم محسوس ہوئیں۔ مبارک یہاں 1981ء سے بر سر اقتدار ہیں۔ مصر کی سیاست اور معیشت فوج کے مضبوط قبضے میں ہے۔ صدارتی الیکشن میں ان کے علاوہ کسی اور امیدوار کو حصہ لینے کی اجازت نہیں ہوتی۔ پاکستان کی طرح ان کی پارلیمنٹ بھی فوج کے ماتحت رہ کر کام کرتی ہے۔ مصری فوج کا کردار بھی پاکستانی فوج کی طرح ہی ہے۔ اپنے ملک کے معاملے میں دونوں شیر ہیں البتہ دشمن کے مقابلے میں مصری فوج کے ساتھ بھی وہی معاملہ پیش آیا جو 1971 میں پاکستان آرمی کے ساتھ پیش آیا تھا۔

مصر میں روز مرہ استعمال کی عام اشیا کی قیمتوں سے اندازہ ہوا کہ یہاں اشیا کی قیمتیں تقریباً سعودی عرب جتنی ہی ہیں البتہ یہاں کے لوگوں کی آمدنی کا معیار پاکستان جیسا ہے۔ پیٹرول اگرچہ سستا ہے لیکن لوگوں کی قوت خرید کے مطابق مہنگا ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں بھی گاڑیاں LPG پر چلائی جاتی ہیں جو پیٹرول پمپوں پر عام دستیاب ہے۔ ناصر کے دور میں کی گئی نیشنلائزیشن نے معیشت کا بیڑا غرق کر کے رکھ دیا۔ یہاں بے روزگاری بھی عام ہے۔ افرادی قوت کا بڑا حصہ زراعت سے وابستہ ہے جو مصر کے صرف چھ فیصد رقبے پر ممکن ہے۔ یہاں زراعت صرف دریائے نیل کے اطراف میں یا پھر ڈیلٹا کے علاقے ہی میں ہو سکتی ہے۔

سویز سے نکلے تو ویسا ہی منظر تھا جیسا کہ ہمارے دیہاتی علاقوں میں ہوتا ہے۔ سرسبز لہلہاتے کھیت، ٹریکٹر ٹرالیاں، سرخ اینٹوں کے مکانات، اڑتی ہوئی دھول اور ان سب کے علاوہ دیہاتی چھپڑ جسے اردو میں جوہڑ کہتے ہیں۔ ایک گھنٹے میں ہم قاہرہ جا پہنچے۔ میں چونکہ گوگل ارتھ پر تفصیل کے ساتھ قاہرہ شہر کو دیکھ کر اس کا نقشہ سمجھ چکا تھا اس لئے کوئی مشکل نہ ہوئی۔ بجائے شہر میں داخل ہو کر ٹریفک میں پھنسنے کے ہم لوگ رنگ روڈ پر ہو لئے۔

قاہرہ افریقہ کا سب سے بڑا شہر ہے اور اسے دنیا کا سولہواں بڑا شہر سمجھا جاتا ہے۔ اس کی آبادی اس وقت ایک کروڑ ساٹھ لاکھ کے قریب تھی۔ یہ شہر سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا بسایا ہوا ہے۔ اس زمانے میں اس کا نام "فسطاط" تھا۔ بعد میں جب فاطمی حکمرانوں نے مصر فتح کیا تو اس کو از سر نو آباد کر کے اس کا نام قاہرہ رکھا۔ اب یہ ایک جدید شہر ہے۔ اپنے پہلے تاثر میں یہ ہمیں لاہور اور کراچی سے زیادہ متاثر کن نہ لگا۔ اگر قاہرہ سے دریائے نیل اور تاریخی مقامات کو نکال دیا جائے تو یہ ایک عام سا شہر ہے۔ گرد و غبار اور گاڑیوں کے دھویں کے باعث خلیجی ممالک کے شہروں کی نسبت یہ کافی گندا سا محسوس ہوا۔ اہل مصر کی آبادی کا پچیس فیصد اس شہر میں آباد ہے۔

رنگ روڈ سے باہر "القاہرۃ الجدید" کا علاقہ تھا۔ یہ پوش علاقہ تھا۔ دور سے ہی اعلی درجے کے رہائشی کمپاؤنڈ نظر آ رہے تھے جو کسی طرح بھی خلیجی ممالک کے کمپاؤنڈز سے کم نہ تھے۔ آگے جا کر معلوم ہوا کہ اس طرح کے پوش علاقوں کے علاوہ قاہرہ میں کچی آبادیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ سعودی عرب میں امیر اور غریب علاقوں میں فرق ضرور ہوتا ہے لیکن اتنا زیادہ نہیں۔ وہاں کے غریب لوگوں کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

علاقوں میں بھی کم از کم زندگی کی بنیادی سہولیات جیسے پکی سڑکیں، سیوریج، بجلی، پانی اور پیٹرول وغیرہ دستیاب ہوتی ہیں۔ مصر میں امیر اور غریب کا یہ فرق پاکستان کی طرح بہت زیادہ ہے۔

تھوڑی دیر میں ہم دریائے نیل کو پار کر کے اہرام تک جا پہنچے۔ قاہرہ دریائے نیل کے مشرقی کنارے پر واقع ہے جبکہ مغربی کنارے پر "جیزہ" کا شہر ہے جو کہ ایک الگ گورنریٹ کا حصہ ہے۔ عملی طور پر قاہرہ اور جیزہ اس طرح ایک ہی شہر ہیں جیسا کہ ہمارے ہاں لاہور اور شاہدرہ ہیں۔ قاہرہ کے اہرام دراصل جیزہ میں واقع ہیں۔

جیسے ہی ہم لوگ اہرام پہنچے، ایجنٹ ٹائپ کے لڑکوں نے ہم پر یلغار کر دی۔ یہ لڑکے ہم پر ویسے ہی ٹوٹ پڑے تھے جیسا کہ ایوبیہ اور نتھیا گلی کے علاقوں میں ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں کے لڑکے ان کی نسبت کافی مہذب ہوتے ہیں۔ یہ لڑکے سیاحوں کو غلط معلومات دے کر اپنی خدمات پیش کرتے ہیں۔ میں چونکہ ان سے نمٹنے کا طریقہ اچھی طرح جانتا تھا اس لئے ان سے جان چھڑانا مشکل ثابت نہ ہوا۔ اہرام کے محافظوں سے معلوم ہوا کہ اہرام دیکھنے کا وقت صبح ساڑھے سات سے شام چار بجے تک ہے۔ اس وقت ساڑھے چار بج رہے تھے اس لئے اہرام بند تھے۔ یہاں مغرب کا وقت آٹھ بجے تھا اس لئے یہ اوقات عجیب سے معلوم ہو رہے تھے۔

نیل کے کنارے پر ایک شام

اب ہم واپس رنگ روڈ پر آئے اور سوئے نیل روانہ ہوئے۔ دریائے نیل کی کورنیش کے ایگزٹ سے نکل کر ہم لوگ نیل کی کورنیش پر آ گئے۔ یہ سڑک نیل کے دونوں کناروں کے ساتھ ساتھ بنائی گئی ہے۔ کورنیش سے عام طور پر دریائے نیل نظر نہیں آتا کیونکہ کورنیش اور نیل کے درمیان چپے چپے پر ریسٹورنٹ بنا دیے گئے ہیں۔ ہمیں پہلا ریسٹورنٹ میرینا کلب کا نظر آیا چنانچہ ہم اسی میں داخل ہو گئے۔ یہ ایک صاف ستھرا اور کافی بڑا ریسٹورنٹ تھا۔

ہوٹل میں کلاسیکی مصری موسیقی چل رہی تھی۔ یہ اسی قسم کی موسیقی تھی جیسی میں نے کراچی سے گوادر جاتے ہوئے سنی تھی۔ اگر مکرانی موسیقی میں پشتو میوزک کو ملا دیا جائے تو مصری موسیقی برآمد ہو گی۔ مجھے موسیقی سے بالعموم اور کلاسیکل موسیقی سے بالخصوص سخت چڑ تھی اس لئے ہم لوگ ریسٹورنٹ سے باہر نکل کر نیل کے کنارے بچھی کرسیوں پر جا بیٹھے۔

کسی بھی قوم کی موسیقی اس کے مزاج کی عکاس ہوتی ہے۔ پنجاب میں سکھوں ہی کو دیکھ لیجیے، شادی بیاہ سے لے کر جنازے تک ڈھول کو ان کے ہاں انتہائی اہمیت حاصل ہے۔ ہماری موسیقی کی بنیاد اردو شاعری پر ہے جو الفاظ کے طوطا مینا اور تخیل کی پرواز کے لئے مشہور ہے۔ یہ شاعری انسان کو اس کی حقیقی زندگی سے کاٹ کر خیالی دنیا میں لے جاتی ہے جہاں وہ جس تخیل کی جس وادی میں چاہے بھٹکتا پھرتا ہے۔ جب تخیل سے نکل کر انسان حقیقی زندگی میں آتا ہے تو حقائق کی تلخی اسے کچھ زیادہ ہی تلخ محسوس ہوتی ہے۔ مجھے ذاتی طور پر تخیل سے لطف اندوز ہونے کی بجائے زندگی کے حقائق کا سامنا کرنا اچھا لگتا ہے خواہ وہ کتنے ہی تلخ کیوں نہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ مجھے موسیقی کے شور کی بجائے سکون اور پن ڈراپ خاموشی پسند ہے۔ بہرحال ہر کسی کو اپنے مزاج کے مطابق کسی چیز کو پسند اور ناپسند کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دریائے نیل کا کنارہ

نیل پر آ کر بیٹھے تو ہم فطرت کے نہایت ہی قریب تھے۔ ڈھلتا ہوا سورج، سنہری دھوپ، نیل کا پر سکون نیلا پانی، دریا کے درمیان سرسبز جزیرے، پرندوں کی چہچہاہٹ اور پانی کی سرسراہٹ ایسا سماں باندھ رہی تھی کہ جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ فضا میں ایک خاص قسم کی رومانویت موجود تھی۔

رومانویت کے بارے میں بھی اہل برصغیر عجیب قسم کے افراط و تفریط میں مبتلا ہیں۔ ایک طرف تو ان کے ہاں مرد و زن پر عجیب و غریب پابندیاں عائد کی جاتی ہیں اور دوسری طرف ان کی تمام رومانوی داستانوں کا اختتام شادی پر ہو جاتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ جہاں سے رومانس کو اصولاً شروع ہونا چاہیے، وہاں آ کر وہ ختم ہو جاتا ہے۔ شادی کے بعد بیوی کو صرف شوہر سے نہیں بلکہ اس کے پورے خاندان سے نمٹنا پڑتا ہے جو عموماً شوہر اور بیوی کے تعلقات میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کو اپنا حق سمجھتے ہیں۔

ہمارے معاشرے شوہر اور بیوی کا رشتہ محبت، رومانس اور دوستی کا نہیں بلکہ آقا یا غلام یا پھر مخدوم اور خادم کا رشتہ ہے۔ اسی فلسفے کے باعث خواتین کے لئے ازدواجی زندگی میں عموماً کوئی کشش باقی نہیں رہتی جس کے باعث ان کی دلچسپی کا مرکز شوہر کی بجائے بچے اور گھر کے کام بن جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ شوہر کی دلچسپیاں گھر سے باہر کی سرگرمیوں سے وابستہ ہو جاتی ہیں۔ اگر کوئی زن و شو کے تعلق کو صحیح معنوں میں انجوائے کر سکے تو انسان کا گھر جنت کا نمونہ بن جائے۔ اس کے لئے مشہور ماہر نفسیات ڈاکٹر ارشد جاوید صاحب کی کتب کا مطالعہ بہت مفید ہے۔ ان کی کتب اس لنک پر دستیاب ہیں:

http://www.noorclinic.com/Book1/book1_home.htm

اس مقام پر آ کر دریائے نیل اپنے سات ہزار کلومیٹر طویل سفر کے تقریباً اختتام پر تھا۔ مزید دو سو کلومیٹر کے بعد اسے بحیرہ روم میں جا گرنا تھا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ اتنا طویل فاصلہ طے کرنے کے بعد بھی دریائے نیل لبالب بھرا ہوا تھا۔ آسمان کا نیلا رنگ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دریائے نیل سے پوری طرح منعکس ہو رہا تھا۔ نیل کے بیچوں بیچ موجود سبز جزیرے اس نیلے رنگ کے ساتھ مل کر فطرت کا دلفریب منظر پیش کر رہے تھے۔ میرا اپنا تعلق بھی پانچ دریاؤں کی سرزمین سے ہے لیکن بغیر کسی تعصب کے میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اتنا خوبصورت دریا میں نے اس سے پہلے نہ دیکھا تھا۔

دریائے نیل

دریائے نیل کو دنیا کا سب سے بڑا دریا یا دوسرا بڑا دریا سمجھا جاتا ہے۔ عام طور پر دنیا کے زیادہ تر دریا شمال سے جنوب کی طرف بہتے ہیں۔ دریائے نیل، دنیا کے ان چند دریاؤں میں شامل ہیں جو جنوب سے شمال کی طرف بہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل مصر جنوبی مصر کو بالائی مصر (Upper Egypt) اور شمالی مصر کو زیریں مصر (Lower Egypt) کہتے ہیں۔ ہم چونکہ پاکستان سے آئے تھے اس لئے ان اصطلاحات ہضم کرنا کافی دشوار محسوس ہوا۔

دریائے نیل دراصل دو دریاؤں کا مجموعہ ہے۔ اس کی ایک شاخ بحر ازرق یا نیلا دریا کہلاتی ہے۔ یہ دریا ایتھوپیا میں واقع "ترانہ جھیل" سے شروع ہوتا ہے اور سوڈان کے دارالحکومت خرطوم کے قریب آکر دوسرے دریا بحر ابیض یا سفید نیل میں مل جاتا ہے۔ بحر ازرق، ترانہ جھیل کے قریب نہایت ہی خوبصورت آبشار کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

سفید نیل کا سفر بہت طویل ہے۔ اس کا آغاز بالعموم جھیل وکٹوریہ سے مانا جاتا ہے جو کہ کینیڈا کی جھیلوں کے بعد روئے زمین پر میٹھے پانی کا سب سے بڑا ذخیرہ ہے۔ یہ جھیل کینیا، یوگنڈا، تنزانیہ اور روانڈا کی سرحد پر واقع ہے۔ یہ پورا علاقہ بہت سے جھیلوں پر مشتمل ہے جو مختلف دریاؤں کے ذریعے ایک دوسرے سے منسلک ہیں۔ جھیل وکٹوریہ سے نکل کر دریائے نیل جھیل کیوگو سے ہوتا ہوا جھیل البرٹ میں داخل ہوتا ہے۔ یہاں سے یہ سوڈان میں داخل ہوتا ہے۔

سوڈان رقبے سے اعتبار سے افریقہ اور مسلم دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے۔ پورے سوڈان سے گزرتا ہوا دریائے نیل مصر میں داخل ہوتا ہے جہاں اس دریا پر سب سے بڑا ڈیم "اسوان ڈیم" بنایا گیا ہے۔ مصر کو سیراب کرتا ہوا یہ دریا قاہرہ کے قریب دو شاخوں میں تقسیم ہو جاتا ہے جو آگے جا کر مزید تقسیم ہو جاتی ہیں۔ یہ علاقہ ڈیلٹا کہلاتا ہے۔ یہ شاخیں بحیرہ روم میں جا گرتی ہیں۔

دریائے نیل دور قدیم سے افریقی تہذیبوں کا مرکز رہا ہے۔ سیدنا نوح علیہ الصلوۃ والسلام کے بیٹے حام کی اولاد افریقہ کے علاقوں میں جا کر آباد ہوئی۔ ان کے دوسرے بیٹوں میں سام کی نسلیں مشرق وسطی اور یافث کی نسلیں وسطی ایشیا میں جا کر آباد ہوئیں۔ حام کی اولاد نے دریائے نیل اور اس کے معاون دریاؤں کے کناروں پر آبادی اختیار کی۔ بہت سے افریقی ممالک کے نام بھی حام کی اولاد میں بڑے سرداروں کے نام پر پڑے۔ بائبل کے مطابق 'مصر' حام کے بیٹے اور نوح علیہ الصلوۃ والسلام کے پوتے کا نام ہے۔

دریائے نیل نے قدیم دور میں بہت سی افریقی تہذیبوں کو جنم دیا جن میں فراعین کی مصری تہذیب شامل ہے۔ اس دور کی سپر پاورز کا تعلق بھی زیادہ تر افریقہ ہی سے رہا ہے۔ صدیوں کے ارتقائی عمل میں افریقہ دوسری اقوام سے پیچھے رہ گیا جس کے باعث اس کی سپر پاور کی حیثیت ختم ہوئی اور بالآخر بنی اسرائیل کے دور میں دنیا کا اقتدار حام کی نسلوں سے سیدنا نوح علیہ الصلوۃ والسلام کے دوسرے بیٹے سام کی نسلوں کو منتقل ہوا۔ سام کی اولادیں بنی اسرائیل اور بنی اسماعیل کی حکومت دنیا پر تقریباً اڑھائی ہزار برس قائم رہی۔ اس کے بعد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دنیا کا اقتدار سیدنا نوح علیہ الصلوۃ والسلام کے تیسرے بیٹے یافث کی نسلوں کو منتقل ہوا۔

قاہرہ میں دریائے نیل کی مشرقی شاخ

دریائے نیل کی مغربی شاخ (پس منظر میں قاہرہ کی بلند و بالا عمارتیں)

وسطی ایشیا کے تاتاری اور ترک یافث ہی کی اولاد ہیں۔ جدید دور میں یورپ، روس، امریکہ، جاپان اور چین بڑی طاقتیں بنے۔ یہ لوگ بھی یافث ہی کی نسلوں میں سے ہیں۔ یافث کی نسلیں اس وقت شمالی و جنوبی امریکہ، آسٹریلیا، یورپ، روس، چین اور پورے مشرقی ایشیا پر چھائی ہوئی ہیں۔ یافث کی ان نسلوں کے بعض لوگوں میں سام کی نسلوں کے خلاف نفرت کا رویہ پایا جاتا ہے جسے اینٹی سامیت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(Anti-Semitism) کہا جاتا ہے۔

ماہرین ارضیات کے خیال میں افریقہ کا شمالی علاقہ دور قدیم میں بہت زرخیز تھا۔ موسمی تبدیلیوں کے باعث 8000 قبل مسیح میں یہ علاقہ صحرائے اعظم میں تبدیل ہو گیا جس کے باعث ان علاقوں کے رہنے والوں کو دریائے نیل کے اطراف میں ہجرت کرنا پڑی۔ اس وقت بھی مصر کی آبادی کا بڑا حصہ دریائے نیل کے اطراف میں آباد ہے۔ نیل کا ڈیلٹا دنیا کے زرخیز ترین علاقوں میں سے ہے۔ یہاں پانی کی کوئی کمی نہیں جس کے باعث بہترین قسم کی فصلیں یہاں ہوتی ہیں۔ جدہ میں ہم نے ڈیلٹا کا چاول کھانے کی کوشش کی تھی لیکن پنجاب کے چاول کے مقابلے میں زیادہ اچھا محسوس نہ ہوا۔ سعودی عرب میں پنجاب کا چاول، مصری چاول کے مقابلے میں پانچ گنا مہنگا ہے۔

غروب آفتاب تک ہم دریائے نیل کے کنارے، موسم اور مناظر سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ ہوٹل والوں نے دریا کے پانی میں ڈائرکٹ موٹر لگائی ہوئی تھی جس سے دریا کے پانی کو کھینچ کر چھڑکاؤ کیا جا رہا تھا۔ دریا کے کنارے پر ریلنگ لگی ہوئی تھی جس کے پار جانا قانونی طور پر ممنوع تھا۔ قریب ہی ایک کافی بڑا بحری جہاز کھڑا تھا۔ قاہرہ میں بڑے بڑے ہوٹل، کیسینو، نائٹ کلب اور دیگر عیاشی کے اڈے انہی بحری جہازوں میں قائم ہیں۔

ہم اب مصری کھانوں سے تنگ آ چکے تھے اس لئے فاسٹ فوڈ ہی کو ترجیح دی۔ ہمیں سرو کرنے والے صاحب مصر کے کسی دور دراز گاؤں سے آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھ سے کافی گپ شپ کی۔ یہ معلوم ہونے پر کہ میں پاکستانی ہوں، وہ بہت خوش ہوئے۔ ان صاحب کے علاوہ مصریوں میں پاکستانیوں سے خاص محبت اور گرم جوشی کا وہ جذبہ دیکھنے کو نہیں ملا جو کہ اردن میں نظر آیا تھا۔

ریسٹورنٹ کے ایک کمرے کو مسجد کی شکل دی گئی تھی۔ مصر میں بھی پاکستان کی طرح خواتین کے لئے علیحدہ ہال کا رواج نہ تھا۔ مغرب کی نماز میں یہاں موجود نمازیوں نے مجھے امامت کے لئے آگے کر دیا۔ کچھ دیر یہاں بیٹھنے کے بعد ہم روانہ ہوئے۔

قاہرہ کا آزادی چوک

اب ہماری منزل قاہرہ کا اندرون شہر تھی۔ میرے کولیگ احمد نادر نے مشورہ دیا تھا کہ قاہرہ میں "میدان التحریر" یعنی آزادی چوک کا رخ کروں کیونکہ زیادہ تر ہوٹل یہیں واقع ہیں۔ راستے میں ایک جگہ ہم نے پٹرول لیا۔ مصر میں تیل کے بزنس پر ایگزون موبل کا قبضہ ہے۔ دیگر تیل کی کمپنیاں جیسے شیل اور ٹوٹل موجود ہیں لیکن موبل یہاں مارکیٹ لیڈر ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ مصر میں اب تک آکٹین 80 دستیاب ہے۔ ان دنوں شاید ان کے ہاں آکٹین 92 نیا نیا لانچ ہوا تھا جس کی ہر جگہ بہت ایڈورٹائزنگ کی گئی تھی۔ ہم لوگ تو سعودی عرب میں آکٹین 95 استعمال کرنے کے عادی تھے اس لئے یہ سب عجیب سا لگ رہا تھا۔

گوگل ارتھ کے نقشوں کی مدد سے ہم سیدھے میدان التحریر جا پہنچے۔ یہ کراچی کے صدر جیسا علاقہ تھا۔ یہاں کی خاص بات یہ تھی کہ یورپ کے شہروں کی طرح مصریوں نے بھی قدیم عمارتوں کو محفوظ کر لیا تھا۔ یہاں موجود سب کی سب عمارتیں کافی پرانی تھیں۔ ان کے طرز تعمیر سے یہ لگ رہا تھا کہ یہ انیسویں صدی میں انگریزوں نے تعمیر کی ہوں گی۔ عمارتوں کی ساخت اور طرز تعمیر کراچی کی ایمپریس مارکیٹ جیسا تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قاہرہ کا اندرون شہر

قاہرہ کی ایک کچی آبادی

قاہرہ کی ٹریفک

قاہرہ میں کراچی یا راولپنڈی کی طرز کی کالی پیلی ٹیکسیاں چل رہی تھیں لیکن ان کے رنگوں کی ترتیب الٹ تھی یعنی پوری ٹیکسی زرد رنگ کی اور چھت سیاہ رنگ کی۔ شہر میں بہت اژدھام تھا اور لوگ بسوں سے اسی طرح لٹک کر سفر کر رہے تھے جیسا کہ ہمارے ہاں ہوتا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ یہاں بھی نفسا نفسی کا عالم تھا۔ پیدل لوگ چلتی گاڑیوں کے درمیان سڑک پار کر رہے تھے اور گاڑیوں والے انہیں راستہ دینے کو تیار نہ تھے۔ ہر طرف ہارن کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

میں سعودی عرب میں رہنے کے باعث وہاں کی ڈرائیونگ کی اخلاقیات کا عادی ہو چکا تھا۔ سعودی عرب میں یہ رواج ہے کہ گاڑی والے رفتار آہستہ کر کے یا گاڑی روک کر پیدل چلنے والوں کو پہلے راستہ دیتے ہیں۔ اگر دو گاڑیوں کا آمنا سامنا ہو جائے تو دوسری گاڑی کو نکلنے کا راستہ پہلے دیا جاتا ہے۔ ہارن بجانے کو بہت برا سمجھا جاتا ہے۔ ہفتے میں ایک آدھ بار ہی ہارن بجانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اپنی اسی عادت کے باعث میں نے رک کر پیدل چلنے والوں کو سڑک پار کرنے کا راستہ دیا۔ اس پر ان لوگوں نے خوشگوار حیرت سے مجھے دیکھا۔ میری یہ حرکت پیچھے آنے والوں کو پسند نہ آئی جس کا اظہار انہوں نے ہارن بجا کر کیا۔

فٹ پاتھوں پر کھڑے ٹورسٹ گروپوں کے ایجنٹ لوگوں کو گھیرنے کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ ہم پر بھی انہوں نے طبع آزمائی کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ ہم لوگوں کا مزاج کچھ ایسا بن گیا ہے کہ ہم بڑے گروپوں میں سیر و تفریح کو پسند نہیں کرتے۔ جو آزادی انسان کو اپنے طور پر سفر کر کے میسر ہوتی ہے، گروپ کی صورت میں اس کا مکمل خاتمہ ہو جاتا ہے۔

قاہرہ کے فائیو اسٹار ہوٹل کافی مہنگے تھے کیونکہ یہ سیزن کا عروج تھا۔ ہم نے ایک آدھ فور اسٹار کہلانے والا ہوٹل بھی دیکھا لیکن یہ ٹھہرنے کے قابل معلوم نہ ہوا۔ خوش قسمتی سے ہمیں "کینیڈین ہاسٹل" کی عمارت نظر آ گئی۔ یہ نہایت ہی صاف ستھرا ہاسٹل تھا اور ریٹ بھی بہت مناسب تھے۔ اسٹاف کا رویہ بھی بہت اچھا تھا۔ یہاں کراچی کے صدر کی طرح پارکنگ کا مسئلہ تھا لیکن ہوٹل کے کاؤنٹر پر موجود صاحب نے میرے ساتھ اپنے ایک کولیگ کو بھیج دیا جنہوں نے ایک چار جڈ پارکنگ میں گاڑی کھڑی کروادی۔

رات کے کھانے کے طور پر میں پہلے ہی 'چونسا' سے ملتے جلتے مصری آم خرید چکا تھا۔ کھانے پر معلوم ہوا کہ ہمارا چونسا اس کی نسبت بہت لذیذ ہے۔ اگلے دن ہم نے 'لنگڑا' سے ملتے جلتے آم بھی خریدے جس کا ذائقہ واقعی اپنے لنگڑے آم سے ملتا جلتا تھا مگر گٹھلی کے ساتھ ریشہ بہت تھا۔ صبح ہم جلد ہی بیدار ہو گئے۔ ناشتہ کمرے کے کرائے میں شامل تھا۔ یہاں لانڈری کی سہولت بھی ارزاں نرخوں پر دستیاب تھی۔ ہاسٹل کی ایک دیوار پر ایک خوبصورت پینٹنگ آویزاں تھی جس میں قدیم دور کی ایک دکان کو دکھایا گیا تھا۔

ڈائننگ ہال میں ایک جاپانی گروپ موجود تھا۔ یہ لوگ بڑے عجیب ہوتے ہیں، گھنٹوں ایک دوسرے کے سامنے صم بکم بنے بیٹھے رہتے ہیں۔ یہ بھی شاید ہمارے صوفیا کی طرح کم کھانے، کم سونے اور کم بولنے کے قائل ہیں۔ میں بھی کسی حد تک اس نقطہ نظر کا قائل ہوں لیکن یہ بات بھی ہے کہ بری گفتگو سے خاموش رہنا اور خاموش رہنے سے اچھی گفتگو کرنا افضل ہے۔ اسی طرح کم کھانے اور کم سونے میں بھی اعتدال ہونا چاہیے اور انسان کو اپنی جسمانی ضروریات کو پورا کرنا چاہیے۔ ناشتے کی میز پر اٹلی کے دو صاحبان سے ملاقات ہوئی۔ یہ باپ بیٹا تھے اور اٹلی سے مصر دیکھنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔

ہاسٹل میں انٹرنیٹ کی سہولت بھی دستیاب تھی۔ کافی دن سے میں نے نہ تو ای میل چیک کی تھی اور نہ ہی پاکستانی اخبار نہیں دیکھے تھے۔ انٹرنیٹ پر یہ دونوں کام کرنے کے بعد ہم قاہرہ کی سیاحت کے لئے تیار ہو گئے۔ ہماری پہلی منزل قاہرہ کا عجائب گھر تھی جو کہ میدان التحریر پر ہی واقع تھا۔ یہ عجائب گھر اتنا بڑا ہے کہ اگر اس میں موجود ہر چیز کو دیکھنے پر ایک منٹ بھی لگایا جائے تب بھی اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پورے عجائب گھر کو دیکھنے کے لئے آٹھ مہینے درکار ہوں گے۔

قدیم دور کی دکان کی تصویر کشی

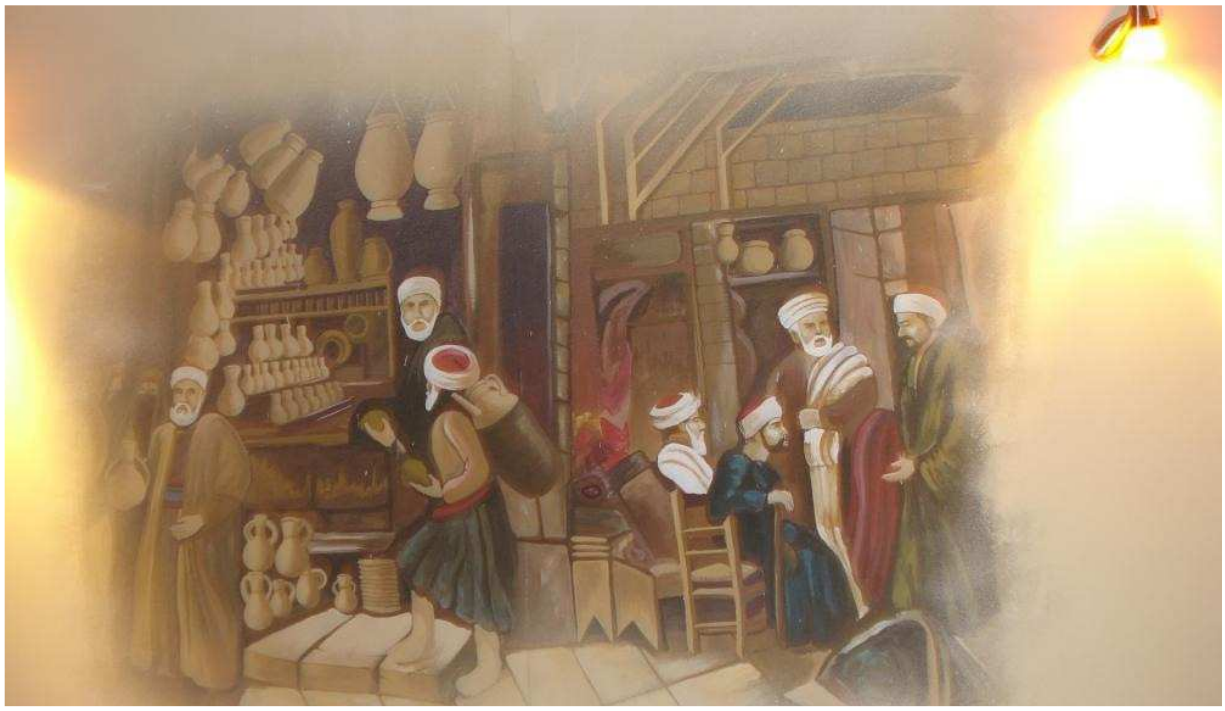

تاریخ کے مطالعے کا مقصد

بہتر ہو گا کہ ہم اس عجائب گھر کی سیر سے پہلے مصر کی قدیم تاریخ پر کچھ نظر ڈال لیں۔ مجھے اندازہ ہے کہ آپ اب مسلسل تاریخ پڑھ کر بور ہو رہے ہوں گے لیکن تاریخی مقامات کے سفر نامے پڑھنے میں ایسا تو ہوتا ہی ہے۔ میری کوشش یہ رہی ہے کہ اس سفر نامے میں تاریخی واقعات کو گنجلک انداز میں پیش کرنے کی بجائے سادہ اور سبق آموز انداز میں پیش کیا جائے۔ اس کوشش میں میں کتنا کامیاب ہوا ہوں اس کا فیصلہ آپ ہی کر سکتے ہیں۔

تاریخ کا مطالعہ کرنے کے لئے عموماً دو نقطہ ہائے نظر رائج ہیں۔ ایک نقطہ نظر تو یہ ہے کہ انسان "تاریخ برائے تاریخ" کے طریقے پر قدیم اقوام کی ہسٹری کا مطالعہ کرے اور ان کے حالات جاننے کی کوشش کرے۔ دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ "تاریخ برائے سبق" کے طریقے پر انسان تاریخی واقعات کا تجزیہ کرے اور ان سے اپنے لئے سبق حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ مجھے یہ دوسرا طریقہ پسند ہے۔ اگر سبق حاصل نہ کرنا ہو تو میرے نزدیک تاریخ کا مطالعہ سوائے وقت کے ضیاع کے اور کچھ نہیں ہے۔

تاریخ کے مطالعے کا ایک اور نقطہ نظر بھی ہے جو ہم مسلمانوں میں بہت مقبول ہے اور وہ ہے "تاریخ برائے فخر"۔ اس طریقے سے انسان کو سوائے اپنے تابناک ماضی پر فخر کر کے اپنی انا کی تسکین کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ زوال پذیر قومیں اپنے زوال کے اسباب کا تجزیہ کر کے ان کو دور کرنے کی بجائے 'پدرم سلطان بود' کے تخیلاتی ماحول میں پھنسی رہتی ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان کے ماضی کے مقابلے میں ان کا حال اور مستقبل مزید خراب ہوتا چلا جاتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مصر کی قدیم تاریخ

مصر کی قدیم تاریخ سات ہزار سال سے بھی زیادہ قدیم ہے۔ دنیا کی تواریخ میں یہ سب سے طویل تاریخ ہے۔ بائبل کے مطابق مصر کو سیدنا نوح علیہ الصلوۃ والسلام کے پوتے مصرنے آباد کیا۔ مصر کی اولاد موجودہ مصر اور فلسطین کے علاقوں میں جا آباد ہوئی اور بائبل کی تصنیف کے زمانے تک یہ لوگ ان علاقوں پر حکومت کرتے رہے۔ سوائے اولاد ابراہیم کے اور کوئی قوم سیدنا نوح علیہ الصلوۃ والسلام تک اپنے مکمل شجرہ نسب سے آگاہ نہیں ہے۔

آج سے بارہ ہزار برس قبل مصر کے لوگوں نے غلے کو پیسنے کا طریقہ ایجاد کیا۔ اس زرعی ثقافت کے بعد پتھر کے دور میں پتھر کے بنے اوزار کے ذریعے شکار کے پیشے کا آغاز ہوا۔ دس ہزار برس قبل اس علاقے میں شمالی افریقی قبائل آباد ہوئے کیونکہ اس دور میں شمالی افریقہ کا پورا علاقہ صحرائے صحارا میں تبدیل ہوا تھا۔ اب سے آٹھ ہزار سال قبل ان کے ہاں گلہ بانی اور عمارتوں کی تعمیر کا سراغ ملتا ہے۔

3100 قبل مسیح میں ان کے ہاں خاندانی بادشاہت کا آغاز ہوا۔ یہ بادشاہت موجودہ اسوان سے لے کر ڈیلٹا تک کے پورے زرعی علاقے پر محیط تھی۔ یہ سلطنت مختلف خاندانوں کے پاس رہی جن کی تعداد اکتیس ہے۔ یہ سلسلہ 330 قبل مسیح تک چلتا رہا جب اسکندر اعظم نے مصر فتح کر کے خاندانی بادشاہتوں کے اس سلسلے کو ختم کر دیا۔

تیسرے خاندان سے لے کر چھٹے خاندان تک کا زمانہ "قدیم سلطنت(Old Kingdom)" کہلاتا ہے۔ اس دور میں لاشوں کو محفوظ کر کے ممیاں بنانے کی صنعت کا آغاز ہوا۔ بڑی بڑی عمارتیں جن میں اہرام مصر بھی شامل ہیں، بنائی گئیں۔ اس دور کا دارالحکومت میمفس تھا جو موجودہ جیزہ کے علاقے میں واقع تھا۔ اہرام دراصل اس دور کے شاہی قبرستان میں بنائے گئے۔ 2575 قبل مسیح میں موجودہ بڑا اہرام، فرعون خوفو کے دور میں تعمیر کیا گیا۔ چھٹے خاندان کے دور میں فرعون پیپی کے دور میں مصر کو عروج حاصل ہوا جو کہ اس کی موت کے ساتھ ہی ختم ہو گیا۔

اگلے پانچ سو سال کا عرصہ طوائف الملوکی کا دور رہا اور پانچ مختلف خاندانوں نے مصر پر حکومت کی۔ اس دور میں پورے مصر میں خانہ جنگی جاری رہی۔ 2055 قبل مسیح میں منتوحوتب دوئم نے اس انتشار کا خاتمہ کر کے ایک مضبوط حکومت کی بنیاد رکھی جو کہ درمیانی سلطنت(Middle Kingdom)" کہلاتی ہے۔ یہ سلطنت آمن امہات سوئم نامی فرعون کے زمانے میں اپنے عروج کو پہنچی۔

ہکسوس بادشاہ

انیسویں صدی قبل مسیح میں مصر پر سامی النسل ہکسوس بادشاہوں نے حملہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ جب سیدنا یوسف علیہ الصلوۃ والسلام یہاں آئے تو انہی کی حکومت تھی۔ ان کے دور میں بنی اسرائیل کو یہاں آباد ہونے کا موقع ملا۔ اس کے کچھ عرصے بعد ان غیر ملکی بادشاہوں کے خلاف ایک زبردست قوم پرستی کی تحریک اٹھی اور ہکسوس بادشاہت کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ لوگ پندرھویں اور سولہویں خاندان پر مشتمل تھے۔ اسی دور میں بنی اسرائیل کو غلام بنایا گیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سترہویں خاندان کے دور میں دارالحکومت کو میمفس سے تھیبس منتقل کیا گیا۔ تھیبس عین اس مقام پر واقع تھا جہاں آج کا "لقصر" یا "الاقصر" شہر موجود ہے۔ توتن خامون کے دور میں مصر کو بڑا عروج حاصل ہوا۔ اس کے کچھ عرصے بعد مصر میں اخناتون نامی فرعون کی حکومت آئی جس نے بے شمار دیوتاؤں کی بجائے ایک خدا کی عبادت کو فروغ دیا۔ اخناتون کی وفات کے بعد مصری پھر بہت سے دیوتاؤں کی عبادت کرنے لگے۔

اخناتون کے بعد مصر میں رعمسیس دوئم کی حکومت آئی۔ اسی زمانے میں سیدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت ہوئی اور آپ نے بنی اسرائیل کو ان سے آزاد کروایا۔ رعمسیس کا بیٹا فرعون منفتاح سمندر میں غرق ہوا جس کی لاش بعد میں ملی اور اس کی ممی بنائی گئی۔

بعد کا دور جدید سلطنت(New Kingdom) کا دور ہے۔ اس میں مختلف خاندان اقتدار میں آئے۔ مصر چونکہ ایک زرخیز ملک تھا اس لئے اس پر ایران اور یونان کی سلطنتوں کے حملے ہوتے رہے۔ بالآخر اکتسویں خاندان کے دور میں، جو کہ ایران کے ہخامنشی خاندان کا دور تھا، اسکندر اعظم نے مصر کو فتح کر کے خاندانی بادشاہت کے دور کا خاتمہ کر دیا۔ اسکندر نے اپنے نام سے اسکندریہ کا شہر بسایا اور اسے مصر کا دارالحکومت قرار دیا۔

323 قبل مسیح میں بابل میں اسکندر کی موت کے بعد اس کے جرنیلوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ مصر کا علاقہ پٹولمی اول کے حصے میں آیا جس نے فرعون کا لقب اختیار کر کے مصر پر اپنی حکومت قائم کی اور اگلے تین سو سال یہاں حکومت کرتے رہے۔ اس خاندان کی آخری ملکہ قلوپطرہ تھی جس نے روم کے بادشاہ سیزر سے شادی کر لی تھی۔ 30ء میں قلوپطرہ کی موت کے بعد مصر رومی سلطنت کا حصہ بن گیا۔

رومی دور

اگلے چھ سو برس یہاں رومی سلطنت قائم رہی۔ تیسری صدی میں رومی بادشاہ قسطنطین کے عیسائیت قبول کرنے کے بعد یہ علاقہ عیسائی مبلغین کا گڑھ بن گیا اور یہاں کے مقامی باشندوں کی اکثریت نے بت پرستی چھوڑ کر عیسائیت کو بطور مذہب اپنا لیا۔ پورے مصر میں بے شمار خانقاہیں اور گرجے تعمیر کئے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں روم و ایران کی بڑی جنگ ہوئی جس کے دوران ایران کے بادشاہ خسرو نے مصر بھی فتح کر لیا۔ اس کے کچھ ہی عرصے بعد ہرقل نے مصر کو دوبارہ فتح کر کے بازنطینی سلطنت کا حصہ بنا دیا۔

مسلمانوں کا دور

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصر کے گورنر مقوقس کو خط لکھ کر اسلام لانے کی دعوت دی تھی جسے اس نے سنجیدگی سے سنا تھا لیکن اسلام قبول نہ کیا تھا۔ 639ء میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں چار ہزار کا ایک لشکر مصر بھیجا۔ آپ نے اپنی اعلیٰ درجے کی حربی مہارت کے باعث صرف ڈیڑھ سال کے عرصے میں ہی سینا سے لے کر مصر کا دارالحکومت اسکندریہ فتح کر لیا۔ اس فتح میں مصر کے عیسائیوں نے مسلمانوں کا ساتھ دیا کیونکہ وہ رومی حکومت اور دوسرے فرقوں کے عیسائیوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے مظالم سے سخت تنگ تھے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں سیدنا عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ یہاں کے گورنر مقرر ہوئے جو اعلیٰ پائے کے منتظم اور جرنیل تھے۔ آپ نے موجودہ لیبیا، تیونس، الجزائر اور مراکش کے علاقوں کو فتح کر لیا۔ اس کے کچھ ہی عرصے بعد مسلمانوں نے بحیرہ روم پار کر کے سپین بھی فتح کر لیا۔ خلافت راشدہ کے بعد مصر بنو امیہ اور بنو عباس کی بادشاہتوں کے دور میں ایک صوبہ رہا۔

عباسی بادشاہوں کی کمزوری کے باعث مصر میں طولونی اور پھر اخشیدی بادشاہوں کی حکومت قائم رہی۔ یہ لوگ عباسی بادشاہ کو خلیفہ مان کر اس کا نام خطبوں میں لیتے لیکن کاروبار سلطنت اپنی مرضی سے چلاتے گویا اس حکومت میں عباسی خلیفہ کو برائے نام اقتدار حاصل تھا۔ بالآخر 971ء میں یہاں تیونس کے فاطمی بادشاہوں کی حکومت آئی جو اسماعیلی فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔ فاطمیوں نے قاہرہ کی بنیاد رکھی اور اسے اپنا دارالحکومت بنایا۔ انہوں نے ایک سو سال حکومت کی جس کے بعد ملک طوائف الملوکی کا شکار ہو گیا۔ مزید سو سال کی طوائف الملوکی کے بعد صلاح الدین ایوبی نے 1183ء میں مصر کو اپنی سلطنت میں شامل کر کے اسے اپنا مرکز بنایا۔

ایوبی کے جانشین ان کی طرح باصلاحیت نہ تھے۔ ان کے ساتھ بھی وہی معاملہ ہوا جو اورنگ زیب عالمگیر کے جانشینوں کے ساتھ ہوا تھا۔ بھائیوں میں اقتدار کے لئے جنگ چھڑ گئی۔ حکومت ان کے غلاموں کے قبضے میں چلی گئی جو مملوک سلطان کہلائے۔ مملوکوں کی حکومت 1517ء تک رہی جب عثمانی بادشاہ سالم اول نے مصر فتح کر کے اسے سلطنت عثمانیہ کا حصہ بنا دیا۔

مصر کی جدید تاریخ

عثمانی بادشاہوں کی حکومت میں مصر پر حکومت ان کے لئے ایک مشکل کام رہی۔ 1798ء میں نپولین کی قیادت میں یہاں فرانس نے قبضہ کر لیا جسے 1805ء میں محمد علی پاشا نے ختم کر کے اپنی حکومت کی بنیاد رکھی۔ محمد علی کی حیثیت عثمانیوں کے گورنر کی سی تھی۔ اس کے بعد مصر کی سعودی عرب کی قدیم سلطنتوں کے ساتھ جنگیں بھی ہوئیں۔ محمد علی کو مزید جنگوں کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ ان کے جانشینوں نے انگریزوں سے تعلقات بڑھائے اور 1869ء میں نہر سویز کھودی گئی۔ انیسویں صدی کے اواخر تک مصر پر انگریزوں کا قبضہ مستحکم ہو چکا تھا۔ ان کے قبضے کے دوران مصر پر کٹھ پتلی بادشاہوں کی حکومت رہی۔

1922ء میں مصر آزاد ہوا۔ اس کے بعد ان کے ہاں مغرب پرست بادشاہوں کی حکومت رہی جو اپنی عیاشی کے لئے مشہور تھے۔ 1952ء میں ایک فوجی بغاوت کے نتیجے میں جمال عبدالناصر نے شاہ فاروق کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اس وقت سے مصر میں فوجی حکومت کا آغاز ہوا جو اب تک جاری ہے۔

قاہرہ کا عجائب گھر

ہاسٹل سے نکل کر ہم لوگ پیدل ہی چل کر مصر کے قومی عجائب گھر جا پہنچے۔ عجائب گھر میں داخلے کا ٹکٹ پچاس مصری پاؤنڈ (تقریباً پانچ سو روپے) کا تھا۔ عجائب گھر کے باہر مختلف فرعونی ادوار کے مجسمے نصب تھے۔ اندر کیمرہ لے جانے کی اجازت نہ تھی جس کے باعث ہم تصاویر لینے سے محروم رہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ پابندی اس لئے لگائی گئی تھی تاکہ لوگ خود تصویر کھینچنے کی بجائے وہاں موجود

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دکانوں سے سی ڈیز وغیرہ خریدیں۔

پورٹیبل قبریں اور ماسک

اندر جا کر ہماری نظر فرعون توتن خامون عرف توت کے ماسک پر پڑی۔ یہ ماسک دراصل دھات یا پتھر سے بنے ہوئے تابوت ہوتے تھے۔ ان پر فرعون کا چہرہ بنایا جاتا اور حنوط شدہ ممی کو اس کے اندر رکھ کر پتھر کی بنی ہوئی قبر میں رکھا جاتا۔ اس قبر کو تابوت اور لاش سمیت اہرام میں رکھ دیا جاتا۔

فرعون توت غالباً اٹھارہویں خاندان کا مشہور فرعون ہے۔ اس سے میرا کبھی کوئی تعلق نہیں رہا لیکن اس نے اپنے مرنے کے چار ہزار سال بعد میرے لئے ایک خالصتاً ذاتی مسئلہ کھڑا کر دیا تھا۔ مسئلہ یہ تھا کہ اس فرعون کا نام سنتے ہی میرے ذہن میں لاہور کی نہر پر کیمپس پل کے پاس ریڑھوں پر بکنے والے شہتوت آ جاتے ہیں اور انہیں کھانے کی شدید خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اس کو الٹی کے شہتوت مجھے کبھی سوائے طائف کے اور کہیں نصیب نہیں ہوئے۔ قاہرہ میں کہیں شہتوت کا نام و نشان بھی نہ تھا اس لئے سوائے فرعون توت کے نام کو کوسنے کے میں کچھ نہ کر سکتا تھا۔

فراعین کی پورٹیبل قبروں کے پاس سے گزرتے ہوئے ہم اوپر کی منزل کی طرف روانہ ہوئے۔ اس قسم کی پورٹیبل قبریں بلوچوں کے ہاں بھی بنائی جاتی تھیں اور کراچی سے باہر نکلتے ہوئے نیشنل ہائی وے پر اسی قسم کا قبرستان بھی آتا ہے۔ اوپر جا کر معلوم ہوا کہ ممی سیکشن میں جانے کے لئے علیحدہ ٹکٹ لینا پڑے گا جو سوپاؤنڈ میں دستیاب تھا۔ ہم یہاں ممیاں دیکھنے تو آئے تھے چنانچہ ٹکٹ لینا پڑا۔ ہمارے ہاں کے شیخ، بنیے اور میمن تو بلاوجہ ہی مشہور ہیں، پیسہ کمانا تو کوئی مصریوں سے سیکھے۔

ممی سیکشن

ہم لوگ ممی سیکشن میں داخل ہوئے۔ اس سیکشن میں کم از کم تیس چالیس فرعونوں کی ممیاں تو ہوں گی۔ ممی کیا تھی، ہڈیوں کے سالم ڈھانچے ہی تھے۔ ان کے چہروں سے گوشت وغیرہ کب کا سوکھ چکا تھا البتہ ڈھانچہ پورے کا پورا صحیح سلامت موجود تھا جس پر کھال منڈھی ہوئی تھی۔ یہاں سیدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے کے فراعین رعمسیس اور منفتاح کی ممیاں بھی موجود تھیں۔ منفتاح کی ممی کی جب پٹیاں کھولی گئیں تو اس پر نمک کی تہہ بھی برآمد ہوئی۔ قرآن مجید کی یہ آیات میرے ذہن میں گردش کرنے لگیں:

وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْياً وَعَدْواً حَتَّى إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنْتُ أَنَّهُ لا إِلَهَ إِلاَّ الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنْ الْمُسْلِمِينَ. أَآلآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنْ الْمُفْسِدِينَ. فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً وَإِنَّ كَثِيراً مِنْ النَّاسِ عَنْ آيَاتِنَا لَغَافِلُونَ- اور ہم بنی اسرائیل کو سمندر میں سے گزار کر لے گئے۔ فرعون اور اس کے لشکر ظلم و زیادتی کی غرض سے ان کے پیچھے چلے۔ یہاں تک کہ فرعون جب ڈوبنے لگا تو بول اٹھا، "میں نے مان لیا کہ خداوند حقیقی اس کے سوا کوئی نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں اطاعت کرنے والوں میں سے ہوں۔" (جواب دیا گیا)، "تم اب ایمان لاتے ہو، حالانکہ اس سے پہلے تک تم نافرمانی کرتے رہے اور تم فساد برپا کرنے والوں میں سے تھے۔ اب ہم صرف تمہاری لاش کو بچائیں گے تاکہ بعد کی نسلوں کے لئے تم نشان عبرت بنو۔" (یونس 10:90-92)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان ممیوں کو دیکھ کر انسان کو دنیا کی بے ثباتی کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہاں اس وقت جتنے بھی لوگ شیشے کے شوکیسوں میں بند بے حس و حرکت لیٹے ہوئے تھے، وہ سب کے سب اپنے زمانوں میں نہایت ہی باجبروت حکمران تھے۔ ان میں سے بہت سوں نے خود کو اپنے جیسے انسانوں کا خدا قرار دیا اور انہیں اپنے آگے جھکنے پر مجبور کر دیا۔ اس وقت ان فراعین کے جسم انہی عام انسانوں کے رحم و کرم پر تھے۔ ان کی روحیں اللہ تعالی کے حضور پہنچ چکی تھیں اور اپنے دنیا کے اعمال کا بدلہ وصول کر رہی ہوں گی۔ نیک فراعین اللہ تعالی سے اپنے نیک اعمال کی جزا پا رہے ہوں گے اور برے فراعین اپنے برے اعمال کی سزا بھگت رہے ہوں گے۔

بچگانہ تصاویر اور بھدے مجسمے

ممی سیکشن سے نکل کر ہم باہر آ گئے۔ اب ہمارے سامنے فراعین کے دور کی تصاویر تھیں۔ یہ اسی قسم کی تصاویر تھیں جیسی ہمارے بچے اسکول کی ابتدائی جماعتوں میں بناتے ہیں۔ یہ تمام تصاویر دو جہتی (Two dimensional) تھیں۔ اس دور میں شاید تصویر سازی ہی میں سہ جہتی (Three dimensional) تصویر بنانے کا رواج نہ ہو گا۔ اس کے لئے یہ لوگ مجسمہ سازی کرتے ہوں گے۔

تصاویر کے بعد ہم لوگ مجسموں کے سیکشن میں جا نکلے۔ اہل مصر نے شاید اپنے ارد گرد جو کچھ دیکھا، اس کے مجسمے بنا ڈالے۔ ہر طرح کے جانوروں کے مجسمے ہمارے ارد گرد تھے۔ بادشاہوں کے مجسمے بھی تھے۔ کچھ مجسمے ان کے مذہبی تصورات کے مطابق دیوتاؤں کے تھے۔ اہل مصر کی مجسمہ سازی میں ایک خاص بات یہ تھی کہ ان کے مجسمے کافی بھدے بھدے سے تھے۔ انہی کے ہم عصر موہن جو دڑو اور ٹیکسلا سے ملنے والے مجسمے ان کی نسبت نفاست کا شاہکار تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل ہندوستان کے ہاں مجسمہ سازی کا فن مصر کی نسبت زیادہ ترقی یافتہ تھا۔

قدیم مصر میں ملاحوں کی زندگی بشکریہ www.molon.de

فرعون توت کا ماسک بشکریہ www.molon.de

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پتھر کی ایک تابوت نما قبر

تصاویر بشکریہ www.molon.de

پتھر پر لکھائی بشکریہ www.molon.de

عام آدمی کے مجسمے

ان میں ایک سیکشن ہمیں نہایت ہی دلچسپ لگا کیونکہ وہ بادشاہوں کے برعکس وہاں کے عام آدمی کی زندگی کی عکاسی کرتا تھا۔ ان لوگوں نے اپنے ہاں موجود مختلف پیشوں کی مجسموں کے ذریعے عکاسی کی تھی۔ کہیں کسان ہل چلا رہا تھا، کہیں سپاہی ہتھیار تھامے کھڑا تھا، نانبائی تنور پر روٹیاں لگا رہا تھا، دودھ والا ہمارے لاہوریوں کی طرح بڑی سی کڑاہی میں دودھ لئے بیٹھا تھا، اور ملاح کشتی چلا رہا تھا۔ عجائب خانے میں دو کشتیاں بھی موجود تھیں۔ ان کے تختے وغیرہ کہیں ملے ہوں گے جسے ماہرین نے جوڑ کر اس دور کی کشتی کی شکل دی تھی۔ ایسی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کشتیاں میں نے اپنی کینجھر جھیل پر دیکھی تھیں۔

قدیم مصر کا رسم الخط (Script)

اس میوزیم میں اہل مصر کی لکھائی کے بہت سے نمونے دیے گئے تھے۔ ان کے ہاں زیادہ تر پتھر کی سلوں پر لکھا جاتا تھا۔ یہ تصویری رسم الخط تھا جس میں چھوٹی چھوٹی تصاویر کے ذریعے بات کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس طرز تحریر کو "گلپٹک آرٹ (Glyptic Art)" کا نام دیا گیا ہے۔ قدیم مصری رسم الخط کو "ہائیروگلائف (Hieroglyphs)" کہا جاتا ہے۔ اس میں کہیں ایک تصویر سے مراد ایک حرف ہوتا ہے اور کہیں ایک تصویر ایک لفظ کی نمائندہ ہوتی ہے۔ یہی رسم الخط بعد میں ترقی یافتہ ہو کر موجودہ رسم الخط کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ قدیم دور میں حرف 'ن' سے مراد مچھلی ہوتی تھی اور 'ن' کو ترچھا کر کے دیکھا جائے تو یہ دراصل مچھلی کے سر کی تصویر تھی۔ اسی طرح 'ط' سے سانپ کو مراد لیا جاتا تھا۔ کنڈلی مارے سانپ کی شکل کسی حد تک 'ط' سے ملتی ہے۔

میرے ذہن میں فن تحریر کے ارتقاء کے بارے میں کئی اشکال دور ہوئے۔ مسلمانوں کے ہاں چونکہ مجسمہ سازی اور تصویر سازی پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی اس لئے ان کے ہاں آرٹسٹوں کی پوری توجہ فن خطاطی پر مرکوز ہو گئی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فن تحریر ان کے ہاں اس قدر ترقی کر گیا کہ آج جو جو کام ہم لوگ کمپیوٹر کی مدد سے کر سکتے ہیں، وہ لوگ ہاتھ کی مدد سے کیا کرتے تھے۔

قدیم دور میں لوگ پتھروں کی سلوں، چمڑے اور درختوں کی چھال پر لکھا کرتے تھے۔ جب کاغذ ایجاد ہوا تو اس فن میں بڑی ترقی ہوئی۔ کاغذ کے بڑے بڑے ٹکڑوں کو اوپر اور نیچے لکڑیوں سے باندھ لیا جاتا اور لکھنے کے بعد نقشوں کی طرح اسے رول کر کے رکھ دیا جاتا۔ اس رول کو طومار (Scroll) کہتے ہیں۔ قدیم دور کی جو لائبریریاں دریافت ہوئی ہیں ان میں یہی اسکرول بڑی تعداد میں ملے ہیں۔

میں اپنے تحریر کرنے کے طریق کار پر غور کرنے لگا۔ ہم لوگ کمپیوٹر پر لکھتے ہیں۔ ہم سے صرف ایک نسل پہلے کے مصنفین کاغذ پر لکھا کرتے تھے۔ تحریر کی اصلاح اور اس میں تبدیلیوں کے لئے انہیں کافی کاٹ پیٹ سے کام لینا پڑتا تھا۔ ان کی تحریروں کو کاتب اور اس کے بعد کمپوزر دوبارہ لکھا کرتے۔ مصنفین کو اپنا مدعا کاتبوں کو سمجھانے کے لئے بہت مغزماری کرنا پڑتی۔ حوالہ جات کی تلاش کے لئے انہیں کئی کئی دن لائبریریوں میں مغزماری کرنا پڑتی۔ اس کے بعد کہیں جا کر کتاب طباعت کے مراحل سے گزرتی۔ طباعت کے بعد اس کو پوری دنیا میں پھیلانے کے لئے بہت بڑے نیٹ ورک کی ضرورت ہوا کرتی تھی۔ اگر کوئی قاری اس کتاب کو تلاش کرنا چاہتا تو اسے بہت سی لائبریریوں کی کیٹلاگز کھنگالنا پڑتیں۔

اب یہ تمام مراحل آسان ہو چکے تھے۔ ہماری نسل کے مصنفین براہ راست کمپیوٹر پر لکھتے ہیں۔ تحریر کی اصلاح اور اس میں تبدیلی کرنا بہت آسان ہے۔ میں تو تحریر کی فارمیٹنگ بھی ساتھ ساتھ ہی کرتا جاتا ہوں کیونکہ اس سے اپنی فکر کو منظم کرنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ حوالہ جات تلاش کرنے کے لئے بہت سی کتب ای بکس کی شکل میں دستیاب ہیں جن میں سرچ کی سہولت بھی موجود ہوتی ہے۔ جیسے ہی تحریر مکمل ہوتی ہے، صرف چند بٹن دبانے سے یہ انٹرنیٹ کے ذریعے پوری دنیا کو میسر ہو جاتی ہے۔ تھوڑی سی محنت کے بعد یہ تحریر گوگل جیسے سرچ انجنز میں اچھی رینکنگ پر آ جاتی ہے۔ اگر کوئی اپنی تحریر کو کاغذی صورت میں بھی لانا چاہے تو یہ مراحل بھی نسبتاً

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آسان ہیں۔ ان سب سہولتوں پر ہمیں اللہ تعالی کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

میوزیم سے نکل کر ہم باہر آئے۔ ریسپشن سے اپنا کیمرہ واپس لیا۔ باہر موجود مجسموں اور تحریروں کی کچھ تصاویر بنائیں اور واپس چل پڑے۔ پارکنگ سے گاڑی لے کر ہم باہر نکلے۔

قاہرہ کی کچی آبادی

اہرام تک جانے کا ایک راستہ تو ہمارے علم میں تھا لیکن ہم قاہرہ شہر بھی دیکھنا چاہ رہے تھے، اس لئے دوسرے راستے سے روانہ ہوئے۔ راستے میں ہم ایک کچی آبادی میں داخل ہو گئے۔ یہ آبادی بڑی حد تک لاہور کی بستی سیدن شاہ سے مشابہ تھی۔ ویسا ہی گندا نالہ، اس کے کناروں پر بنے کچے پکے مکان اور تنگ و تاریک گلیاں۔ مکانات تو خیر جیسے بھی تھے، ان سب کی چھتوں پر لگے ہوئے ڈش انٹینا بہت نمایاں تھے۔

کچی آبادیاں دراصل بے گھر افراد کی اجتماعی کوششوں کے نتیجے میں وجود پذیر ہوتی ہیں۔ خالی پڑی ہوئی زمینوں پر لوگ آکر قابض ہو جاتے ہیں اور یہاں اپنے گھر بنانا شروع کر دیتے ہیں۔ چونکہ یہ علاقے کسی پلاننگ کے بغیر بنتے ہیں اس لئے ان میں سڑکوں، سیوریج، بجلی، پانی اور گیس کی بنیادی سہولیات موجود نہیں ہوتیں۔ افراد خانہ کی کثیر تعداد اور جگہ کی قلت کے باعث لوگوں کے دل تنگ ہوتے ہیں۔ ان کے ہاں اجتماعی سوچ کا فقدان ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تین فٹ کی گلی کے لئے بھی جگہ چھوڑتے ہوئے انہیں تکلیف ہوتی ہے۔ جب مکانات بن جاتے ہیں تو آہستہ آہستہ حکومت پر دباؤ ڈال کر بجلی، پانی اور گیس کی سہولیات حاصل کر لی جاتی ہیں۔ پاکستان میں بھی ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ ایسی آبادیاں ہر جگہ موجود ہیں۔ ان آبادیوں کا اپنا ہی کلچر ہوتا ہے۔ بعض بستیوں میں تو پوش علاقوں کی نسبت بے حیائی اور بے پردگی کچھ زیادہ ہی ہوتی ہے۔

اس آبادی میں بھی رکشا چل رہے تھے جو ویسے ہمیں قاہرہ میں نظر نہ آئے تھے۔ ہم نے یہاں رک کر ایک دکان سے آئس کریم خریدی۔ یہاں نیسلے کی آئس کریم دستیاب تھی۔ دنیا میں نیسلے اور یونی لیور کی والز آئس کریم کے کاروبار میں بڑی کمپنیاں ہیں۔ میں والز آئس کریم میں کام کر چکا ہوں اور اس سے میری کچھ جذباتی وابستگی بھی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ نیسلے کی آئس کریم کوالٹی اور ذائقے میں والز سے بہت بہتر محسوس ہوئی۔ یہاں پھلوں کی منڈی بھی تھی جہاں مردوں کے علاوہ بوڑھی خواتین بھی ریڑھیاں لگائے کھڑی تھیں۔ یہاں سے ہم نے آم اور انگور خریدے۔ مصر کا انگور بالکل پاکستان کے انگور جیسا تھا۔

اہرام مصر

تھوڑی دیر میں ہم اہرام کے مین گیٹ پر پہنچ گئے۔ اہرام کے علاقے میں گاڑی لے جانے کی اجازت تھی۔ اہرام کے علاقے کے لئے پچاس پاؤنڈ کا ایک ٹکٹ تھا اور کسی بھی اہرام کے اندر جانے کے لئے ایک اور ٹکٹ خریدنا پڑتا۔ پورے علاقے میں دھول اڑ رہی تھی۔ سعودی عرب کے تاریخی مقامات کی نسبت یہ علاقہ کافی گندا سا لگ رہا تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ستونوں پر مصری گلپٹک آرٹ

شیر کا مجسمہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پتھر کا باکس

پتھر کی قبر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پتھر کی کشتی

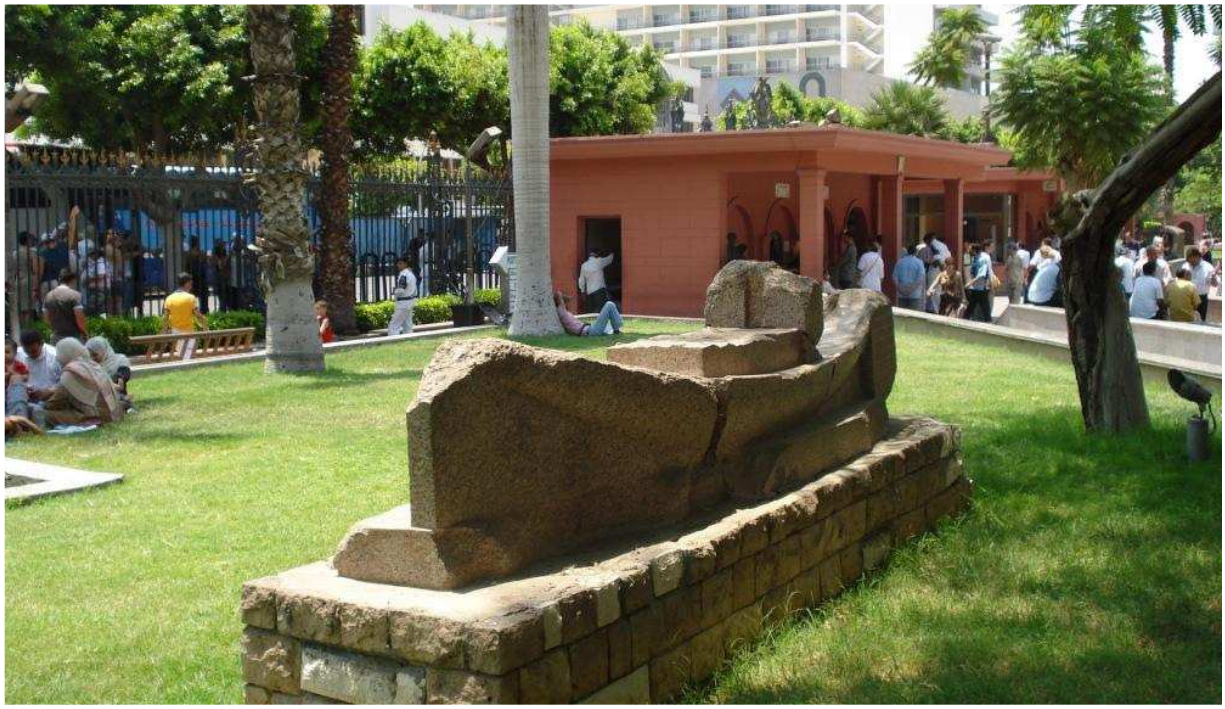

ابو الہول کا ایک مجسمہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فراعین کے مجسمے

فرعون رعمسیس ثانی کی ممی

بشکریہ www.panoramio.com

فرعون منفتاح کی ممی

بشکریہ www.anubis4_2000.tripod.com

اس علاقے تین بڑے اور متعدد چھوٹے اہرام تھے۔ تصاویر میں دیکھ کر میرا یہ خیال تھا کہ اہرام کی بیرونی دیواریں بالکل مسطح ہوں گی لیکن حقیقت میں ایسا نہ تھا۔ بڑے بڑے چوکور پتھر ایک دوسرے کے اوپر رکھے کر گارے وغیرہ سے جوڑے گئے تھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پتھروں کی ہر قطار اپنی نچلی قطار سے اندر کی جانب اور چھوٹی تھی۔ اس طرح سیڑھیوں کی شکل میں اوپر جا کر یہ عمارت ایک مخروط (Pyramid) کی صورت اختیار کر گئی تھی۔

ان میں بڑا اہرام، بادشاہ خوفو کا تھا جو چوتھے خاندان کا دوسرا بادشاہ تھا۔ 2550 قبل مسیح کے لگ بھگ، خوفو نے اپنا مقبرہ بنانے کا حکم دیا۔ اس مقبرے کی تعمیر میں بیس سال کا عرصہ لگا۔ ایک اندازے کے مطابق اس میں پتھر کے بیس لاکھ بلاک کام آئے جن کا اوسط وزن اڑھائی ٹن فی بلاک تھا۔ ان میں سب سے بڑے بلاکس کا وزن نو ٹن کے قریب تھا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ وزنی چیزوں کو بلندی پر پہنچانے کا کوئی طریقہ دریافت کر چکے تھے۔ ماہرین مصریات کا خیال ہے کہ ان پتھروں کو انہوں نے بھاری تختوں پر رکھ کر انہیں رسوں کے مدد سے کھینچ کر اوپر پہنچایا ہو گا۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ قدیم دور کے لوگ اتنے لمبے چوڑے ہوتے تھے کہ یہ بلاک ان کے لئے اینٹوں کے طور پر ہی استعمال ہوتے ہوں گے مگر فراعین کے جسموں کو دیکھتے ہوئے اندازہ ہوتا ہے کہ اس دور کے لوگ بھی ہمارے جیسے ہی تھے۔

دوسرا اہرام، خوفو کے بیٹے خفری کا جبکہ تیسرا اہرام مینکارس کا تھا۔ ان کے علاوہ یہاں 54 دیگر چھوٹے اہرام ہیں جو شاہی خاندان کے دیگر افراد سے منسوب ہیں۔ ان اہرام کا بلڈنگ میٹیریل پہنچانے کے لئے ان لوگوں نے دریائے نیل کا استعمال کیا۔ جب نیل میں طغیانی آتی تھی تو یہ پھیل کر اہرام کے علاقے تک جا پہنچتا تھا۔ اس سے ان لوگوں کو مال و اسباب یہاں پہنچانے میں آسانی ہوتی ہو گی۔

500 قبل مسیح میں مشہور یونانی تاریخ دان ہیروڈوٹس نے اہرام کا سفر کیا اور اپنی کتب میں ان کا ذکر کیا۔ اس کے مطابق یہ ان اہرام کی تعمیر میں ایک لاکھ سے زیادہ افراد نے کام کیا۔ ہیروڈوٹس نے یہ سفر اہرام کی تعمیر کے دو ہزار سال بعد کیا تھا۔ جدید ماہرین مصریات کے مطابق یہ تعداد بیس ہزار کے قریب رہی ہو گی۔ اب اہرام کی تعمیر میں بہت سے لوگوں کی جانیں بھی ضائع ہوئیں لیکن ظاہر ہے، بادشاہوں کی اس کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔ ابن بطوطہ نے بھی اپنے سفر نامے میں ان کا ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

> ان کا شمار ان عجائب میں ہوتا ہے جن پر زمانے گزر گئے۔ لوگ اس بارے میں کثرت سے بات کرتے ہیں اور ان کے معاملے اور تعمیر میں غور و خوض کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یہ ان علوم کے نتیجے میں تعمیر ہوئے جو انہوں نے اخنوخ یعنی ادریس علیہ الصلوۃ والسلام سے حاصل کیے۔ ۔۔۔ کہا جاتا ہے کہ طوفان (نوح) سے پہلے مصر کے ایک بادشاہ نے خواب دیکھا اور اس کی بنیاد پر اھرام بنانے کا حکم دیا۔ اس کی تعمیر میں ساٹھ برس صرف ہوئے۔

اہرام کے اندر فرعون کی قبریں تھیں۔ اہرام کے دروازے سے ایک تنگ و تاریک راستہ اوپر جا رہا تھا۔ اس راستے کے اختتام ایک کمرے میں ہو رہا تھا۔ یہاں پتھر کی قبر میں فرعون کا تابوت جس پر اس کی شکل بنی ہوتی تھی رکھا جاتا تھا جس میں اس کی ممی موجود ہوتی تھی۔ فرعون کے کمرے کے نیچے ایک کمرہ ملکہ کے لئے بنا ہوا تھا۔ دروازے سے ایک اور تنگ و تاریک راستہ اہرام کے تہہ خانوں کی طرف جا رہا تھا جہاں ایک اور کمرہ موجود تھا۔

فرعون کی لاش کے ساتھ بہت سے ہیرے جواہرات اور دیگر ساز و سامان کے علاوہ لونڈی غلام بھی بند کر دیے جاتے کیونکہ ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ مرنے کے بعد کی زندگی میں فرعون کو ان سب چیزوں کی ضرورت ہو گی۔ ہیرے جواہرات کا تو خیر کوئی مسئلہ نہیں لیکن اس بند جگہ جو کچھ ان غلاموں کے ساتھ ہوتا ہو گا اس کے تصور سے ہی روح لرز جاتی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خوفو کا اہرام

چھوٹے اہرام

یہ اہرام ساڑھے چار ہزار سال سے یہاں موجود ہیں۔ ماہرین آثار قدیمہ کی آمد سے قبل ہی چور ڈاکوؤں نے ہیرے جواہرات لوٹ لیے اس لئے ماہرین کو سوائے ممیوں، قبروں، تابوتوں اور تختیوں کے اور کچھ نہ ملا۔ ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ مامون الرشید نے اہرام کو کھولنے کے لئے ایک مہم روانہ کی۔ اس نے منجنیقوں نے ذریعے پتھر برسائے جس سے اہرام کھل گئے اور اندر کثیر دولت انہیں مل گئی۔ بہر حال جو نوادرات ملے، انہیں مصر کے عجائب گھر میں محفوظ کر دیا گیا ہے اور مصر کے لئے آمدنی کا باعث ہے۔ اہرام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مصر کا شمار دنیا کے سات قدیم عجائب میں ہوتا ہے۔

ابو الہول (Sphinx)

اہرام سے ہٹ کر اب ہم ابو الہول (Sphinx) کی طرف آ گئے۔ دوپہر کا وقت تھا اور کافی گرمی ہو رہی تھی۔ بہت سے مغربی سیاح گھوڑوں پر سوار تھے۔ ان میں سے بعض کو اس شدید دھوپ میں بھی رومانس کی سوجھ رہی تھی۔ ہم لوگ تو خیر گاڑی میں فل اے سی میں بیٹھے تھے۔ میری اہلیہ اہرام سے کوئی خاص متاثر نہ ہوئیں۔ ان کے خیال میں یہ تمام احمق لوگ تھے جو ان بے ڈھنگی عمارتوں کو دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔

ابو الہول یا اسفنکس دنیا کا ایک ہی پتھر سے بنا ہوا سب سے بڑا مجسمہ ہے۔ یہ 185 فٹ لمبا، 20 فٹ چوڑا اور 65 فٹ بلند ہے۔ اس مجسمے کا جسم شیر کا اور شکل انسان کی سی ہے۔ فراعین کے دور میں یہ مجسمہ سورج دیوتا کے مظہر کے طور پر بنایا گیا۔ اس دور میں سورج کو شیر سے تشبیہ دی جاتی تھی۔ اس کے قدموں میں مندروں کے آثار بھی ملتے ہیں۔ شرک بھی کیسا عظیم فتنہ تھا کہ اس نے بڑی تعداد میں لوگوں کو عقلی و منطقی انداز میں سوچنے سے ہٹا دیا تھا۔ اللہ تعالی کے دین اسلام کا یہ دنیا پر احسان ہے کہ اس نے شرک سے دنیا کو نجات دلا کر عقل و دانش کو فروغ دیا۔

ابو الہول کی چند تصاویر لے کر ہم اہرام کی سائٹ سے باہر آ گئے۔ اب بھوک لگ رہی تھی اور ہمارے سامنے ایک ہی جگہ پر کے ایف سی اور پزا ہٹ نظر آ رہے تھے۔ ہم نے ایک بڑا زنگر برگر اور چھوٹا اسپائسی پزا خریدا اور اوپر والی منزل پر جا کر بیٹھ گئے۔ اب ابو الہول اور اہرام ہمارے سامنے تھے اور شیشوں سے ان کا منظر چمکتی دھوپ میں بھلا لگ رہا تھا۔

ابو الہول کا مجسمہ (پس منظر میں تینوں اہرام نظر آ رہے ہیں)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابو الہول

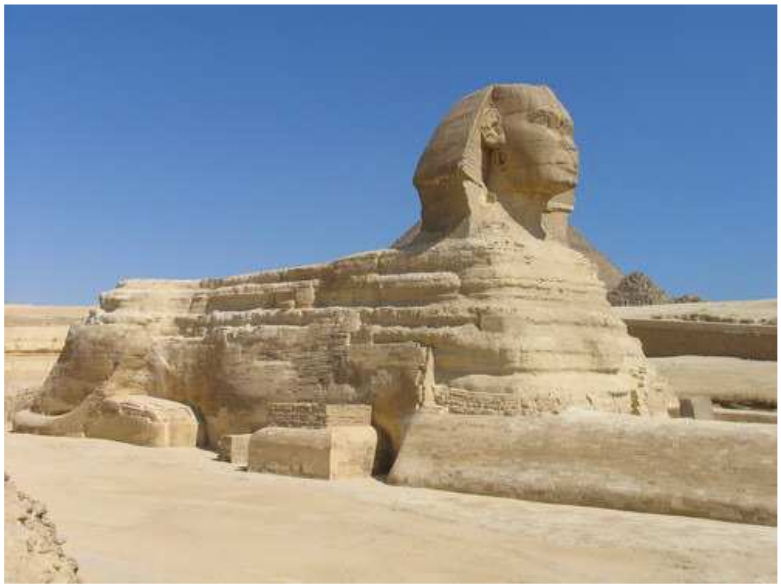

کھانا کھا کر ہم لوگ یہاں سے روانہ ہوئے۔ دریائے نیل پر سے گزرتے ہوئے میں نے پل پر رک کر دوپہر میں نیل کی تصاویر لیں جو کہ بہت خوبصورت آئیں۔ اب ہماری منزل مسلم دور کا قاہرہ تھی جس کا آغاز فسطاط سے ہوتا تھا۔

فسطاط

قدیم دور سے جیزہ کی آبادی دریائے نیل کے مغربی کنارے پر آباد تھی۔ جب سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے یہ علاقہ فتح کیا تو آپ نے دریا کے مشرقی کنارے پر ایک شہر کی بنیاد رکھی جو مسلم افواج کے خیموں کی مناسبت سے یہ "مصر الفسطاط" یعنی خیموں کا شہر کہلایا۔ یہاں آپ نے ایک مسجد کی بنیاد بھی رکھی۔ اس علاقے کو مصر کا دارالحکومت بنایا گیا۔ اس سے پہلے مصر کا دارالحکومت اسکندریہ تھا۔ دارالحکومت کو شفٹ کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ خلیفہ دوم، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خیال میں اسکندریہ مصر کی اصل آبادی سے کافی ہٹ کر تھا اور وہاں سے پورے مصر کو کنٹرول کرنا مشکل تھا۔ اس شہر کو آباد کرنے کی ایک بڑی وجہ یہ رہی ہو گی کہ عام مسلمان اپنے مفتوحین کے عقائد و اعمال سے متاثر نہ ہو سکیں۔

فاطمی دور میں قاہرہ آباد کیا گیا۔ 1168ء میں فسطاط شہر کو صلیبی حملوں کے باعث یہاں کے باشندوں نے خود آگ لگا دی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ نہ چاہتے تھے کہ ان کا مال و اسباب دشمن کے قبضے میں آئے۔ بعد میں یہ شہر ایوبی سلطنت کا حصہ بنا۔ دور جدید میں جب قاہرہ شہر پھیلا تو فسطاط اس کا ایک محلہ بن گیا۔

ہماری منزل سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے منسوب مسجد تھی۔ مسجد کو ڈھونڈنے میں ہمیں کوئی مشکل پیش نہ آئی۔ یہ مسجد 642ء میں عین اس مقام پر بنائی گئی جہاں سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنا خیمہ نصب کیا تھا۔ اس مسجد کو متعدد بار تعمیر کیا گیا۔ اس کی موجودہ تعمیر 1875ء میں محمد علی پاشا کے دور میں کی گئی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اسلامی تاریخ کی ایک نامور شخصیت ہیں۔ آپ کا باپ عاص بن وائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کا شدید دشمن تھا۔ اسلام دشمنی آپ کو ورثے میں ملی تھی۔ آپ کا خاندان مکہ کی مملکت میں سفارت کی ذمہ داریاں رکھتا تھا۔ حبشہ میں ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو واپس لانے کے لئے آپ ہی وفد لے کر نجاشی کے دربار میں گئے لیکن ناکام رہے۔ جنگ احد میں آپ نے مسلمانوں کے خلاف قریش کے ایک اہم دستے کی قیادت کی۔ آپ نے اسلام لانے پر اپنی بیوی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی جو بعد میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔

آپ کے بیٹے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اوائل جوانی ہی میں اسلام قبول کر چکے تھے اور اپنے زہد و تقوی کے باعث مشہور ہیں۔ احادیث کی بہت بڑی تعداد ان سے مروی ہے۔ اسلام کی دعوت آہستہ آہستہ سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ کے دل میں گھر کرتی گئی۔ ایک دن آپ اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر کے مکہ سے نکلے۔ راستے میں آپ کی ملاقات سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے ہوئی جو اسی ارادے سے گھر سے نکلے تھے۔ دونوں نے اکٹھے مدینہ پہنچ کر اسلام قبول کیا۔

سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ کی غیر معمولی صلاحیتوں کے باعث حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اہم ترین ذمہ داریوں تفویض کیں۔ سریہ ذات السلاسل میں انہیں لشکر کا امیر بنایا گیا۔ اس لشکر میں سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ بھی شامل تھے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ کسی بھی کام کے لئے تقرری خالصتاً میرٹ پر کیا کرتے تھے۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو عمان کا گورنر مقرر کیا۔ آپ کو ضرورت پڑنے پر اردن، فلسطین اور شام کے محاذوں پر بھیجا گیا جہاں آپ فوج کے سینئر عہدے دار کی حیثیت سے سیدنا خالد بن ولید اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ رہے۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد آپ مسلم فوج کے امیر بنے۔ آپ کی تجویز پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مصر کی جانب کوچ کرنے کا حکم دیا۔

صرف 4000 افراد پر مشتمل فوج کے ساتھ آپ نے جزیرہ نما سینا فتح کر لیا۔ اس کے بعد ہیلوپولس یا عین الشمس کا معرکہ ہوا۔ اس معرکے میں بازنطینی فوج مشہور جرنیل تھیوڈور کی قیادت میں سامنے آئی۔ مسلم افواج کی تعداد 15000 اور بازنطینی فوج کی تعداد 20000 کے قریب تھی۔ سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ بھی مانے ہوئے جرنیل تھے۔ آپ نے اپنی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ جب جنگ شروع ہوئی تو ایک حصہ جنگ سے نکل گیا اور ایک طویل چکر کاٹ کر بازنطینی فوج کے پچھلی جانب آ پہنچا۔ اب دشمن دو جانب سے گھر چکا تھا۔ یہ جنگ مصر کی فتح میں فیصلہ کن ثابت ہوئی۔

641ء میں سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ نے مصر کا دارالحکومت اسکندریہ فتح کر لیا۔ اس کے بعد خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے آپ نے فسطاط کیا نیا شہر آباد کر کے اسے دارالحکومت بنایا۔ کچھ عرصہ آپ مصر کے گورنر رہے۔ اس دوران آپ نے عدل و انصاف سے حکومت کی۔ ایک موقع پر آپ کے بیٹے نے ایک مصری کو کوڑا مار دیا۔ اس نے حج کے موقع پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو شکایت کی۔ آپ نے سیدنا عمرو اور ان کے بیٹے دونوں کو کوڑا مارنے کی سزا سنائی۔ اس کی وجہ آپ نے یہ بیان کی، "تمہارے بیٹے کو یہ جرأت اس لئے ہوئی ہے کہ وہ گورنر کا بیٹا ہے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسجد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ

مسجد عمرو بن عاص کا اندرونی حصہ

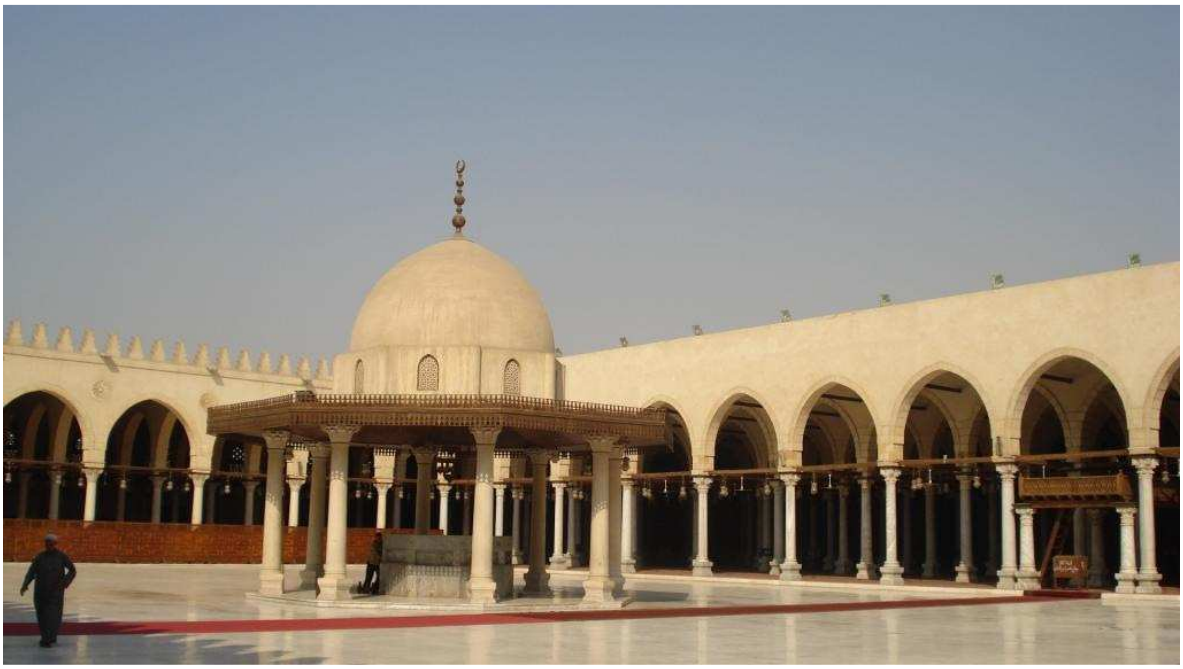

مصر سے سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ کو شام بھیج دیا گیا جہاں آپ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نئے علاقے میں تعمیر و ترقی کا کام کرتے رہے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں آپ کو دوبارہ مصر کا گورنر مقرر کیا گیا۔ آپ نے یہاں نوے برس کی عمر میں وفات پائی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسجد عمرو بن عاص

مسجد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مسلم آرکی ٹیکچر کا شاہکار تھی۔ حویلی نما مسجد صحن کے چاروں طرف بنی ہوئی تھی۔ درمیان میں کھلا صحن تھا۔ ایسا ہی ڈیزائن لاہور کی بادشاہی مسجد کا ہے۔ مسجد کے صحن میں ایک قدیم فوارہ تھا جسے اب پانی پینے والے کولر کی شکل دی جا چکی تھی۔ وضو کا انتظام مسجد سے ہٹ کر تھا۔ یہاں میں نے زندگی میں پہلی بار کسی مسجد میں کھڑا ہو کر پیشاب کرنے والے ٹائلٹ دیکھے۔ ہم جب مسجد پہنچے تو یہاں عصر کی اذان ہو رہی تھی۔ کچھ دیر میں نے مسجد کی تصاویر لیں۔ اتنی دیر میں جماعت کا وقت ہو گیا۔ امام صاحب بغیر ریش کے تھے کیونکہ اہل مصر کے نزدیک داڑھی رکھنا ضروری نہیں ہے۔

نماز سے فارغ ہو کر میں نے مسجد کے امام صاحب سے امام شافعی کی مسجد کا راستہ دریافت کیا۔ اگلی صف میں موجود ایک صاحب کہنے لگے، "میں اس طرف ہی جا رہا ہوں، آپ میرے پیچھے آ جایئے۔" اب ہم ان کے پیچھے لگ کر روانہ ہوئے۔ تھوڑی دور جا کر انہوں نے ہمیں امام شافعی کی مسجد کو جانے والے راستے تک پہنچا دیا۔

امام شافعی کی مسجد

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد ایک قدیم آبادی میں واقع تھی۔ یہ آبادی بالکل لاہور کے دھرم پورے کی پرانی آبادی کا نقشہ پیش کر رہی تھی۔ گلی میں لگے گھنے درختوں کے سائے تلے ریڑھیوں پر عجیب و غریب شکلوں والے مشروبات بک رہے تھے۔ جس طرح ہمارے ہاں فالودے کی دیگوں کو سرخ کپڑا اچڑھا کر نمایاں کیا جاتا ہے، اسی طرح کی کچھ دیگیں بھی نظر آئیں۔ تھوڑی دور جا کر ہم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد تک پہنچ گئے۔

یہ مسجد 1891ء میں تعمیر کی گئی تھی۔ اس مقام پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عمر بسر کی تھی۔ مسجد کے اندر نہایت خوبصورت شیشے کا کام کیا گیا تھا۔ مسجد کے اندر اور باہر خطاطی کے فن پارے دیواروں پر تراشے گئے تھے۔ مسجد کی چھت اور دیواروں پر لکڑی کا نفیس کام بھی کیا گیا تھا۔ مسجد کے ساتھ ہی امام صاحب کا مزار بھی تھا جہاں کا ماحول گڑھی شاہو میں بی بی پاک دامن کے مزار جیسا لگ رہا تھا۔ مزار کے اندر خواتین قبر کی طرف رخ کئے اپنی منتوں مرادوں میں مشغول تھیں۔

مسجد اور مزار کے باہر بھکاریوں کی کثرت تھی۔ غیر ملکی سمجھتے ہوئے ان میں سے ہر ایک کی کوشش تھی کہ ہم انہیں کچھ دے کر جائیں۔ مزار کے مجاور نے بھی ہماری بڑی آؤ بھگت کی اور بتایا کہ امام صاحب کی قبر کے ساتھ صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی کی قبر بھی ہے۔ یہ صاحب بھی چاہ رہے تھے کہ ہم انہیں کچھ دے دلا کر رخصت ہوں۔ ہم لوگ چونکہ اس قسم کے لوگوں کی حوصلہ افزائی کرنا نہیں چاہتے اس لئے کچھ دینے دلانے سے گریز کیا۔ ہمارے بہت سے لوگ پیشہ ور بھکاریوں کو رقم دے کر ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اس کی بجائے ہمیں اپنی تمام رقوم کو ایسے افراد پر خرچ کرنا چاہیے جو کہ محنت مزدوری کرتے ہیں لیکن پھر بھی انہیں اتنی آمدنی میسر نہیں ہوتی کہ وہ اپنی ضروریات پوری کر سکیں۔ ہمارے ہاں تو مزارات کو باقاعدہ کمرشل مقاصد کے لئے بنایا جاتا ہے۔ مصر میں بھی یہ رجحان تھا مگر ہماری نسبت کم تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسجد امام شافعی کا بیرونی حصہ

مسجد شافعی کا اندرونی حصہ

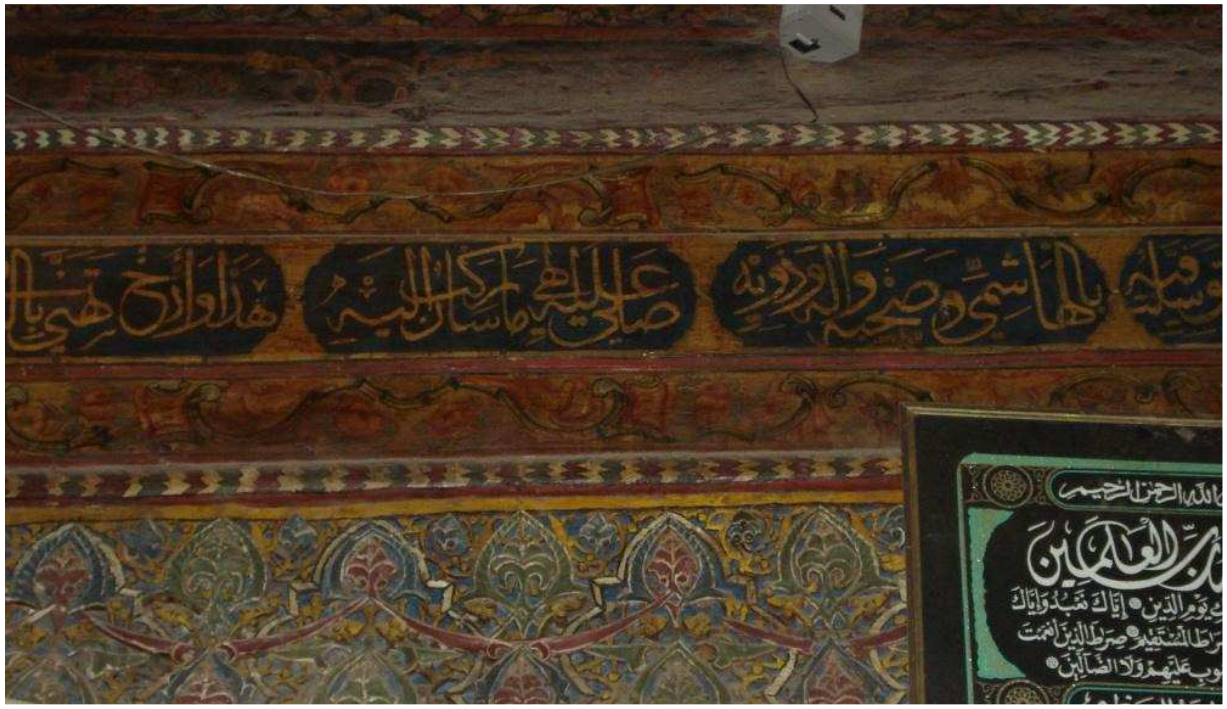

امام محمد بن ادریس شافعی

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ 150ھ یا 767ء میں پیدا ہوئے۔ آپ فلسطین میں غزہ کے علاقے میں پیدا ہوئے۔ مکہ میں آپ نے تعلیم حاصل کی اور پھر مدینہ جا کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں شامل ہو گئے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بعد آپ بغداد چلے گئے۔ یہاں آپ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ آپ کو اپنے اساتذہ امام مالک، امام محمد اور ان کے استاذ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہم سے خاص عقیدت تھی۔

ہارون رشید کی طرف سے آپ کو نجران کا قاضی مقرر کیا گیا۔ عدل و انصاف سے آپ کی وابستگی نے آپ کے لئے مشکلات پیدا کیں۔ آپ نے کچھ فیصلے ایسے کئے جو گورنر کو پسند نہ آئے۔ سازشیوں نے آپ کو اس عہدے سے ہٹوانے کی کوشش کی۔ آپ یہ سب چھوڑ کر علمی تحقیق میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے سب سے پہلے اصول فقہ کے فن کو مدون کیا۔ اسی بنا پر آپ کو اصول فقہ کا بانی کہا جاتا ہے۔ آپ کی کتاب "الرسالہ" اس فن میں پہلی کتاب سمجھی جاتی ہے۔ میں نے اس کتاب کا اردو میں ترجمہ بھی کیا ہے جو اس لنک پر دستیاب ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی تحقیقات کے نتیجے میں اسلامی قانون کا شافعی مسلک وجود میں آیا جس کے پیروکار افریقہ اور جنوب مشرقی ایشیا میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ آپ کے ہم عصر علماء نے آپ کو پوری قوم کے برابر ذہین قرار دیا۔ آپ علم کلام اور تصوف کی پیچیدہ بحثوں سے دور رہتے تھے۔ آپ کی تحقیق کا میدان "عملی زندگی کے مسائل اور ان کا حل" تھا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر احادیث میں منقول دعا پڑھ کر میں باہر آیا اور بھکاریوں سے بچتا بچاتا گاڑی میں بیٹھا۔

صلاح الدین ایوبی کا قلعہ

اب ہماری اگلی منزل صلاح الدین ایوبی کا قلعہ تھی۔ تھوڑی دیر ہی میں ہم وہاں جا پہنچے۔ ایوبی کا قلعہ سادگی اور ہیبت کا مجموعہ نظر آ رہا تھا۔ قلعے کے اوپر مسجد کے مینار نظر آ رہے تھے۔ یہ مسجد محمد علی پاشا نے 1816ء میں تعمیر کروائی تھی۔ مسجد کے گنبد سفید رنگ کے تھے۔

قلعے کی دیواریں مضبوط پتھروں سے بنی ہوئی تھیں اور تقریباً عمودی تھیں۔ یہ قلعہ صلاح الدین نے قاہرہ کی حفاظت کے نقطہ نظر سے تعمیر کیا تھا۔ قلعے کا دروازہ لاہور کے شاہی قلعے کے چھوٹے دروازے جیسا ہی تھا جس کے دونوں جانب برجیاں بنی ہوئی تھیں۔ اس سفر میں صلاح الدین سے تعلق رکھنے والا یہ تیسرا قلعہ تھا جو ہم دیکھ رہے تھے۔ اس سے قبل ہم شوبک اور کرک کے قلعے دیکھ چکے تھے۔

قلعے کے باہر مسجد سلطان حسن بنی ہوئی تھی جو بذات خود ایک قلعہ معلوم ہوتی تھی۔ یہ مسجد مملوک سلطان حسن نے 1356ء میں تعمیر کروائی تھی۔ مسجد کی تعمیر مکمل ہونے سے قبل ہی سلطان حسن کو قتل کر دیا گیا تھا۔

مسجد اور قلعے کی چند تصاویر لینے کے بعد ہم لوگ جامعۃ الازہر کی جانب روانہ ہوئے۔ یہ پرانا شہر تھا اس لئے اس کی سڑکیں کافی تنگ تھیں۔ تھوڑی دور جا کر ایک بڑی عمارت نظر آئی جو تاریخی لگ رہی تھی۔ میں نے قریب ایک دکاندار سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ مصر کی تاریخی لائبریری تھی جسے اب عجائب گھر میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ تھوڑی دور جا کر ازہر اسٹریٹ آ گئی۔ اب ہم اسی پر ہو لئے۔ تھوڑی دور جا کر ہم جامعۃ الازہر پہنچ گئے۔ سڑک کے ایک جانب مسجد تھی اور دوسری جانب الازہر یونیورسٹی کی ایڈمنسٹریشن کی عمارت تھی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسجد سلطان حسن

صلاح الدین ایوبی کا قلعہ اور محمد علی پاشا کی مسجد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایوبی کے قلعے کا دروازہ

قاہرہ کی قدیم لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جامعۃ الازہر

مکانات والا قبرستان

جامعۃ الازہر

جامعۃ الازہر کا شمار عالم اسلام کے بڑے تعلیمی اداروں میں ہوتا ہے۔ اس یونیورسٹی کی اصل تخصیص (Specialization) فقہ ہے۔ یہاں تمام فقہی مسالک کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کے طالب علم فقہی معاملات میں دوسروں کے نقطہ نظر کو سمجھتے ہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور اپنے مسلک کے بارے میں زیادہ متشدد نہیں ہوتے۔ جامعۃ الازہر میں باقاعدہ تعلیم کا آغاز اب سے تقریباً ایک ہزار سال قبل 975ء میں ہوا۔ یہ ادارہ فاطمی دور میں قائم کیا گیا۔ پوری مسلم دنیا کے علماء کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ انہیں ازہر میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملے۔

ماضی قریب میں جامعۃ الازہر نے مسلم دانش کے ارتقاء میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ہمارے قدیم فقہانے اسلامی قانون پر جو کام کیا تھا، اس کی بنیاد یہ تھی کہ مسلمانوں کی ایسی حکومت قائم ہے جو دین کو نافذ کرنا چاہتی ہے۔ انیسویں اور بیسویں صدی میں زیادہ تر مسلم ممالک مغربی اقوام کے زیر نگیں آ گئے۔ اس وقت اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ ایسا فقہ مرتب کیا جائے جو مغلوب مسلم قوم کے مسائل کا حل پیش کرتا ہو۔ جدید سائنسی ایجادات کے علاوہ فلسفہ، سیاسیات، معاشیات اور معاشریات کے میدانوں میں مغربی ترقی نے بہت سے فقہی احکام کے بارے میں کچھ ایسے مسائل پیدا کر دیے جن کا جواب قدیم انداز میں تعلیم یافتہ اہل علم کے پاس نہیں تھا۔

ان میں سے بہت سے علماء تو ان مسائل کو سمجھنے کی اہلیت ہی نہ رکھتے تھے کیونکہ ان کے تعلیمی اداروں میں علم کلام اور فقہ کے جو مسائل پڑھائے جاتے تھے، وہ زمانی تبدیلیوں کے باعث غیر ضروری (Obsolete) ہو کر رہ گئے تھے۔ ان کے ہاں علمی جمود کا یہ عالم تھا کہ انیسویں صدی کے اواخر میں جامعۃ الازہر ہی میں سید جمال الدین افغانی پر یہ اعتراض کیا گیا کہ وہ بزرگوں کے طریقے کے خلاف جغرافیے کے تعلیم ہاتھ میں زمین کا گلوب لے کر کیوں دیتے ہیں۔

دور جدید کے زندہ مسائل اب یہ نہیں رہے کہ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟ خدا کے عرش پر استوا کی حقیقت کیا ہے؟ ناپاک کنویں کو کیسے پاک کیا جائے؟ وضو کرنے والے تالاب کا سائز کیا ہو؟ بیع عینہ اور بیع سلم کیا چیز ہے؟ ان سب کی بجائے اب مسلم اہل علم کو جو مسائل درپیش ہیں ان میں یہ مسائل اہم ترین ہیں کہ خدا کے وجود کے عقلی دلائل کیا ہیں؟ کسی شخصیت کو خدا کا سچا رسول ثابت کرنے کا معیار کیا ہے؟ کیا بینکوں کا موجودہ سود ربا کی تعریف پر پورا اترتا ہے؟ فنون لطیفہ جیسے مصوری و موسیقی کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر کیا ہے؟ کیا بغیر حکومت کے جنگی کاروائیاں کرنا درست ہے؟ کیا قرآن کی بیان کردہ سزائیں موجودہ دور میں دینا عدل و انصاف کے تقاضوں پر پورا اترتا ہے؟ جدید معاشرے میں اسلام کے اصولوں کی روشنی میں خواتین کا کردار کیا ہونا چاہیے؟ دور جدید کو اسلام سے ہم آہنگ کیسے کیا جائے؟

جامعۃ الازہر کے علماء نے دور جدید کے اس چیلنج کا جواب سب سے پہلے دیا۔ ان کے ہاں اہل علم کی ایک ایسی نسل تیار ہوئی جو نہ صرف ان مسائل کا ادراک رکھتی تھی بلکہ انہوں نے ان مسائل پر تحقیق کی اور ان کے مختلف اہل علم نے اپنا نقطہ نظر بیان کیا۔ ان میں محمد عبدہ، رشید رضا، طہ حسین، الطحطاوی جیسی شخصیات پیدا ہوئیں۔

دلائل کی بنیاد پر جامعۃ الازہر کے علماء کے نقطہ نظر سے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن انہوں نے جو عمل شروع کیا اس کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی انہی کاوشوں کے نتیجے میں صدیوں سے قائم جمود کے ختم ہونے کا عمل شروع ہوا اور اب امریکہ و یورپ کی یونیورسٹیوں سے لے کر ملائشیا تک مسلم اہل علم دور جدید کے تقاضوں اور اداروں کو اسلام سے ہم آہنگ کرنے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حالیہ عشروں میں جامعۃ الازہر پر یہ الزام عائد کیا گیا ہے کہ یہاں انتہا پسندوں کو تیار کیا جاتا ہے۔ الازہر کے عمائدین اس الزام کی سختی سے تردید کرتے ہیں۔ جامعۃ الازہر کے صدر احمد الطیب کے مطابق الازہر کے تحت چلنے والے اسکولوں ہی میں یہ بات سکھادی جاتی ہے کہ تمام فقہی مسالک درست ہیں اور ان میں سے کوئی ایک حق یا باطل نہیں۔ ان حالات میں یہ کیسے ممکن ہے کہ الازہر سے تعلیم یافتہ شخص انتہا پسند بن سکے۔ الازہر کے علماء یورپ اور امریکہ سے مستشرقین سے بھی مکالمے کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

جامعۃ الازہر کے باہر ایک بڑا بازار تھا جس میں خالصتاً مولویانہ قسم کی چیزیں یعنی ٹوپیاں، تسبیحیں، مسواکیں اور دینی کتابیں وغیرہ فروخت ہو رہی تھیں۔ مسجد کی عمارت کا آرکی ٹیکچر کافی خوبصورت تھا اور قدیم مسلم ماہرین فن کے آرٹ کے نمونے اس کے در و دیوار پر نظر آرہے تھے۔

مصر میں ہم نے ایک اچھی چیز یہ دیکھی کہ یہ لوگ اپنے آثار قدیمہ کی قدر و قیمت سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ مصر کی معیشت کا بڑا حصہ ٹورازم پر منحصر ہے۔ اس کے مقابلے میں ہمارے پاکستان میں محکمہ آثار قدیمہ تو ہے لیکن یہ لوگ دیگر سرکاری محکموں کی طرح اپنے کام میں کوئی خاص دلچسپی نہیں رکھتے۔ آثار قدیمہ کی حفاظت سے لے کر ان کی مارکیٹنگ تک بہت سے ایسے کام ہیں جن کے ذریعے ٹورازم کو فروغ دیا جاسکتا ہے مگر ہمارے لوگ ان سب کاموں سے غافل ہی نظر آتے ہیں۔

اس کے برعکس بھارت نے قدیم ہندو مندروں سے لے کر مسلمانوں کی بنائی ہوئی عمارتوں کو اپنا تاریخی ورثہ قرار دیا ہے۔ انہوں نے تاج محل کی مارکیٹنگ اس طرح سے پوری دنیا میں کی ہے کہ اسے دنیا کے سات جدید عجائب میں شمار کرلیا گیا ہے۔ دنیا بھر سے سیاح بھارت میں صرف تاج محل دیکھنے کے شوق میں جاتے ہیں اور بھارتی عوام کے لئے روزگار کا باعث بنتے ہیں۔

مکانات والا قبرستان

کچھ دیر یہاں تصاویر لینے کے بعد ہم لوگ آگے نکلے۔ کچھ دور جاکر ہمارے سامنے ایک نئی چیز تھی۔ یہ یہاں کا قدیمی قبرستان تھا۔ اہل مصر کے ہاں یہ رواج ہے کہ ہر خاندان قبرستان میں جگہ خریدتا ہے اور اس پر ایک مکان نما عمارت تعمیر کرلیتا ہے۔ اس خاندان کے تمام لوگوں کی قبریں اس مکان کے اندر بنتی ہیں۔ یہاں بہت سے مکانات تھے جن پر باقاعدہ نیم پلیٹس لگی ہوئی تھیں۔ ان کے اندر خاندان کے لوگوں کی قبریں تھیں۔ ہمارے ہاں تو پبلک قبرستان کی زمین پر زبردستی قبضہ کرکے ایک خاندان کی قبروں کو اکٹھا بنایا جاتا ہے لیکن یہاں اس رواج کو باقاعدہ قانونی شکل دے دی گئی تھی۔

دریائے نیل کی وادی میں

اب ہم دوبارہ دریائے نیل کی طرف جارہے تھے۔ ہمارا ارادہ تھا کہ قاہرہ سے کچھ باہر نکل کر دریائے نیل کی کھلی فضا میں شام بسر کی جائے۔ اس مرتبہ ہم دریا پار کرکے اس کے مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ کورنیش پر چلے جارہے تھے۔ کافی دور جاکر ہمیں میریٹ ہوٹل کا قائم کردہ ایک ریزارٹ نظر آیا۔ اس میں جب داخل ہوئے تو ہمارے موڈ خراب ہوگئے کیونکہ یہاں باقاعدہ رقص گاہ بنی ہوئی تھی۔ شکر ہے کہ اس دن رقص و سرود کا کوئی پروگرام نہ تھا اس لئے یہ جگہ خالی پڑی تھی۔ ہمارے لئے یہ اچھی بات تھی ورنہ ہمیں کوئی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور جگہ تلاش کرنا پڑتی۔ ہمارے علاوہ یہاں ایک آدھ اور فیملی موجود تھی۔ ہم لوگ ریزارٹ سے نکل کر دریا کے کنارے بیٹھ گئے اور شام تک وہیں بیٹھے رہے۔ کھانا بھی وہیں کھایا اور پھر نکل کر اپنے ہوٹل کی طرف آ گئے۔ قاہرہ میں یہ دن خاصا خوشگوار گزرا تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسکندریہ

اگلے دن ہم جلد بیدار ہوئے۔ گھر سے نکلے ہوئے ہمیں کافی دن ہو چکے تھے اور اب ہمارا دل یہ چاہ رہا تھا کہ اڑ کر گھر پہنچ جائیں۔ ہم لوگ اپنے بچوں، والدہ اور گھر کو بہت مس کر رہے تھے۔ پہلے تو ہمارا پروگرام تھا کہ اسکندریہ دیکھ کر ہم لوگ لقصر جائیں اور وہاں سے الغردقہ یا ہرغادہ لیکن موجودہ حالات کے پیش نظر ہم نے طے کیا کہ بس اسکندریہ دیکھ کر ہی واپسی کا سفر کیا جائے۔ اس کی بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ فراعین کی تاریخ میں مجھے کوئی بہت زیادہ دلچسپی نہ تھی۔ رہا ہرغادہ تو اس کے بارے میں معلوم ہوا تھا کہ وہاں کا ماحول شرم الشیخ جیسا ہی ہے اس لئے اس میں بھی ہمیں کوئی دلچسپی نہ رہی تھی۔

ناشتہ کر کے ہم لوگ اب رنگ روڈ پر آئے۔ یہاں سے ایک سڑک فیوم کے نخلستان (Fayum Oasis) کی جانب نکل رہی تھی۔ یہ مصر کا بڑا نخلستان ہے اور یہاں ایک بڑی جھیل، "جھیل قارون" بھی موجود ہے۔ رنگ روڈ سے ہوتے ہوئے ہم اسکندریہ جانی والی طریق صحراوی یا ڈیزرٹ ہائی وے پر آ گئے۔ یہ مصر کی موٹروے تھی اور مصری اس پر اسی طرح فخر کرتے تھے جیسا کہ پاکستانی اپنی موٹر وے پر کرتے ہیں۔

مصر کی موٹروے

چار پاؤنڈ کا ٹول ٹیکس ادا کرنے کے بعد ہم لوگ موٹروے پر آ گئے۔ کہنے کو تو یہ تین لین والی موٹروے تھی لیکن شکل و صورت سے کوئی عام سی ہائی وے لگ رہی تھی۔ روڈ کے دونوں طرف باڑ بھی نہ تھی اور ٹریفک بھی خاصا بے ہنگم نظر آ رہا تھا۔ سب سے بائیں طرف کی تیز رفتار لین پر خراماں خراماں چلنے والوں کا قبضہ تھا۔ ٹرک اور بسیں بھی درمیانی اور بائیں لین پر آئی ہوئی تھیں۔ راستہ مانگنے کے باوجود کوئی راستہ دینے کو تیار نظر نہ آ رہا تھا۔

مجھے کراچی کی منی بسوں کے پٹھان ڈرائیوروں سے سیکھے گئے ڈرائیونگ کے وہ تمام گر یاد آ گئے جو سعودی عرب میں میں بھلا چکا تھا۔ مجھ میں سویا ہوا پاکستانی جاگ اٹھا۔ مصری کتنی ہی بے ہنگم ڈرائیونگ کیوں نہ کر لیں وہ ہم پاکستانیوں سے آگے ہیں بڑھ سکتے۔ اب میں نے ڈرائیونگ کے تمام انٹرنیشنل قوانین کو بالائے طاق رکھا اور بڑے اطمینان سے 140 کی رفتار پر زگ زیگ انداز میں ڈرائیونگ شروع کر دی۔ پھر کیا تھا، راستہ جیسے بالکل صاف ہو گیا اور ہم پھنس پھنس کر چلتی ہوئی ٹریفک کے درمیان سے نکلتے چلے گئے۔ میری یہ عادت بہر حال غلط تھی اور جب مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا تو میں نے اس سے توبہ کی۔ اوور اسپیڈنگ کر کے انسان اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کی جان کو بھی خطرے میں ڈالتا ہے۔ کہیں کہیں یہ روڈ چار لین پر مشتمل تھی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ٹرکوں والی لین بالعموم خالی تھی اور ہر کوئی بائیں طرف کی تیز رفتار لین پر گھسا چلا آ رہا تھا۔ کئی مرتبہ تو ایسا ہوا کہ مجھے اوور ٹیک کے لئے تیز لین سے دو لین پار کر کے دائیں جانب ٹرکوں کی لین پر آنا پڑا۔

مجھے اس وقت اپنے پاکستان کی موٹروے یاد آئی۔ شہروں میں چلنے والی بے ہنگم ٹریفک موٹروے پر پہنچ کر نہایت ہی منظم ہو جاتی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ یہ کمال ہماری موٹروے پولیس کا ہے۔ انہوں نے پہلے تعلیم و تربیت اور پھر قانون کے حقیقی نفاذ کے ذریعے پاکستانیوں جیسی قوم کی عادات تبدیل کر دی ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم و تربیت اور قانون کے حقیقی نفاذ کے ذریعے ہر قوم کو سدھارا جا سکتا ہے۔

میں نے سعودی عرب اور دیگر خلیجی ممالک کی موٹرویز بھی دیکھی ہیں۔ بغیر کسی جانبداری کے میں اطمینان سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ ان میں سے کوئی موٹروے ہماری موٹروے کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اگرچہ خلیجی ممالک کی سڑکوں کا معیار وہی ہے جو پاکستانی موٹروے کا ہے لیکن ہمارے ہاں خدمات کا معیار ان کی نسبت بہت بلند ہے۔ خوبصورت اور اعلیٰ درجے کے ریسٹ ایریا، پبلک فون، پولیس کی خدمات، موبائل ورکشاپ، حد رفتار پر کنٹرول، ٹریفک قوانین کی پابندی ان سب معاملات میں ہماری موٹروے کا موازنہ امریکہ اور یورپ کی اعلیٰ درجے کی موٹرویز سے کیا جا سکتا ہے۔

6 اکتوبر کا شہر

قاہرہ سے باہر نکلے تو ہماری نظر ایک بورڈ پر پڑی جس پر لکھا تھا، "مدینہ 6 اکتوبر"۔ یہ دراصل قاہرہ کے قریب ہی ایک جدید صنعتی شہر ہے جس کا نام عرب اسرائیل جنگ کی اہم تاریخ پر رکھا گیا ہے۔ مصر میں یہ عام رواج ہے کہ نئے بسائے گئے شہروں، پلوں اور سڑکوں کے نام اہم تاریخوں پر رکھ دیے جاتے ہیں جیسے 26 جولائی روڈ، 6 اکتوبر شہر وغیرہ۔

روڈ کے دونوں کناروں پر ہورڈنگز کا جال بچھا دیا گیا تھا تاکہ ہر آنے جانے والے کی توجہ ان کی طرف ہو اور اس کے نتیجے میں حادثات پیش آئیں۔ شدید آندھی اور طوفان کے وقت یہ ہورڈنگز گر کر جانی و مالی نقصان کا باعث بھی بن سکتی ہیں۔ اس معاملے میں سعودی عرب میں بہت اچھے قوانین مرتب کئے گئے ہیں۔ ان کے ہاں ہائی ویز پر کبھی ایک خاص حد سے زیادہ ہورڈنگز نہیں لگانے دی جاتیں اور ان کا سائز اور لوکیشن ایسی ہوتی ہے کہ یہ ڈرائیور کو متوجہ نہ کریں اور کسی حادثے کی صورت میں روڈ پر نہ گر سکیں۔

کہنے کو تو یہ طریق صحراوی تھی لیکن اس کے دونوں جانب بھی کھیت ہی تھے جن میں دور دور تک پھیلا ہوا سبزہ آنکھوں کو بہت بھلا لگ رہا تھا۔ یہ دریائے نیل کے ڈیلٹا کا علاقہ تھا۔ میں نے اس سے قبل میرپور ساکرو اور کیٹی بندر میں دریائے سندھ کے ڈیلٹا کا نظارہ بھی کیا تھا لیکن نیل کا ڈیلٹا، ہمارے ڈیلٹا کی نسبت بہت سرسبز تھا۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ یہاں پانی کی کوئی کمی نہ تھی۔

ہمیں ڈگی سے کچھ اشیا نکالنے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے روڈ کے ایک جانب گاڑی روکی۔ یہاں ایک بزرگ اپنی گاڑی روک کر سب کھڑکیاں کھولے مکھیوں کو انجوائے کر رہے تھے۔ دروازہ کھولنے کے باعث یہ مکھیاں ہمارے ہاں بھی آگھسیں۔ جب گاڑی چلی تو یہ اپنی ہم جولیوں سے بچھڑنے کے باعث کافی بے چین ہو گئیں۔ بڑی مشکل ہم نے ان سے نجات حاصل کی۔

اسی ہائی وے پر افریقی سفاری پارک آیا جو یہاں کا چڑیا گھر تھا۔ ڈیڑھ گھنٹے میں ہم لوگ اسکندریہ کے ٹول پلازہ پر جا پہنچے۔ یہاں نام نہاد موٹروے ختم ہو رہی تھی اور عام سڑک شروع ہو رہی تھی۔ اس سے آگے ابھی اسکندریہ 50 کلومیٹر دور تھا۔ تھوڑی دور جا کر میکڈونلڈ نظر آیا۔ یہاں سے ہم نے دوپہر کا کھانا کھایا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جھیل ماریوت

اب ہم اسکندریہ میں داخل ہو رہے تھے۔ سڑک کے دونوں جانب جھیل نظر آ رہی تھی۔ یہ یقیناً بحیرہ روم کا پانی تھا جو زمین کے اندر سے نکل کر جھیل کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ یہ "جھیل ماریوت" کہلاتی ہے۔ منظر کافی خوبصورت تھا۔ اس جھیل کے کناروں پر ہماری ہالیجی جھیل کی طرح بہت سے سرکنڈے اگے ہوئے تھے جن کے باعث پوری جھیل سبز رنگ کی نظر آ رہی تھی۔

ٹرام

ان نظاروں کو دیکھتے ہوئے ہم آبادی میں داخل ہوئے۔ ایک جگہ سگنل بند تھا۔ یہاں ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ ایک ایسا منظر ہمارے سامنے تھا جو ہم نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ یہ قدیم زمانے کی ٹرام تھی جو اسکندریہ میں ابھی تک چل رہی تھی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ ٹرام یہاں پر 1860ء سے اسی طرح چل رہی ہے۔

چار بوگیوں پر مشتمل ٹرام تنگ لائن پر ہمارے سامنے سے گزر رہی تھی۔ اس کی بوگیاں بھی انگریزوں کے دور کی معلوم ہو رہی تھیں۔ اس کے لئے کسی پھاٹک وغیرہ کے تکلف کی ضرورت بھی نہ تھی۔ جہاں سے یہ گزرتی، اس طرف کا سگنل بند ہو جاتا اور ٹرام آہستہ آہستہ گزر جاتی۔

اسکندریہ (Alexandria)، مصر کی فتح کے بعد اسکندر اعظم نے اپنے نام پر آباد کیا اور اسے لقصر کی جگہ مصر کا دارالحکومت بنایا۔ یہ پٹولمی اور رومن بادشاہوں کے دور میں مصر کا دارالحکومت رہا۔ مصر کی مشہور ملکہ قلوپطرہ کا دارالحکومت بھی یہی تھا۔ یہاں مشہور رومی فاتح پومپی مصر کے خواجہ سراؤں کے ہاتھوں قتل ہوا۔ بعد میں پومپی سے حکومت چھیننے والے سیزر نے یہاں حملہ کیا تو قلوپطرہ سے شادی کر بیٹھا۔ قلوپطرہ کے بعد یہ شہر رومی سلطنت کا صوبائی دارالحکومت قرار پایا۔

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جب مصر فتح کیا تو انہوں نے اسکندریہ کی جگہ فسطاط کو مصر کا دارالحکومت بنایا جو بعد میں قاہرہ کے اندر جذب ہو گیا۔ اسکندریہ کا لائٹ ہاؤس دنیا کے سات قدیم عجائب میں شمار ہوتا تھا۔ یہ لائٹ ہاؤس زلزلے کے باعث چودھویں صدی میں تباہ ہو گیا۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامے میں اس مینار کی خستہ حالت کا ذکر کیا ہے۔ جب اس وقت کی معلوم دنیا کا چکر لگا کر ابن بطوطہ بیس برس بعد واپس اسکندریہ پہنچے تو یہ مینار منہدم ہو چکا تھا۔

اسکندریہ کا موسم مصر میں سب سے اچھا سمجھا جاتا ہے۔ یہاں شدید گرمی کے موسم میں بھی زیادہ گرمی نہیں ہوتی۔ مصر کے امراء اپنی گرمیاں گزارنے کے لئے اسکندریہ کا رخ کرتے ہیں۔ اسکندریہ کے شمال مغرب میں ساحل کے ساتھ ساتھ بہت سے ریزارٹ اور ٹورسٹ ولیج بنے ہوئے ہیں۔ اسکندریہ کی لائبریری دنیا کی قدیم ترین لائبریریوں میں شمار ہوتی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسکندریہ کی ٹرام اور ٹریفک

منتزہ پیلس پارک اور بحیرہ روم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

منتزہ پیلس پارک

اسکندریہ کا انڈر پاس

منتزہ پیلس پارک

ہم لوگ چونکہ اب تاریخی مقامات سے سیر ہو چکے تھے اور آج ہی ہمارا واپسی کا پروگرام تھا اس لئے ہم نے فیصلہ کیا کہ کسی تاریخی مقام کو دیکھنے کی بجائے جتنا وقت بھی ہے بحیرہ روم کے ساحل پر گزارا جائے۔ گوگل ارتھ پر میں نے ساحل پر واقع پارک بھی دریافت کیا تھا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جو "منتزہ پیلس پارک" کہلاتا ہے۔ ہم اب سیدھے کورنیش پر جا پہنچے۔ کورنیش پر زیادہ تر انگریزوں کے دور کے قدیم طرز کے ہوٹل بنے ہوئے تھے۔ ان ہوٹلوں کو اسی طرح برقرار رکھا گیا تھا۔ ہم اب ساحل کے ساتھ ساتھ سفر کرتے تھوڑی دیر میں اس پارک میں جا پہنچے۔

ساحل سمندر پر واقع یہ پارک بہت خوبصورت تھا۔ یہ انگریزوں کے دور کا بنا ہوا تھا اور لاہور کے لارنس گارڈن کی طرز کا تھا۔ ہر طرف گھنا سبزہ اور پھول ہی پھول تھے۔ ساحل سمندر پر اتنا سبزہ میں نے پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ یہاں زیادہ رش بھی نہیں تھا چنانچہ ہم لوگوں نے یہیں وقت گزارنے کا فیصلہ کیا اور خوب انجوائے کیا۔

پارک کے قریب ایک چھوٹا سا جزیرہ بھی تھا جہاں جانے کے لئے پل بنا ہوا تھا۔ میں نے ایک صاحب اس کا راستہ پوچھا تو کہنے لگے، "اگر آپ گزیرہ پر جانا چاہتے ہیں تو اس طرف سے چلے جایئے۔" ہم اسی طرف ہو لئے اور گزیرے پر پہنچ گئے۔ اسکندریہ میں ہم نے یہ بات نوٹ کی کہ یہاں کے لوگ قاہرہ کی طرح لالچی اور گھیرنے والے نظر نہیں آئے۔ یہاں موجود خدمات پیش کرنے والے لوگ قریب آکر مہذب انداز میں اپنی خدمات پیش کرتے اور انکار پر خاموشی سے پیچھے ہٹ جاتے۔ قاہرہ کے لوگوں کی طرح سیاحوں کے پیچھے پڑ جانا ان کی عادت نہیں تھی۔

گزیرے میں بھی پارک بنا ہوا تھا اور یہاں بھی گھنا سبزہ تھا۔ پارک میں بہت سے لان بنے ہوئے تھے۔ یہاں گھنا سبزہ تھا اور مختلف لوگ اپنی فیملیوں سمیت یہاں بیٹھے تھے۔ بحیرہ روم کی چھالیں دیواروں سے ٹکرا کر بلند ہو رہی تھیں اور لوگوں کو بھگو رہی تھیں۔ دور دور تک نیلا سمندر اور گھنا سبزہ نظر آرہا تھا۔ سمندر کا پانی بھی صاف و شفاف تھا۔ یہاں آکر بحیرہ روم کافی چوڑا ہو جاتا ہے۔ اس سمندر کے دوسری جانب ترکی کا شہر پٹارا تھا جو یہاں سے زیادہ سے زیادہ ایک ہزار کلو میٹر کے فاصلے پر ہو گا۔ قاہرہ کی نسبت یہاں کا ماحول کافی صاف ستھرا تھا اور لوگ زیادہ تر اپنی فیملیوں کے ساتھ ہی تھے۔

اسکندر اعظم

اسکندریہ سے مجھے اس شہر کا بانی اسکندر اعظم یاد آگیا۔ یونان کے رہنے والے اس شخص نے نوجوانی ہی میں دنیا کے بڑے حصے کے سکون کو تہہ و بالا کر دیا۔ مصر سے لے کر ہندوستان کے علاقوں کو تاخت و تاراج کرتا چلا گیا۔ ہندوستان سے واپسی پر بابل کے علاقے میں بیمار پڑا اور اپنے ساتھیوں کو کہنے لگا کہ جب مجھے دفنانے لگو تو میرے ہاتھ کفن سے باہر رکھنا تاکہ دنیا کو عبرت ہو کہ اتنا بڑا فاتح ہو کر بھی میں دنیا سے خالی ہاتھ جا رہا ہوں۔ اسکندر نے زندگی کی جو حقیقت مرتے دم دریافت کی، اگر ہم اسے اپنی زندگی میں دریافت کر لیں تو لوٹ کھسوٹ اور چھینا جھپٹی سے اپنی زندگی کو پاک کر سکتے ہیں۔

کافی دیر اس پر سکون ماحول سے لطف اندوز ہو کر ہم واپس ہوئے۔ گیٹ کے قریب مسجد میں نماز ادا کی۔ باہر نکل کر ایک بقالے سے ہم نے بسکٹ اور کولڈ ڈرنک خریدے۔ اسکندریہ میرے ایک کولیگ علاء حمزہ رہتے تھے اور ان دنوں چھٹیوں پر گھر واپس آئے ہوئے تھے۔ علاء نے بہت خلوص سے مجھے اپنے ہاں آنے کی دعوت دی تھی اور اس پر اس قدر اصرار کیا تھا کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کی دعوت محض رسمی نہیں ہے۔ ان کے خلوص کے جواب میں فون بھی نہ کرنا بے مروتی ہوتی۔ میں نے بقالے کے مالک سے ایک فون کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

درخواست کی جسے انہوں نے خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہوئے علاء کا نمبر ملا کر مجھے دیا۔ میں نے علاء سے معذرت کی کہ ان کی طرف نہیں آسکا اور اب واپس جارہا ہوں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مصر سے سعودی عرب براستہ اردن

اب ہماری واپسی کا سفر شروع ہو چکا تھا۔ ہمارے سامنے دو راستے تھے۔ ایک تو وہی واپس قاہرہ اور وہاں سے سویز۔ دوسرا راستہ یہ تھا کہ ڈیلٹا میں سے گزرتے ہوئے پورٹ سعید تک جائیں اور وہاں سے نہر سویز کے ساتھ ساتھ سویز شہر تک چلیں۔ میں ذاتی طور پر دوسرے راستے کے حق میں تھا کیونکہ یہاں دریائے نیل کی شاخیں سمندر میں گرتی تھیں اور علاقہ سرسبز تھا لیکن لوگوں سے معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ اس راستے میں زرعی اور آبادی والا علاقہ ہونے کے باعث بہت رش ہو گا۔ اسی وجہ سے ہم لوگ جن قدموں پر گئے تھے انہی پر واپس آ گئے۔

بیجوں سے تیار کردہ کا کھانا

قاہرہ سے ہوتے ہوئے ہم لوگ مغرب کے وقت سویز پہنچ کر نہر سے پہلے والے ریسٹ ایریا میں جا پہنچے۔ اس وقت ہمیں شدید بھوک لگ رہی تھی اور شوربے والی کوئی چیز کھانے کو دل چاہ رہا تھا۔ ہوٹل والے سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہاں شوربہ دستیاب ہے۔ جب شوربہ ہمارے سامنے آیا تو یہ شاید خربوزے یا کسی اور چیز بیجوں کا بنا ہوا سالن تھا۔

کھانے سے فارغ ہو کر نماز ادا کی۔ نہر سویز کی سرنگ پار کر کے اب ہمیں نویبع تک مزید تین سو کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنا تھا۔ اب ہم دوبارہ جزیرہ نما سینا میں تھے۔ میری تین سالہ بچی ماریہ جو مسلسل سفر کر کر کے اب بذات خود فطرت کے مناظر کو سمجھنے لگی تھی، کہنے لگی، "ابو! وہ دیکھیں، سین!!!۔" جب سین پر نظر پڑی تو واقعتاً ایک نہایت ہی دلفریب منظر سامنے تھا۔

صحرا میں طلوع ماہتاب

اب سے پہلے ہم نے صحرا میں طلوع آفتاب کا منظر تو دیکھا تھا لیکن طلوع ماہتاب کا منظر دیکھنے کا ہمارے لئے یہ پہلا موقع تھا۔ چاند کی غالباً اٹھارہ یا انیس تاریخ تھی۔ سینا کی پہاڑیوں کے پیچھے سے سرخ رنگ کا چاند آہستہ آہستہ طلوع ہو رہا تھا۔ جیسے جیسے چاند بلند ہوتا گیا، اس کی سرخی سفیدی میں بدلتی گئی۔ کچھ ہی دیر میں پورا صحرا روشن نظر آ رہا تھا۔

بدتہذیبی کا جواب

رات کی ڈرائیونگ میں بھی مصری ڈرائیور خاصے غیر مہذب ثابت ہوئے۔ سامنے سے آتے ہوئے تیز لائٹیں ہلکی کرنا تو دور کی بات، قریب آ کر انہیں مزید جلا بجھا کر سامنے والے کی آنکھوں کو خیرہ کر دینا ان کا خاص انداز تھا۔ اس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ ان کی بجائے سامنے والا اپنی رفتار کم کر لے۔ سعودی عرب میں اس کے برعکس لوگ سامنے سے آتی گاڑی دیکھ کر خود ہی لائٹیں ہلکی کر لیتے ہیں تاکہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔ میں بھی چونکہ یک طرفہ اخلاقیات کے نظریے کا قائل نہیں ہوں اس لئے جو شخص بھی ایسا کرتا میں نے بھی اس کے ساتھ وہی عمل دوہرانا شروع کر دیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ خود کو عقل کل سمجھتے ہیں اور دوسروں کو بے وقوف بنانے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔ اگر کوئی ان کے ساتھ اخلاقی رویہ اختیار کرے تو یہ اسے بے وقوف سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا علاج یہی ہے کہ ان کے ساتھ بالکل ویسا ہی سلوک کیا جائے جو وہ دوسروں کے ساتھ روا رکھتے ہیں۔ ہاں اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہیے کہ انسان خود پہل نہ کرے اور کسی کی زیادتی کا جواب دیتے ہوئے اس کے ساتھ صرف اتنا ہی کرے جتنا اس نے کیا ہو۔ حد سے تجاوز کرنے کی صورت میں انسان کو اللہ تعالی کے ہاں جواب دہ ہونا پڑے گا۔

جوابی کاروائی کا یہ اصول صرف ان معاملات کے لئے ہے جو قانون کے دائرے میں آتے ہوں۔ ایسے معاملات جو قابل دست اندازی قانون ہوں، ان کے معاملے میں انسان کو صرف اور صرف قانون سے رجوع کرنا چاہیے اور کبھی قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لینا چاہیے۔

اگر قانون کی ہمدردیاں مظلوم کی بجائے ظالم کے ساتھ ہوں جیسا کہ ہمارے ہاں عام دستور ہے، اس صورت میں خود کوئی کاروائی کرنے کی بجائے انسان کو معاملہ اللہ تعالی پر چھوڑ دینا چاہیے اور اپنے انتقام کو آخرت تک موخر کر دینا چاہیے۔ اگر انسان قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا شروع کر دے تو اس کا نتیجہ سوائے معاشرتی انتشار اور انارکی کے کچھ نہ نکلے گا اور معاشرے کی حالت ویسی ہی ہو جائے گی جیسی اس وقت مثلاً افغانستان اور عراق میں ہے۔ ظاہر ہے ایسی صورتحال میں وہ شخص اور اس کا خاندان بھی محفوظ نہ رہے گا جس نے ابتدا میں قانون کو اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔

تین گھنٹے میں ہم لوگ نوبیع جا پہنچے۔ رکنے سے پہلے یہ ضروری تھا کہ اگلے دن فیری کے اوقات معلوم کر لئے جائیں۔ اوقات کا معلوم کرنے کے بعد ہم لوگ ٹورسٹ ولیج پہنچے۔ خوش قسمتی سے ہمیں یہاں ایک نہایت ہی اعلی درجے کے موٹل میں کمرہ سستے داموں مل گیا کیونکہ ان دنوں نوبیع میں سیاح بہت کم تھے۔

اگلے دن صبح اٹھ کر ناشتے کے بعد ہم لوگ بندر گاہ کی جانب روانہ ہوئے۔ عرب برج والوں کے دفتر سے اسپیڈ بوٹ کا ٹکٹ حاصل کیا۔ اسی دوران جمعہ کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ بندر گاہ کے گیٹ بند ہو گئے اور وہاں موجود محافظوں نے نماز کے بعد آنے کا کہا۔

دیہاتی مصر میں نماز جمعہ

میں نے قریب ہی واقع بندر گاہ کی مسجد میں نماز جمعہ ادا کی۔ مسجد میں امام صاحب خطبہ دینے کے لئے آئے۔ خطبے کا موضوع حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا سفر معراج تھا کیونکہ ان دنوں رجب کا مہینہ تھا۔ امام صاحب کا تقریر کرنے کا اسٹائل بالکل ویسا ہی تھا جیسا کہ ہمارے دیہاتی علاقوں کے خطیب حضرات کا ہوتا ہے البتہ راگ لگانے کے معاملے میں وہ ہمارے خطیبوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔

نماز کے بعد کسٹم اور امیگریشن کے مراحل طے پائے۔ بیوروکریسی کے باعث نمبر پلیٹیں واپس کرنے کا مرحلہ اتنا ہی دشوار ثابت ہوا جتنا کہ انہیں حاصل کرنے کا معاملہ تھا۔ ایک مصری صاحب نے یہ معلوم ہونے پر کہ میں پاکستانی ہوں، اس معاملے میں میری کافی مدد کی۔ جب فیری پر چڑھنے کا مرحلہ آیا تو پتہ چلا کہ ٹکٹ کاؤنٹر والوں نے ہمارے اصرار کے باوجود ہمیں اسپیڈ بوٹ کی بجائے سلو بوٹ کا ٹکٹ دے دیا تھا۔ میرا دماغ گھوم گیا اور میرے ذہن میں یہاں پہنچنے کا گیارہ گھنٹے کا سفر آیا۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ اضافی رقم لے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لیں اور ہمیں اسپیڈ بوٹ پر ہی جانے دیں۔ شکر ہے کہ وہ لوگ اس پر مان گئے۔

مصر کے بارے میں ہمارے تاثرات

مصر سے ہم ملی جلی یادیں لے کر جا رہے تھے۔ چار دن کے اس سفر میں ہمیں بہت سے اچھے لوگ بھی ملے تھے اور دوسروں کو تنگ کرنے والے بھی۔ ان کے ہاں پاکستانیوں کے بارے میں بھی کوئی خاص گرمجوشی ہمیں محسوس نہیں ہوئی۔ بحیثیت مجموعی ہمیں اہل اردن کا رویہ اہل مصر کی نسبت بہت بہتر محسوس ہوا۔

اہل مصر پر تاثرات کا یہ سلسلہ اس وقت تک مکمل نہ ہو گا جب تک مصر کی مغربیت پر کچھ تبصرہ نہ کر دیا جائے۔ مصر مسلم دنیا میں وہ پہلا ملک ہے جسے ماڈرنائز بلکہ ویسٹرنائز کرنے کی کوششیں بہت پہلے شروع کر دی گئیں۔ محمد علی پاشا کے دور میں مصر کو ماڈرنائز کرنے کے عمل کا آغاز ہوا۔ برطانوی راج نے مصر کے حکمرانوں اور ان کی اشرافیہ کو مکمل طور پر مغرب زدہ کر دیا۔ مصر غالباً وہ پہلا مسلم ملک ہے جہاں کھلے عام نائٹ کلب، کیسینو اور رقص گاہیں تعمیر کی گئیں اور شراب کو عام کیا گیا۔

دلچسپ امر یہ ہے کہ معاشرے کو ویسٹرنائز کرنے کی ان کوششوں میں مسلم معاشروں میں سے کسی نے اہل مغرب کی مثبت اقدار یعنی آزادی اظہار، جمہوریت، غریب طبقوں کے حقوق، انسانی حقوق وغیرہ پر توجہ نہ دی۔ سب نے صرف اور صرف مغربیت کے ایک پہلو یعنی جنسی آزادی، شراب اور جوئے کو ہی اختیار کیا۔ اس سے ہمارے اخلاقی زوال کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مصر میں اس مغربیت کے خلاف اخوان المسلمون نے موثر آواز اٹھائی۔ انہوں نے حکومت کے خلاف تشدد کا راستہ اختیار کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس پوری تحریک کو سختی سے کچل دیا گیا۔ پچھلے دو عشروں میں اخوان نے تشدد کی بجائے دعوت و اصلاح کے ذریعے معاشرے کو تبدیل کرنے کی کوششوں کا آغاز کیا جس کے نتیجے میں انہیں کافی مقبولیت حاصل ہو چکی ہے۔

1990ء کے عشرے تک اہل مصر کی اکثریت نائٹ کلبوں وغیرہ سے دور رہتی تھی۔ صرف اشرافیہ اور اپر مڈل کلاس کا ایک محدود طبقہ تھا جو مغرب کی اس مادر پدر آزادی کا حامی تھا۔ عوام کی اکثریت ان خرافات سے دور تھی۔ حالیہ دو عشروں میں میڈیا کے فروغ نے معاشرے کی بڑی تعداد کو ان چیزوں سے سے روشناس کیا ہے۔

2000ء کی دہائی میں مصری معاشرے میں ایک اہم تبدیلی رونما ہوئی ہے۔ دنیا میں معاشی تبدیلیوں کے باعث یہاں بھی مہنگائی تیزی سے بڑھ رہی ہے اور آمدنیوں میں کوئی خاص اضافہ نہیں ہوا ہے۔ اس کے نتیجے میں اہل مصر کی بڑی تعداد جو مڈل کلاس سے تعلق رکھتی تھی، غربت کا شکار ہو چکی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ مصری معاشرہ اب دو مختلف سمتوں میں جا رہا ہے۔

ان کے ہاں ایک وہ طبقہ ہے جو دینی تحریکوں کی دعوت کے نتیجے میں دین سے وابستہ ہو رہا ہے۔ دوسری طرف غربت نے بہت سے افراد بالخصوص خواتین کو نائٹ کلبوں، رقص گاہوں اور جسم فروشی کے کاروبار سے وابستہ کر دیا ہے۔ اب صورتحال یہ ہے کہ ایک ہی خاندان کا ایک فرد اخوان یا کسی اور دینی تحریک سے وابستہ ہے اور دوسرا کسی رقص گاہ سے۔ اس معاشی تقسیم کے نتیجے میں نئے دولت مند ہونے والے حضرات اس کاروبار کو فروغ دے رہے ہیں۔ مصری معاشرے میں اس تقسیم کا کیا نتیجہ برآمد ہو گا اس کا فیصلہ آنے والا وقت کرے گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس تجزیے میں ہم پاکستانی معاشرے کا عکس دیکھ سکتے ہیں۔ پاکستان میں بھی مذہبی اور سیکولر انتہا پسندی وقت کے ساتھ ساتھ بڑھ رہی ہے۔ عین ممکن ہے کہ اگلے چند برس میں ان دونوں قسم کے انتہا پسندوں کے درمیان ایک بڑی خانہ جنگی وقوع پذیر ہو جائے۔ ایسی خانہ جنگی کے نتیجے میں پاکستان کی حالت بھی عراق اور افغانستان سے مختلف نہ ہو گی۔

اسپیڈ بوٹ

تین گھنٹے لیٹ ہونے کے بعد اسپیڈ بوٹ چلی تو سفر کا مزہ آ گیا۔ عملے سے معلوم ہوا کہ بوٹ کی رفتار چالیس ناٹ فی گھنٹہ یعنی تقریباً اسی کلو میٹر فی گھنٹہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس بوٹ میں باہر نکلنے کے تمام راستے بند تھے۔ اندر سے سیٹیں ہوائی جہاز کی مانند تھیں۔ دونوں جانب بند کھڑکیاں تھیں جن سے سمندر کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔

فیری پر آتے ہوئے ہمیں گیارہ گھنٹے لگے تھے۔ اسپیڈ بوٹ اس کی نسبت کافی چھوٹی تھی اس لئے اس میں گاڑیاں بھی کم ہی تھیں۔ اسپیڈ بوٹ کے اعلیٰ معیار کے باعث سو کلو میٹر کا نویبع سے عقبہ کا سفر اب گیارہ کی بجائے صرف چھ گھنٹے میں طے ہو گیا جس پر سب لوگ کافی خوش نظر آ رہے تھے۔ ان چھ گھنٹے میں اصل سفر یعنی سمندر میں سیلنگ ٹائم صرف سوا گھنٹہ تھا جبکہ باقی وقت انتظار میں ہی صرف ہوا تھا۔

بوٹ کے اندر ہی ایک کاؤنٹر تھا جس پر ایک طویل قطار تھی۔ میں نے ایسے ہی معلوم کرنا چاہا کہ یہ کیا ہے۔ جب وہاں موجود آفیسر سے اس کے بارے میں پوچھا تو پوچھنے لگے، "آپ پاکستانی ہیں؟" میں نے اثبات میں جواب دیا تو کہنے لگے، "اپنے پاسپورٹ دیجیے۔" پاسپورٹ دینے پر اسی وقت انہوں نے مہریں لگا کر میرے حوالے کر دیا۔ اس سے اہل اردن کے لحاظ اور مروت کا اندازہ ہوتا ہے۔

عقبہ کی بندرگاہ پر کسٹم کے مراحل ان کے آفیسرز کی مستعدی کے باعث جلد ہی طے ہو گئے۔ اب ہم بندرگاہ سے نکلے اور سعودی عرب کے بارڈر کی طرف روانہ ہوئے جو یہاں سے صرف دس کلو میٹر کے فاصلے پر تھا۔ اردن سے نکلنے کے بعد ہم سعودی عرب میں داخل ہوئے تو ان کا رویہ اہل اردن سے بھی اچھا تھا۔ کسٹم آفیسر نے بہر حال تفصیلی تلاشی لی لیکن ان کا رویہ اچھا تھا۔ تلاشی لینے کے لئے انہوں نے بنگالی ملازمین رکھے ہوئے تھے۔

سعودی عرب میں جیسے ہی ہم داخل ہوئے تو سکون کا سانس لیا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ہر چیز اپنی جگہ پر آ گئی ہے۔ یہاں زندگی کافی آسان ہے اور معاشرے میں نظم و ضبط کافی اچھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چھٹیوں میں یہاں رہنے والے جو لوگ پاکستان کا رخ کرتے ہیں، وہ وہاں جا کر کچھ عجیب سا محسوس کرتے ہیں۔

ہم لوگ اب سعودی عرب کے سرحدی شہر "حقل" میں رات دس بجے کے قریب داخل ہوئے۔ یہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی ہمیں ایک بخاری ریسٹورنٹ نظر آیا جس پر موجود افغانی حضرات سے کھانا خریدا۔ ساتھ ہی ایک بقالہ تھا، اس سے کچھ اشیا خریدنے کے لئے میں اندر داخل ہوا تو کاؤنٹر پر بیٹھے صاحب کچھ اپنے اپنے سے لگے۔ گفتگو پر معلوم ہوا کہ ان کا تعلق کراچی میں کھارادر کے علاقے سے ہے۔ وہ میمن حضرات کے مخصوص اسٹائل میں کاؤنٹر پر بیٹھے تھے اور کاروبار کر رہے تھے۔ ان سے معلوم ہوا کہ حقل میں کوئی مناسب ہوٹل نہیں ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نویبع کا ریزارٹ

نویبع کا ساحل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسپیڈ بوٹ کا اندرونی حصہ

مدائن شعیب علیہ الصلوۃ والسلام

صحرا میں رات کو قیام

ہمارا ارادہ تو یہ تھا کہ رات حقل ہی میں رک کر اگلے دن جدہ کی جانب چلا جائے لیکن اب مجبوری تھی۔ ہم دوبارہ پہاڑی راستوں پر سفر کرنے لگے۔ کچھ دور جانے کے بعد اچانک مجھ پر نیند کا غلبہ ہونے لگا۔ روڈ کے ایک طرف ایک بڑی سی کچی جگہ تھی جو ٹرک والوں کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آرام کے لئے بنائی گئی تھی۔ میں نے بھی وہیں گاڑی روک لی۔ یہاں ہمارے علاوہ کوئی نہ تھا۔ ہمارے پاس خیمہ بھی تھا جو ہم یہاں آسانی سے لگا سکتے تھے لیکن اس میں یہ خطرہ تھا کہ صحرا میں کہیں کوئی سانپ وغیرہ نہ ہو۔

ہم نے گاڑی کے تمام شیشے اور چھت کھول دی اور سیٹیں سیدھی کر کے سونے کی کوشش کرنے لگے۔ صحرا میں ہر طرف چاندنی پھیلی ہوئی تھی اور ارد گرد کی پہاڑیاں کافی خوبصورت معلوم ہو رہی تھیں۔ اگست کے مہینے میں بھی صحرا کی رات کافی سرد ثابت ہوئی اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں نے ہمیں جلد ہی گہری نیند میں پہنچا دیا۔ جیسے ہی صبح کا اجالا پھیلنا شروع ہوا تو میری آنکھ کھلی۔ ڈگی میں موجود پانی کی کین سے وضو کر کے فجر کی نماز ادا کی اور ٹھیک چھ بجے ہم نے اپنا سفر دوبارہ شروع کر دیا۔

قوم شعیب کا علاقہ

ایک گھنٹے میں ہی ہم لوگ "البدع" نامی قصبے میں جا پہنچے۔ یہ قصبہ یمن اور مکہ سے آ کر شام جانے والے قدیم تجارتی راستے پر ایک اہم مقام تھا۔ اس مقام پر عراق سے مصر جانے والی دوسری تجارتی شاہراہ یمن سے شام جانے والی شاہراہ کو قطع کرتی تھی۔ دو بڑی تجارتی شاہراہوں کے اس چوراہے پر سیدنا شعیب علیہ الصلوۃ والسلام کی قوم آباد تھی۔ یہ قوم سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے تیسرے فرزند مدین کی اولاد تھی۔ تین چار صدیوں میں یہ لوگ اعتقادی اور اخلاقی خرابیوں میں مبتلا ہو چکے تھے۔

اپنی مخصوص لوکیشن کے باعث یہ لوگ تجارتی قافلوں کی آمد و رفت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے۔ انہوں نے ناپ تول میں کمی کرنا شروع کی۔ سیدنا شعیب علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں شرک اور ناپ تول میں کمی سے روکا جس پر انہوں نے آپ سے سرکشی کا سلوک کیا۔ انہوں نے جواباً آپ اور آپ پر ایمان لانے والوں کو اپنا ایمان چھوڑ دینے کا مطالبہ کیا اور کہنے لگے: قَالُوا يَا شُعَيْبُ أَصَلَاتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ نَفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ؟ "اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہی سکھاتی ہے کہ ہم ان سارے معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے تھے؟ یا یہ کہ ہم کو اپنے مال میں اپنی منشا کے مطابق تصرف کرنے کا اختیار نہ ہو۔ کیا بس تم ہی ایک عالی ظرف اور راستباز آدمی رہ گئے ہو؟"(ھود 11:87)

اس جواب سے اس قوم کی اکابر پرستی، اندھی تقلید اور اخلاقی زوال کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اتمام حجت کے بعد اللہ تعالی نے سیدنا شعیب علیہ الصلوۃ والسلام کو یہاں سے نکلنے کا حکم دیا اور آپ یہ کہتے ہوئے وہاں سے نکل گئے: وَقَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ آسَى عَلَى قَوْمٍ كَافِرِينَ. "اے میری قوم! میں نے تو اپنا پیغام تم تک پہنچا دیا اور تمہاری خیر خواہی کا حق ادا کر دیا۔ اب میں اس قوم پر کیسے افسوس کروں جو قبول حق سے انکار کرتی ہے۔"(الاعراف 7:93)

سیدنا شعیب علیہ الصلوۃ والسلام کے نکل جانے کے بعد اس قوم پر بھی اللہ کا عذاب آیا اور اس کا انجام بھی وہی ہوا جو ان سے پہلے عاد اور ثمود کی اقوام کا ہو چکا تھا۔ تجارتی چوراہے پر آباد ہونے کے باعث اس عذاب کی خبر ارد گرد کی اقوام تک پہنچ گئی اور مدین کی تباہی عرب اور فلسطین میں بطور ضرب المثل مشہور ہو گئی۔ پورے عرب کا بچہ بچہ اس مقام سے واقف تھا۔ قرآن مجید نے اس تباہی کو خدا کے وجود اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے ثبوت کے طور پر پیش کیا۔ آپ کی قوم کے جو لوگ آپ پر ایمان نہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لائے انہیں آپ کے ماننے والوں کے ہاتھوں ایسی ہی سزا دی گئی۔

البدع کے قصبے سے نکلتے ہی قوم شعیب کے آثار ہمارے دائیں جانب تھے۔ ان کے گرد باڑ لگا کر انہیں محفوظ کر لیا گیا تھا اور ان کا گیٹ بند تھا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ آثار نو بجے کھلیں گے۔ ابھی صبح کے سات بجے تھے، اس لئے ہم لوگوں نے باہر سے ہی یہ آثار دیکھنے پر اکتفا کیا۔ ان کے گھر بھی قوم ثمود کے مقابر کی طرح چٹانوں میں کھود کر بنائے گئے تھے۔ چونکہ بعد میں یہاں شاید نبطی آباد نہیں ہوئے اس لئے اس پر آرٹ کے نمونے تخلیق نہیں ہوئے۔

سعودی عرب کی کوسٹل ہائی وے

البدع سے نکل کر ہم اب ساحل کے ساتھ ساتھ "ضباء" کی طرف روانہ ہوئے۔ کھلی صحرائی سڑک پر صرف ہم ہی تھے جو ہوا کے دوش پر اڑے جا رہے تھے۔ ضباء کے بعد "الوجہ" کا شہر آیا اور اس کے بعد "ینبوع"۔ ینبوع ایک بڑا شہر ہے لیکن ہمیں تو یہ ٹریفک سگنلز کا شہر لگا۔ ڈھیروں ڈھیر سگنلز کے بعد ہم ینبوع کی انڈسٹریل اسٹیٹ جا پہنچے جس کے بعد سڑک نے شاندار موٹروے شکل اختیار کر لی۔

تھوڑی دیر ہی میں بدر کا ایگزٹ آیا۔ یہ وہی مقام ہے جہاں سے مدینہ کے لئے سڑک نکل رہی تھی۔ اس کے بعد ابوا سے ہوتے ہوئے عصر کے وقت ہم لوگ جدہ پہنچ گئے۔ سعودی عرب کی سڑکوں کی خوبی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حقل سے جدہ تک فاصلہ تقریباً 1100 کلومیٹر ہے جو تقریباً لاہور سے حیدر آباد کے فاصلے کے مساوی ہے۔ یہ فاصلہ ہم نے صرف آٹھ گھنٹے میں طے کیا تھا۔

اس سفر کے ساتھ ہی قرآن مجید اور بائبل سے متعلق علاقوں کے سفر کا میرا ٹارگٹ مکمل ہو چکا تھا۔ میں نے ارادہ کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کبھی موقع دیا تو شام اور ترکی اور اگر کبھی ممکن ہو سکا تو عراق اور فلسطین کے علاقوں کا سفر کر کے انبیاء کرام اور اسلامی تاریخ سے متعلق جو مقامات باقی رہ گئے ہیں، انہیں انشاء اللہ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔ 2009ء میں مجھے ترکی کا سفر کرنے کا موقع ملا جس کا سفر نامہ آپ اس لنک پر پڑھ سکتے ہیں۔
http://www.mubashirnazir.org/ER/0020-Turkey/L0020-0000-Turkey.htm

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مزید مطالعہ کے لئے وزٹ کیجیے: www.mubashirnazir.org

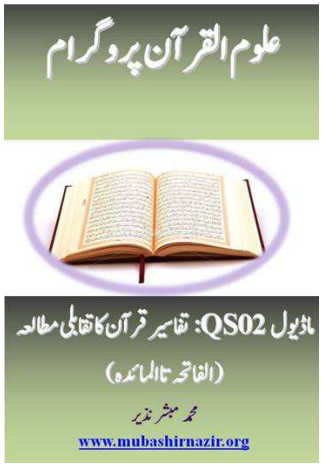

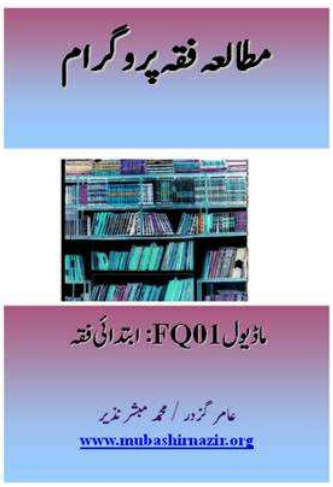

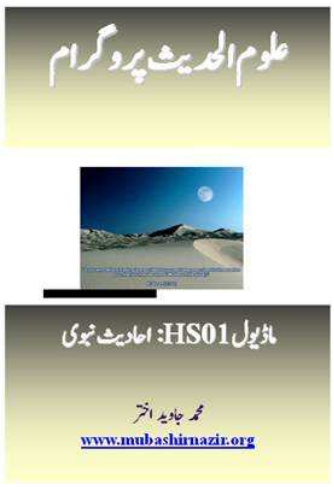

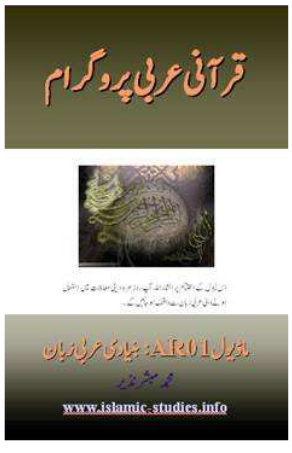

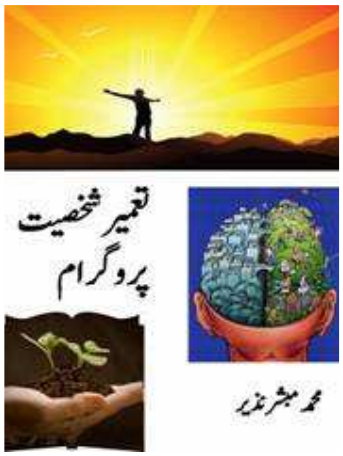

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

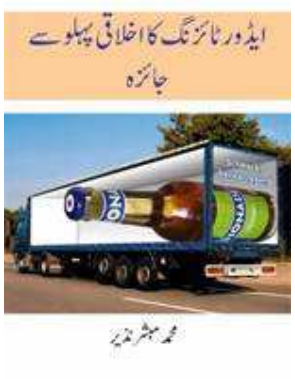

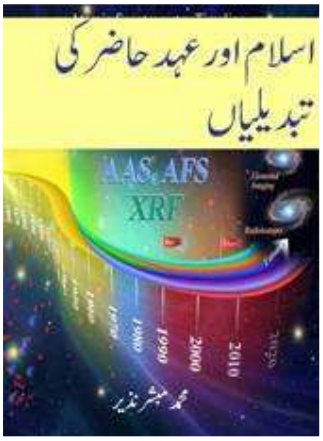

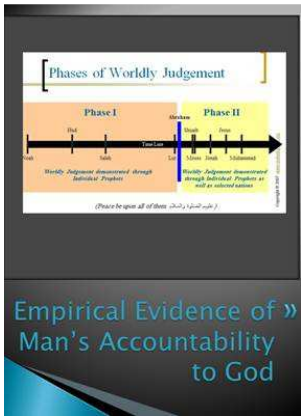

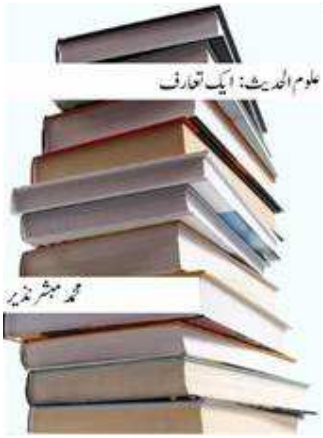

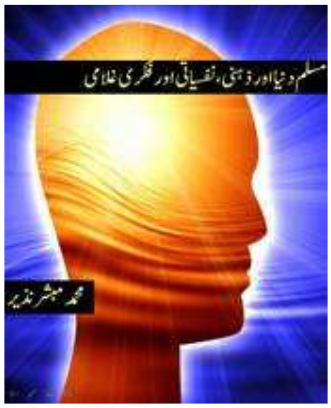

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

كتاب الرسالة لمحمد بن إدريس
الشافعي
اردو ترجمہ: محمد مبشر نذیر

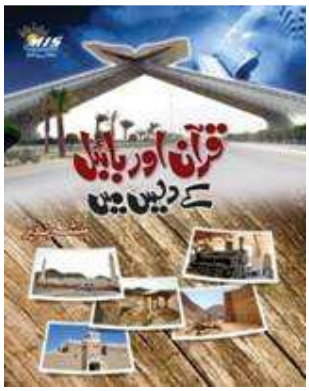
قرآن اور بائبل
کے دیس میں

اپنی شخصیت اور کردار کی تعمیر
کیسے کی جائے؟
محمد مبشر نذیر

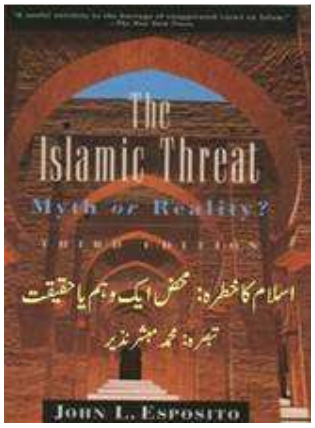
The
Islamic Threat
Myth or Reality?
اسلام کا خطرہ: محض ایک وہم یا حقیقت
تبصرہ: محمد مبشر نذیر
JOHN L. ESPOSITO

اسلام میں ذہنی وجسمانی غلامی کے آغاز کی تاریخ
محمد مبشر نذیر

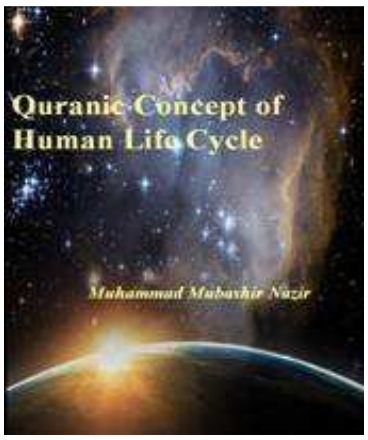
Quranic Concept of
Human Life Cycle
Muhammad Mubashir Nazir

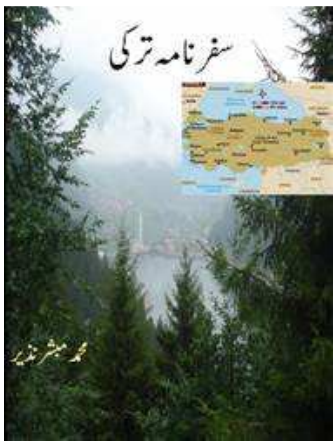
سفر نامہ ترکی
محمد مبشر نذیر

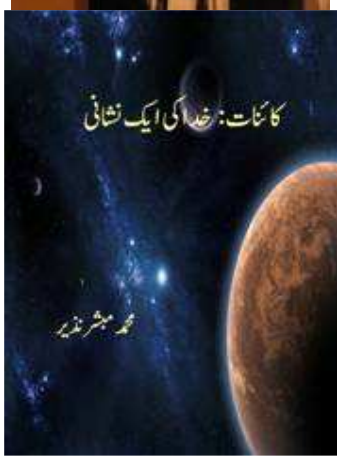
کائنات: خدا کی ایک نشانی
محمد مبشر نذیر